سلسلۂ مطبوعات مجلس
۲۵۰

تحفۂ انسانیت

(حدیث مالوہ)

یہ کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اس دورہ کی بولتی ہوئی روداد ہے جو انھوں نے حلقۂ پیام انسانیت کے تحت بھوپال، اُجین، اندور، اور مالوہ کا کیا تھا جس میں جا بجا طلباء و اساتذہ، وکلاء و جج صاحبان، سیاسی و علمی شخصیتوں اور مذہبی رہنماؤں سے خطاب کیا گیا ہے اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت ملک کو اصل خطرہ کس چیز کا ہے اور علماء و دانشور طبقہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

ترتیب

مولانا اسحٰق جلیس ندوی مرحوم

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

بار دوم

۱۴۱۳ھ — ۱۹۹۲ء

(از مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پہلا ایڈیشن)

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ——— لکھنؤ پیپرنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات ——— ۲۳۲

قیمت ——— 50/-

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عنوانات

"تحفۂ انسانیت"

پیش لفظ	۷	جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے	۳۷
مسافر نواز بہتیرے	۱۲	بارات ہے توشہ نہیں	۴۰
دارِ اقبال بھوپال	۱۴	اس شاخ کی فکر کیجئے جس پر آشیانہ ہے	۴۱
تاج المساجد بھوپال	۱۶	انسان کی حقیقت سے ناآشنا	۴۲
شام اودھ سے شبِ مالوہ تک	۱۹	نحیف آواز نے انقلاب برپا کر دیا	۴۳
ایچ۔ ای۔ ایل میں خطاب	۲۴	صدر جلسہ و حاضرین کا تاثر	۴۵
زرّیں موقع	۲۵	رفتید ولے نہ از دلے ما	۴۷
یہ سب ایمان کے چراغ ہیں	۲۸	بھوپال سے اُجّین تک	۴۸
بَن اگر شہروں سے اچھے ہوں تو شہر اچھے کہ بَن	۲۹	اُجّین، تاریخی پس منظر	۵۱
نواب میاں کی سرگزشت	۳۱	راجہ بکرماجیت	۵۲
جلسۂ پیام انسانیت	۳۲	بابر بہ عیش کوش	۵۴
خدا نسلِ انسانی سے مایوس نہیں	۳۳	اسلام اور مسلمان صوفیا کی آمد	۵۵
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں	۳۶	اُجّین کا مصروف پروگرام	۵۶

www.abulhasanalinadwi.org

اشوک اور بکرماجیت کی نگری میں		مسجد تو بنا دی شب بھر میں	۸۸
حق و انصاف کا پیام	۵۸	اُجّین سے اندور تک	۹۰
زندگی کا دستور العمل	۶۰	جامعہ ریاض العلوم اور اس کے اطراف	
ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا	۶۲	کالونیوں کا عظیم الشان منصوبہ	۹۲
انصاف بے رنگ ہوتا ہے	۶۳	کھجرانہ بستی میں استقبالیہ	۹۴
عالمی بگاڑ کا سبب	۶۵	ٹیگور ہال کا مثالی جلسہ	۹۵
دو سبق آموز واقعات	۶۶	میں اپنی خوشی آپ سے چھپا نہیں سکتا	۹۶
ہندوستان کی زمین تیار کیجئے	۶۹	اپنے گھر کی بپتا اپنے ملک کی کہانی	۹۸
دلوں میں جگہ پیدا کیجئے	۷۱	ذرائع اور وسائل	۱۰۰
اپنی نوعیت کا عجیب تجربہ	۷۲	ذرائع کی ترقی کا دور	۱۰۱
جب اشوک کی زندگی میں انقلاب آیا	۷۳	ذرائع خدا کی نعمت ہیں	۱۰۲
علم، عقیدہ، عمل	۷۵	ذرائع کی افادیت نیک مقاصد پر منحصر	۱۰۳
علم دین، دعوت دین اور اُردو زبان	۷۷	اخلاقیات سائنس کا موضوع نہیں	۱۰۶
جامعہ اسلامیہ اسکول، اُجّین	۷۹	ذرائع اور مقاصد کی ہم آہنگی	۱۰۸
مسجد اور مدرسہ لازم و ملزوم	۸۰	جب ذرائع کم تھے لیکن مقاصد اعلیٰ تھے	۱۰۹
اُردو زبان، دینیات اور جدید تعلیم	۸۲	سائنس کا مست ہاتھی	۱۱۱
معیاری نرسری اسکول کا قیام	۸۳	مثالی حکمراں	۱۱۴
مسجد کے زیر سایہ اسکول	۸۵	میں ترقی کا مخالف نہیں	۱۱۵
اساتذہ کی ذمہ داریاں	۸۶	انسانیت کا سفینہ گرداب میں	۱۱۶

www.abulhasanalinadwi.org

فقیر انہ آئے صدا کر چلے	۱۱۸	شریعت جوان ہے	۱۴۷
تحریک پیام انسانیت کا سب سے کامیاب جلسہ	۱۱۹	جنھیں خود نہیں معلوم کہ کل کیا ہوگا؟	۱۴۹
یتیم کو رونا سکھانے کی ضرورت نہیں	۱۲۲	اسلام اللہ کے حکم کا نام ہے	۱۵۰
شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا	۱۲۳	خدا کے احکام پہلے اپنے اوپر نافذ کیجئے	۱۵۱
دینی حمیت ملی غیرت	۱۲۴	اندور سے دھار	۱۵۵
اسلام کی صلاحیت پر اعتماد پیدا کیجئے	۱۲۶	ایک روایت	۱۵۶
کوشش شرط ہے	۱۲۶	اسلام کا داخلہ	۱۵۷
اسلامیہ کریمیہ کالج	۱۲۷	وگیان بھون میں جلسہ	۱۵۹
میری جانب سے بسر کالج کے لڑکوں کو دعا کہنا	۱۲۹	ناشاد، شادی آباد۔ مانڈو	۱۶۰
ساری عمر ڈیوٹی	۱۳۱	مانڈو کی وجہ تسمیہ	۱۶۱
بہت بڑا مسئلہ	۱۳۲	مسلم دورِ حکومت	۱۶۲
پیغمبروں نے علم کی ہمت افزائی کی	۱۳۳	عظمتِ رفتہ کا مرثیہ	۱۶۳
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو	۱۳۵	عبرت کی بستی	۱۶۵
آر۔ ایس۔ ایس کا وفد	۱۳۷	کارِ جہاں بے ثبات	۱۶۹
اندور یونیورسٹی	۱۴۰	اگر فردوس بر روئے زمیں است	۱۷۱
درس قرآن کا عظیم الشان جلسہ	۱۴۲	بے کسی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق	۱۷۳
قرآن مجید کا اعجاز	۱۴۳	یہاں غنچہ وہاں گل تھا	۱۷۶
اللہ کے دو قانون	۱۴۵	سلاطین مالوہ کے علمی و تمدنی کارنامے	۱۸۲
اعمال خاصیت رکھتے ہیں	۱۴۶	مانڈو سے دیپالپور	۱۸۶

www.abulhasanalinadwi.org

پیام محبت و اتفاق	۱۸۸	لیڈرشپ قانون داں طبقہ کے ہاتھ میں	۲۱۰
اوس و خزرج کی معرکہ آرائی	۱۹۱	موت و حیات کی جنگ	۲۱۱
شرک کے بعد سب سے ناپسندیدہ چیز باہمی رنجش	۱۹۳	سب ڈوب جائیں گے	۲۱۲
		آپ میدان میں نکل آئیں	۲۱۳
اللہ تعالیٰ کے یہاں رائٹنگ نہیں	۱۹۶	ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں	۲۱۴
عورتوں کو بھی ولایت نصیب ہو سکتی ہے	۱۹۷	انھوں نے پرکاش پردان کیا	۲۱۶
اللہ تعالیٰ کی ذات بہت غیور ہے	۱۹۹	سب سے زیادہ پیارا لفظ	۲۲۰
دین میں دنیا داری اور دنیا میں دین داری	۲۰۲	رحم کا کوئی شاکی کوئی فریادی نہیں	۲۲۱
نئی زندگی کا مژدہ	۲۰۳	رحم کا ہر ایک محتاج ہے	۲۲۲
بوہرہ نوجوان کی آپ بیتی	۲۰۶	اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب	۲۲۴
اندور ہائی کورٹ یا ایسوسی ایشن میں	۲۰۸		
میری زندگی کا تاریخی دن	۲۰۹	حسن اختتام	۲۲۹

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

پیام انسانیت کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ۲۸، ۲۹، ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو الہ آباد سے کیا گیا تھا جس کا بنیادی مقصد ہندوستان کی پوری آبادی کو بلا تفریق مذہب وملت انسانیت کے احترام کی دعوت دینا، خدا کے بندوں کی عزت، انسانیت کو نئی زندگی دینے اور انسانوں کو انسانیت اور اخلاق کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا تھا، اس ابتدائی دعوت کے بعد سے ملک کے کئی طویل وعریض دورے ہوئے جن میں مختلف ریاستوں میں یہ پیغام بڑے بڑے پبلک جلسوں میں اور خواص ودانشور طبقہ کی محفلوں میں سنایا گیا، اور مولانا روم کے بقول ۔ ع

من بہر جمعیتے نالاں شدم

یہ ایک دُکھے ہوئے دل اور چوٹ کھائے ہوئے دماغ کی پکار تھی اور ہندوستان کی تیزی کے ساتھ بگڑتی ہوئی صورت حال کی سچی تصویر اور اس پر اظہار تشویش جس میں (اگر صورت حال کو نہ صرف باقی رہنے بلکہ بڑھنے کا موقع دیا گیا) کسی تعمیری کام، خدمتِ انسان، ملک کی سالمیت، اعلیٰ اخلاقی قدروں کی حفاظت حتیٰ کہ ضروریاتِ زندگی کی

www.abulhasanalinadwi.org

قانونی اور جائز طریقہ پر تکمیل کا موقع اور پھر آگے بڑھ کر معمول کے مطابق (NORMAL) زندگی کی بھی گنجائش نہیں رہے گی، بلکہ زندگی عذابِ جان اور بھرے پُرے گلزار شہر اور اپنے خون پسینے سے سینچا ہوا یہ چمن اور آبائی وطن ایک دشت و بیابان بن جائے گا، جس میں صرف شکار اور شکاری (اور اس سے اگر کچھ ترقی کر کے کہا جائے تو) دکاندار اور گاہک رہ جائیں گے اور شاعرِ فطرت اقبال کے الفاظ میں "یہ ملک ایک وسیع قمار خانہ" (جوے کا اڈہ) بن کر رہ جائے گا جس میں ہار جیت کے سوا کوئی مشغلہ نہیں رہ جائے گا، ایسی صورت میں شریفوں کو اپنی شرافت، ضمیر والوں کو اپنا ضمیر، مذہب والوں کو اپنا مذہب، علمی ذوق رکھنے والوں اور تحقیق و تصنیف کا کام کرنے والوں کو اپنا کام جاری رکھنا اور اپنے ذوق کی تسکین کا سامان کرنا بھی مشکل ہو جائے گا، قوموں اور تہذیبوں پر یہ وقت آتے ہیں اور پھر ان کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا گیا ہے، اس لئے یہ صورتِ حال سب کی فکر کا باعث اور سب کے توجہ کی مستحق ہونی چاہیئے۔

پیامِ انسانیت کے انھیں دوروں میں ایک دورہ وہ تھا جو ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء سے شروع ہو کر ۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء کو اختتام پذیر ہوا، اس دورے کا مرکزی مقام ہندوستان کا وسیع ترین صوبہ مدھیہ پردیش تھا، جس میں بعض قدیم تاریخی مقامات بھی ہیں، جو قدیم تہذیب و تمدن اور اپنے عہد کے لحاظ سے ترقی یافتہ حکومتوں کا مرکز رہ چکے ہیں، مثلاً اُجّین، دھار، مانڈو، ایسے مقامات بھی ہیں جن میں قدیم شائستگی اور علم و ادب کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں، مثلاً بھوپال، اس سفر میں تین ہزار میل کی مجموعی مسافت ٹرین اور کار کے ذریعہ طے کی گئی، جلسوں میں غیر مسلم اصحاب کی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی تعداد ہوتی تھی، اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے تھے، جلسے جن مقامات میں ہوتے ان میں تنوع (VARIETY) اور وسعت تھی جو ایک طرف اس پیغام کی وسعت وجامعیت اور روحِ انسانیت پر دلالت کرتی تھی، دوسری طرف اس بات کا ثبوت تھی کہ ابھی اس ملک کا ضمیر مُردہ نہیں ہوا ہے، اور اس سے مایوس ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے، ابھی اس میں دل بیدار و گوش شنوا موجود ہیں، اور ہر طبقہ میں سچائی کی پیاس اور اچھی بات کی قدر پائی جاتی ہے، یہ جلسے جہاں مدارس و مساجد میں ہوتے، وہاں اسکول اور کالجوں میں بھی، جہاں وسیع میدانوں اور عظیم الشان ہالوں میں ہوتے، وہاں یونیورسٹی کیمپس اور پارلیمنٹری الیشن میں بھی۔

مُقرر و مصنّف داعی و مبلغ شاعر و ادیب کی بھی حالت ہر وقت اور ہر جگہ یکساں نہیں ہوتی، یہ ضروری نہیں کہ جہاں سننے والوں کی تعداد زیادہ ہو اور کہنے کی ضرورت شدید وہاں اس کی طبیعت بھی موزوں ہو اور مضامین کی آمد اور طبیعت کا جوش بھی ویسا ہی ہو، مدھیہ پردیش کے اس دورے میں رفقاء سفر کو بھی یہ محسوس ہوا اور راقم سطور کو بھی (کہ وجہ کچھ بھی ہو) اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ ایسے مضامین و حقائق ادا کروا دیتے ہیں جو اس کی بساط و حیثیت سے بلند اور وقت کی ضرورت کے عین مطابق ہیں۔

اس دورے کی روداد عزیز گرامی مولوی اسحاق جلیس ندوی مرحوم مدیر "تعمیر حیات" نے جو اس سفر میں اول سے آخر تک ساتھ رہے، اور جو خود اس تحریک کے بڑے کامیاب ترجمان بلکہ اس کے قلم و زبان بن گئے تھے، بڑی خوبی و کامیابی کے ساتھ قلمبند کی جو فروری، مارچ، اپریل ۱۹۷۸ء کے "تعمیر حیات" کے مختلف شماروں میں "دیارِ مالوہ کا ایک یادگار سفر" کے عنوان سے شائع ہوئی، اخبارات و رسائل میں جو مضامین

www.abulhasanalinadwi.org

شائع ہوا کرتے ہیں وہ عموماً ان کے قائلوں میں دفن ہو کر رہ جاتے ہیں، عزیزی مولوی امتیاز احمد ندوی مالک مکتبہ عثمانیہ رائے بریلی کو ان کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا تاکہ یہ پیغام عام ہو اور یہ مضامین و خیالات بھی محفوظ ہو جائیں، مولوی اسحاق جلیس مرحوم نے دورے کے مقامات پر تاریخی اور علمی حیثیت سے نظر بھی ڈالی ہے اس کا تاریخی پس منظر بھی پیش کیا ہے اور بہت سے مفید و قیمتی معلومات بھی جمع کر دیئے ہیں، اس لئے یہ مجموعہ صرف تحریک پیام انسانیت کا آئینہ دار ہی نہیں، ایک اچھا علمی اور تاریخی جائزہ، ایک پُر از معلومات اور دلچسپ سفرنامہ، اور اپنی روح و پیام کی بناء پر جو ان تمام تقریروں، بیانات اور نقل و حرکت پر سایہ فگن ہے، صحیح معنی میں "تحفۂ انسانیت" ہے، اب یہ مجموعہ "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" کی طرف سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے، اُمید ہے کہ یہ تحفہ قدر کے ہاتھوں سے لیا جائے گا، یہ مضامین شوق کی نگاہوں سے پڑھے جائیں گے اور اس مخلصانہ پیام پر جو اُن کے ذریعہ سے دیا گیا ہے، سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے گا، اور خلوص اور جذبہ کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ابوالحسن علی ندوی

۳ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوبصورت مناظر قدرت اور قدیم تہذیب و تمدن کی نعمت و دولت سے مالا مال ریاست مدھیہ پردیش کو اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ہندوستان کا قلب کہا جاسکتا ہے، ۳۰ نومبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء اس ریاست کے تاریخی خطے مالوہ کے چند اہم مقامات بھوپال، اُجین، اندور، دھار، مانڈو، دیپال پور سے دین و اخلاق اصلاح و تبلیغ تعلیم و تعلم اور اخوت و محبت کا پیام لے کر ایک مختصر سا قافلہ گذرا، میرا قافلہ تھے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز

رفقائے سفر تھے مولانا قاضی محمد معین اللہ ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء) جناب مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ (صدر مجلس تعلیم القرآن ناگپور) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (صدر انجمن ہلال احمر) مولوی محمد ہارون ندوی (انچارج شعبۂ مخطوطات کتب خانہ ندوۃ العلماء) مولوی عبداللہ حسنی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) حاجی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص حضرت مولانا مدظلہ) اور راقم سطور۔

یہ سفر جن مقاصد کے تحت ہوا تھا، اس نے گہرے نقوش چھوڑے، وہاں کے احباب میں سے ایک صاحب نے اپنے تأثرات میں لکھا:۔

www.abulhasanalinadwi.org

"آپ حضرات کی آمد کے بعد سے اب تک ایک تازگی محسوس کر رہا ہوں، جہاں تک میری معلومات اور تعلقات کی رسائی ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ اس علاقہ کے لوگوں کو آپ حضرات نے جو پیام محبت دیا ہے اسے بلا تفریق مذہب و ملت سب نے محسوس کیا ہے۔"

دوسرے صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا مدظلہ تشریف لائے اور دلوں کی دنیا کو گرما گئے، ہم نے اپنے اندر زندگی محسوس کی اور مسرت و شادمانی کا وہ جذبہ موجزن پایا جس کا اظہار زبان و قلم سے ممکن نہیں۔"

اس سفر کی تقریباً تین ہزار میل کی مجموعی مسافت ٹرین اور کار کے ذریعہ طے کی گئی، ہر مقام پر اوسطاً تین پروگرام ہوئے، مخاطب مسلم بھی تھے غیر مسلم بھی، عوام اور خواص بھی، دین دار بھی دین بیزار بھی، یہ جلسے مسجد و مدرسہ، اسکول و کالج، میدان اور عظیم الشان ہال، یونیورسٹی کیمپس اور بار ایسوسی ایشن غرض مختلف مقامات پر ہوئے۔ ؎

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند

مسافر نواز بہتیرے

شرکائے سفر کی پہلی منزل بھوپال تھی لیکن راہیں جدا جدا، حضرت مولانا مدظلہ اور دیگر حضرات لکھنؤ سے مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ تاگپور سے اور راقم سطور کو جو عید الاضحیٰ کی تعطیل میں گھر گیا ہوا تھا وہیں سے براہ راست بھوپال پہونچنا تھا۔ ۲۷ نومبر ۷۷ء کی سہ پہر پونا ایس، ٹی، اسٹینڈ پہونچا، دیوالی کی تعطیل حال ہی میں ختم ہوئی تھی، مسافروں کی

www.abulhasanalinadwi.org

بھیڑ کی وجہ سے دو گھنٹے انتظار کے بعد ایک بس میں بمشکل جگہ ملی، اسی شب احمد نگر پہونچنا ضروری تھا۔ ۲۸ نومبر ۱۹۳۷ء کو علی الصبح میرے سفر کا آغاز تھا، والدین سے رخصت ہوکر بس اسٹینڈ پہونچا، اس سفر کی پہلی منزل مہاراشٹر اور گجرات کی سرحد پر واقع ایک علم دوست بستی نندوربار تھی، اس تاریخی شہر میں چودھویں صدی عیسوی (۱۳۴۲ء) میں مشہور سیاح ابن بطوطہ آچکا ہے، اس شہر کے دینی اور علمی ذوق و رجحان رکھنے والے احباب نے جن میں سرفہرست جناب عبدالصمد صاحب ہیں، راقم سطور کو مدعو کیا تھا، شب میں جلسہ ہوا جس میں مسلم و غیر مسلم عوام و خواص کی کثیر تعداد شریک تھی، قدرو توجہ سے بات سنی گئی، ۲۹ نومبر کی صبح جدید آشنا احباب کی بڑی تعداد نے جن میں مسلمان اور غیر مسلم بھی تھے رخصت کیا شب کے نو بجے پنجاب میل سے جس میں بھوپال کا ریزرویشن کرالیا گیا تھا، روانگی تھی، درمیان میں تین چار گھنٹے کا وقت تھا مالیگاؤں راستے میں پڑتا تھا ٹکٹ مالیگاؤں کا لیا کہ مہاراشٹر کے اس شہر میں یہ چار گھنٹے گذر جائیں جو اپنی دینی تعلیمی، سماجی سرگرمیوں مسلمانوں کی اکثریت اور اپنی مشہور صنعت کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے، مالیگاؤں کے مدرسۂ ملت کے علمی تعلیمی ماحول میں یہ وقت گذرا اس شہر اور مدرسۂ ملت میں بار بار حاضری ہوئی تھی، مدرسۂ ملت کے بانی و ناظم بزرگ محترم مولانا عبدالحمید نعمانی (رکن انتظامی ندوۃ العلماء) بمبئی تشریف لے گئے تھے، ان سے ملاقات نہ ہوسکی، مولانا محمد حنیف ازہری، مولانا عبدالاحد ازہری جن سے دیرینہ شناسائی تھی اور مدرسہ کے دیگر اساتذہ نے بڑی پذیرائی کی، اس مختصر وقت میں کسی سے ملاقات اور کسی اور ادارے کی زیارت کا موقع نہیں تھا، بعد مغرب متماڑ روانگی ہوئی، نماز عشاء پلیٹ فارم پر ادا کی، ٹھیک وقت پر پنجاب میل آیا، اپنی محفوظ برتھ پر بستر لگایا، شب گذری۔

دارالاقبال بھوپال

۳۰ نومبر کی صبح ٹرین بھوپال کے مضافات میں پہونچی اور نگاہیں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے نقوش تلاش کرنے لگیں، ماضی قریب میں یہ شہر ایک دین دوست اور علم پرور مسلم ریاست کا صدر مقام تھا، جہاں علم و دین کے چشمے رواں تھے، جہاں کی سرزمین نے بے شمار علماء صلحاء، حفاظ اور باکمال شخصیتوں کو گلے لگایا، قدردانی اور سرپرستی کی، جہاں نواب صدیق حسن خاں جیسی علمی شخصیت نے اسلامی کتب خانوں میں گراں قدر اضافہ فرمایا اور توحید و سنت کے احیاء اور شرعی قوانین کے نفاذ کی ہر ممکن کوشش کی، جس شہر کی حکمراں خواتین نواب قدسیہ بیگم، نواب شاہجہاں بیگم، نواب سکندر جہاں بیگم، سلطان جہاں بیگم نے اپنی عدل گستری، علم پروری، فن تعمیر سے دلچسپی اور اپنی دینداری کے ذریعہ ہندوستانی ریاستوں کی تاریخ میں اپنا نام و مقام روشن و محفوظ کر لیا ہے۔

بھوپال کی حکمراں خواتین کی دینداری شرافتِ نفس اور رعایا پروری کا اندازہ نواب شاہجہاں بیگم (۱۲۵۲ - ۱۳۱۹ھ) جن کا انگلخ ثانی علامہ نواب سید صدیق حسن خاں صاحبؒ سے ہوا تھا، کے حالات سے ہوتا ہے۔

ان کی صاحبزادی نواب سلطان جہاں بیگم (والدہ نواب حمید اللہ خاں) "حیاتِ شاہجہانی" میں لکھتی ہیں :-

"مذہبی امور و فرائض کی نہایت سختی کے ساتھ پابند تھیں، نماز کبھی قضا نہ ہوتی تھی، اکثر وعظ کی مجلس بھی ہوتی تھی اور ابتدا سے انتہا تک نہایت توجہ کے ساتھ وعظ سنا کرتی تھیں، ماہ صیام کے روزے برابر رکھتی تھیں اور اگر کسی وجہ سے کوئی روزہ

www.abulhasanalinadwi.org

نہ ہوتا تو قضا کر دیتی تھیں، معمولاً تلاوت کلام پاک کرتی تھیں۔

دل پر خدا کا خوف بے انتہا غالب تھا، حشر و نشر اور وعید کے بیانات پر آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے، زمانۂ علالت میں جب صحت سے مایوسی ہو گئی تو مواخذۂ اُخروی کے خیال سے ایک عام اعلان شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارے ۳۳ سالہ دورِ حکومت میں کسی شخص کو عمداً یا سہواً کوئی ضرر ہماری طرف سے پہونچا ہو تو لوجہ اللہ معاف کرے۔

انتقال سے دو تین سال قبل خشک سالی کے آثار معلوم ہوئے اور اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر پانی نہ برسا تو سخت قحط سالی آئے گی، مخلوق پریشان تھی، نمازِ استسقا کا حکم دیا، اور خود شریک نماز ہونے کے لئے محل سے عیدگاہ تک دھوپ میں پیادہ پا گئیں اور نہایت خشوع و خضوع سے مصروفِ نماز ہوئیں۔

اگرچہ چند مجبوریوں اور مصالح ملکی کے لحاظ سے فریضۂ حج ادا نہ کر سکیں لیکن وہ وقت کی منتظر تھیں اور باوجود بحری سفر سے خائف ہونے کے دل میں عزم و اتق تھا۔

زکوٰۃ کے ادا کرنے کی بہ شدت پابند تھیں، ڈیوڑھی خاص کے اموال اور خزانۂ ریاست کی زکوٰۃ ہمیشہ ادا کرتی تھیں۔

ہزاروں جلدیں قرآن پاک اور مذہبی کتابوں کی مطبع ریاست میں طبع کرا کر اور دیگر مطابع سے خرید کر تقسیم فرمایا کرتی تھیں۔" (ص ۱۴۴-۱۴۵)

اس خدا ترس حکمراں خاتون نے تاج المساجد کی تعمیر کا کارنامہ انجام دیا خلوص و للّٰہیت کی یہ برکت ہے کہ آج پورے عالم میں اس مسجد کے اجتماعات کے ذریعہ دین کی

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت عام ہو رہی ہے ؎

زہے خلوص محبت کہ حادثات جہاں
مجھے تو کیا میرے نقش قدم مٹا نہ سکے

بھوپال، خط استواء سے ایک سو گیارہ طولاً اور ۲۳ درجہ عرضاً واقع ہے، قدیم تاریخ میں اس شہر کا بانی راجہ بھوج کو لکھا ہے، اصل نام بھوج پال تھا جو کثرتِ استعمال سے بھوپال ہو گیا۔

سردار دوست محمد خاں بانی ریاست بھوپال ۱۱۲۶ھ میں تیراہ (افغانستان) سے ہندوستان آئے، مالوہ کے اس خطہ کو فتح کیا اور ۱۱۴۹ھ کو قلعہ اور شہر پناہ بھوپال بنایا، ان کے بعد نواب یار محمد خاں، نواب فیض محمد خاں، نواب حیات محمد خاں، نواب غوث محمد خاں، نواب وزیر محمد خاں، نواب نظر محمد خاں، نواب بیگم صاحبہ قدسیہ، نواب جہانگیر محمد خاں، نواب سکندر بیگم، نواب شاہجہاں بیگم، نواب سلطان جہاں بیگم اور آخر میں نواب حمید اللہ خاں ریاستِ بھوپال کے حکمراں ہوئے اور انہی کے زمانۂ حکمرانی میں ریاست کا انضمام ہندیونین میں ہو گیا۔

تاج المساجد

۳۰ نومبر کی صبح آٹھ بجے بھوپال پلیٹ فارم سامنے تھا، دارالاقبال بھوپال میں پانچویں حاضری تھی، سب سے پہلے اس تاریخی شہر کی زیارت ۱۹۵۶ء میں ندوہ کے زمانہ طالب علمی میں تبلیغی اجتماع کے موقع پر ہوئی تھی اور آخری بار ۱۹۷۲ء میں اسلامک اسٹڈیز کانفرنس کے موقع پر آنا ہوا تھا، ریلوے اسٹیشن سے دارالعلوم تاج المساجد کا راستہ خوب جانا پہچانا تھا، تاج المساجد ہندوستان کی وسیع ترین مسجد اسم بامسمیٰ جس کے حسن و دلآویزی

میں اضافہ اور ترقی برابر جاری ہے، اس عالیشان مسجد کی بناء نواب شاہجہاں بیگم کے عہد میں پڑی لیکن اس کی تکمیل ان کی زندگی میں نہ ہوسکی، نواب سلطان جہاں اور نواب حمید اللہ خاں کے دورِ حکومت میں تعمیر کا یہ منصوبہ بے اعتنائی کا شکار رہا اور مسجد کی لق و دق عمارت غیر آباد پڑی رہی، اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بانی کے مخلصانہ جذبات و عزائم کی تکمیل کا کام ایک ایسے بندے سے لیا جس کے پاس شاہی و میری کا تاج و دستار تو نہیں لیکن ؎

ہے جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

مسجد کی عمارت کی تکمیل اس کی چار دیواری کے اندر قرآن و سنت کی تعلیم کی درس گاہ کا قیام، تبلیغ و دعوت کے عالمی اجتماع کا سالانہ انعقاد، کتب خانے اور اشاعتی ادارے کے قیام اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ، حوصلہ مندی اور فراخ دلی کے زندہ مظہر کی حیثیت سے تاج المساجد اور اس کے ذریعہ بھوپال کی عصر جدید میں شہرت کے لئے عموماً حافظ محمد عمران خاں صاحب ندوی کی خدمات اور فقر غیور کے اس کارنامے کو بھوپال کی تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔

تاج المساجد کی تعمیر جدید اور تکمیل کا کام ۱۹۷۱ء سے شروع ہوا، اس وقت تک ۲۳۰ فٹ کا ایک مینار ڈیڑھ گنبد، شمالی دالان کئی کمروں، مہمان خانوں اور تاج مارکیٹ کی دکانوں کا کام مکمل ہوچکا ہے تیسرے اور آخری گنبد اور مینار کی تعمیر کا کام جاری اور جلد پایۂ تکمیل تک پہونچنے والا ہے، اس وقت تک ۶۰ لاکھ روپئے صرف ہوچکے ہیں منصوبے کی تکمیل کے لئے مزید ۲۰ لاکھ روپیوں کی ضرورت ہے، یہ ایک شخص کا کارنامہ ہے جس نے حکومت و امارت سے بے نیاز رہ کر خدا کی نصرت، مشائخ وقت کی دعا و توجہ اور مسلم عوام کے مخلصانہ تعاون سے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا کہ جسے بلا مبالغہ اس دور کی کرامت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، یہ کرامت محسوس شکل میں سامنے تھی، مسجد کے وسیع اندرونی

www.abulhasanalinadwi.org

حصے اور صحن میں طالبان علوم نبوت درس و تدریس میں مشغول تھے، مسجد کی فضا قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے گونج رہی تھی، دار العلوم تاج المساجد کے مہتمم مولانا نعمان خاں ندوی اور اساتذہ مولوی شرافت علی ندوی، مولوی حمید اللہ ندوی، مولوی رئیس ندوی، مولوی عبید الرحمن ندوی نے اپنائیت و خلوص کا معاملہ اور قہم کی راحت کا سامان کیا۔

غسل اور ناشتہ سے فارغ ہو کر تاج المساجد میں تحیۃ المسجد کے نفل پڑھ کر دعا کی، نماز اور دعا میں بہت جی لگا، تھوڑی دیر میں مولانا محمد عمران خاں حسانندوی تشریف لے آئے، سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا کہ موصوف نے گرمجوشی سے معانقہ فرمایا اور بڑی شفقت فرمائی، راقم سطور نے ندوہ کے زمانۂ طالب علمی میں مولانا موصوف کے دور اہتمام کے آخری ایام دیکھے ہیں، اپنی اصول پسندی، نظم و ضبط، رعب و دبدبہ کی شہرت کی بنا پر ہم طلبہ پر ان کا ایسا خوف طاری رہتا تھا کہ بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی لیکن مولانا موصوف اپنے رکھ رکھاؤ اور برتاؤ میں بھی ندوی ہیں، مزاج میں جلال و جمال کا حیرت انگیز امتزاج فولاد کی صلاحیت، ریشم کی نرمی، دیر تک شگفتہ اور دلچسپ گفتگو فرماتے رہے۔

دوپہر کو مولانا کے ہمراہ اپنا سامان لے کر ان کے مکان واقع مسجد شکور خاں روڈ منتقل ہو گیا، ہمارے قافلہ کو یہیں قیام کرنا تھا، مکان پر مولانا کے صاحبزادگان حافظ محمد رضوان خاں اور مولوی حسّان خاں سے ملاقات ہوئی، دونوں بھائیوں نے اپنے روایتی شگفتہ انداز میں استقبال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

شامِ اودھ سے شبِ مالوہ تک

پروگرام کے مطابق حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے ہمراہیوں کو ۲۹ نومبر کی شب میں بھوپال پہونچنا تھا، لیکن اس تاریخ کا ریزرویشن نہ ہوسکا، یہ حضرات ۳۰ نومبر کی صبح لکھنؤ بمبئی ایکسپریس سے روانہ ہوئے، کان پور اسٹیشن پر وہاں کے اہلِ تعلق حاجی عین الحق صاحب و مولوی مظفر الحق ندوی (مالک نیو لائٹ ٹینری) محمد معید و محمد معین برادران (ناردرن ٹینری) محمد اسمٰعیل و محمد اسحٰق (مالک ایرانڈیا ٹینری) کوثر صاحب اور کئی حضرات استقبال و ملاقات کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے، یہ لوگ اپنے ساتھ وافر مقدار میں کھانے اور ناشتہ کا سامان بھی لائے تھے، ٹرین بھوپال تقریباً دو گھنٹے تاخیر سے پہونچی، بھوپال اسٹیشن پر مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی، جناب قریشی صاحب (سابق منسٹر) نواب حفیظ اللہ صاحب اور عوام و خواص کی کثیر تعداد نے حضرت مولانا کا استقبال کیا، قیام گاہ پر پہونچتے پہونچتے رات کے ۱۲ بج چکے تھے، شبِ مالوہ اپنے شباب پر تھی لیکن آغازِ دسمبر میں بھی ایسی خوشگوار خنکی تھی جس میں کلیفت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

یکم دسمبر کی صبح ناگپور سے عبدالکریم صاحب پاریکھ بھوپال پہونچے، اب ہمارے قافلے کے تمام ہمراہی جمع ہوچکے تھے اور آج ہی سے ہمیں اپنے مقصدِ سفر کے لئے سرگرم ہونا تھا۔

جمعرات یکم دسمبر ۷۶ء

بھوپال کے سہ روزہ دعوتی پروگرام کا آغاز جمعرات یکم دسمبر کو بعد نماز مغرب جامع مسجد کے تبلیغی اجتماع میں حضرت مولانا علی میاں کے بیان سے ہوا، اس سے پہلے

www.abulhasanalinadwi.org

عصر بعد حضرت مولانا کے ہمراہ خانقاہ مجددیہ حاضری ہوئی، حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحبؒ کے خلف الصدق مولانا سعید میاں صاحب سے ملاقات ہوئی، اس جگہ ان نورانی مجلسوں کی یاد تازہ ہوگئی جو حضرت صاحبؒ کے نفس گرم اور پُر حکمت ارشادات سے آباد تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور حضرت پیر صاحبؒ کے صاحبزادے سعید میاں صاحب کے دم سے یہ رونق باقی اور مبارک سلسلہ قائم ہے۔ ع

مئے و میخانہ را نام و نشاں است

نواب قدسیہ بیگم کی تعمیر کردہ عظیم الشان جامع مسجد میں حضرت مولانا علی میاں کے بیان سے مستفید ہونے کے لئے کثیر تعداد میں لوگ پہونچ چکے تھے، تقریر کی ابتدا میں بجلی قبل ہونے کے سبب لاؤڈ اسپیکر کام نہیں کر رہا تھا، تاہم مجمع پُر سکون اور ہمہ تن گوش تھا، اور حضرت مولانا کی آواز سب کو پہنچ رہی تھی۔

مولانا نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"۔ الخ

"امر بالمعروف کا یہ شعبہ عالمگیر ہے اس لئے خاص طور پر اس کو اُمّتِ محمدیؐ کے لئے الاٹ کیا گیا ہے، اُمّتِ محمدیہ کی فضیلت و برتری کی علّت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمّت کے ذمہ ایک اعلیٰ اور برتر کام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے خیر الامم کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا، دنیا کی پیدائش کا اصلی مقصد خداوند قدوس کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے، اس لئے فرمادیا گیا کہ فلاح و بہبود انھیں لوگوں کے لئے ہے، جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس اُمّت کی بعثت آپؐ کی بعثت کا پھیلاؤ ہے، اس لئے دین کی اشاعت کی ذمّہ داری کی باگ ڈور امّت کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے، اس کے کرنے میں کامیابی ہے اور نہ کرنے میں دُہرا نقصان ہیں۔ اپنے کو نااہل قرار دینا، یا یوں کہئے کہ اپنے سر بہت بڑا الزام قائم کرنا، خدا نے انسان کو جس کام کے لئے پیدا کیا اس کو انجام نہ دے اور دوسرے ہزار کام کرے تو بیکار ہے، بلبل کی آواز سریلی، دل آویز، دلکش ہے لیکن وہ بولے نہیں تو کوّا بہتر ہے، طاؤس رقص نہ کرے تو اس سے ہنس اچھا ہے، نمک کے اندر نمکینی نہ ہو اور اس کی جگہ یاقوت وجواہر ہوں تو بیکار ہے، جو چیز جس کام کے لئے بنائی گئی ہے وہی کام انجام نہ دے تو کیا فائدہ۔؟

ٹھوکر کھائی ہوئی انسانیت جو آج گہرے غار میں گرنے پر آمادہ ہے اس کو کون بچائے گا؟ اخلاق بیمار، معاشرت بیمار، روح بیمار، عقیدہ بیمار، ایمان بیمار، ساری انسانیت بیمار ہے، اس کا علاج کون کرے گا، حقیقت یہ ہے کہ تعلق مع اللہ اور دعوت الی اللہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اُمّت محمدیہؐ جب اس کام کو چھوڑ دے گی تو سخت مصائب وآلام اور ذلّت وخواری میں مبتلا کر دی جائے گی، اور ہر قسم کے غیبی نصرت ومدد سے محروم ہو جائے گی، گمراہی وضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، مخلوق تباہ وبرباد ہو جائے گی، اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اس تباہی وبربادی کی خبر اس وقت ہوگی جب میدانِ محشر میں خدا کے سامنے باز پُرس کے لئے بلایا جائے گا۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر دین کا زبردست رُکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں، اس سے ہمارے لئے یہ بات صاف واضح ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روح اسلامی سے بیزاری ہے، جو درحقیقت ایمان کا ضعف ہے، ہمارے اسلامی جذبات

www.abulhasanalinadwi.org

فنا ہو چکے، ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی، اس کمزوری کا سبب اصل کام کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقاء اور دار و مدار ہے، اور وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے، اس کام کو چھوڑنے کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ انسانیت سسک رہی ہے اور سب کام ہو رہے ہیں، صرف دعوت کا کام نہیں ہو رہا ہے۔

ایک محاذ جس سپاہی کو الاٹ کیا گیا تھا، وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا، اس لئے آپ بھی اس منصب سے محروم اور اس سے ملنے والی اشیاء سے بھی محروم ہو گئے۔

ہم پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ فریضۂ تبلیغ کو لے کر کھڑے ہوں، خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں کیوں کہ یہ کام خدا کی ایک اہم عبادت اور سعادت عظمیٰ ہے اور انبیاء کی امانت ہے، اس کام کا مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ اس سے خود اپنی اصلاح اور سعادت کا اظہار مقصود ہے اگر ہم اس کو صحیح طور پر انجام دیں گے تو عزت و آبرو اور اطمینان کی زندگی پائیں گے"

عشاء کی نماز کے بعد خانقاہ مجددیہ پیر گیٹ پر ہم سب کھانے پر مدعو تھے، پر تکلف کھانا، اور حضرت سعید میاں کا خلوص، سادگی، انکسار اور وسیع دسترخوان، ہر مہمان کا خیال، یہ سب مل کر جو تأثر قائم ہوا وہ بھولنے والا نہیں۔

جمعہ ۲ر دسمبر ۷۷ء

فجر کی نماز کے بعد مسجد شکور خاں میں حضرت مولانا کا بیان ہونا تھا لیکن موصوف نے ناسازیٔ طبع اور رات دیر تک نیند نہ آنے کی بناء پر معذرت کر دی اور رفیق محترم عبد الکریم صاحب پاریکھ کو بیان کرنے کے لئے فرمایا، مسجد شکور خاں بھوپال کا تبلیغی مرکز ہے جمعرات کی

www.abulhasanalinadwi.org

شب میں جماعتی رفقاء یہاں شب بسری کرتے ہیں، صبح کے بیان میں خاصی تعداد تھی پارکھ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی روشنی میں بیان فرمایا۔

ناشتہ نواب حفیظ اللہ کے بھائی ابن میاں کے مکان پر تھا، شہر کے خواص کی بڑی تعداد اس میں مدعو تھی، خواص کے اس اجتماع سے ابتداء میں عبدالکریم صاحب پارکھ نے خطاب کیا اور ان کو اپنی ذمہ داری یاد دلائی، اس مخصوص مجلس کی مناسبت سے حضرت مولانا مدظلہ کے ایماء سے راقم سطور نے رسالہ "خواص" پڑھ کر سنایا، جو دراصل حضرت مدظلہ کی وہ تقریر ہے جو موصوف نے ۱۹۷۱ء میں گورکھپور کے سربرآوردہ حضرات کی ایک مخصوص نشست میں کی تھی، اس مؤثر، مقبول و مفید تقریر کو بعد میں خواص کے نام سے کتابچہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اس تقریر کی خواندگی کے بعد ڈاکٹر محمد اشتیاق صاحب نے موقع کی مناسبت سے ایک مختصر اور جامع تقریر کی، آخر میں حضرت مولانا نے خواص کو ان کے مقام اور کام کا احساس دلاتے ہوئے مشورہ دیا کہ وہ اپنے وسائل بروئے کار لاکر مسلمان بچوں کے لئے آئیڈیل اسلامک کانونٹ اسکول قائم کریں ان اسکولوں میں عصری علوم کا معیار مشنری اسکولز سے کسی طرح کم نہ ہو بلکہ فائق ہو، ساتھ ہی اس میں بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم اسلامی تاریخ سے واقفیت کا نظم کیا جائے، خوش حال طبقہ کے بچے "مشنری اسکولوں میں داخلہ لے کر اپنے دین سے نابلد اور اپنی تاریخ و روایات سے ناآشنا ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کے خوش حال طبقہ کو اس کی فکر کرنی چاہیئے، مولانا نے یہ دعا فرمائی کہ خدا کرے اس طرز کے اسکول کا قیام عملی شکل اختیار کرے۔

۱۱ بجے نسواں اسکول شفا منزل میں خواتین سے خطاب تھا بیگم صاحبہ نواب محمد گڑھ کی کوشش و دلچسپی سے یہ اسکول قائم ہوا، جہاں بچیوں کی دینی تعلیم کا بھی اچھا

www.abulhasanalinadwi.org

نظم ہے، خواتین کے اس اجتماع سے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی عبدالکریم صاحب پاریکھ اور آخر میں حضرت مولانا علی میاں نے خطاب فرمایا۔ نماز جمعہ مسجد شکور خاں میں مولانا علی میاں کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ دوپہر کا کھانا حاجی امین الدین صاحب بیڑی والے کے یہاں تھا، حاجی صاحب ایک دیندار، مخیر اور علماء سے عقیدت تعلق رکھنے والے بزرگ ہیں۔

ایچ۔ ای۔ ایل میں خطاب

آزادی کے بعد ملک کے پہلے وزیر داخلہ اور نائب وزیر اعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل کی ذہانت و کوشش سے ہندستان کی تمام ریاستوں کا انضمام ہندیونین میں ہوگیا، ریاست بھوپال نے ابتداءً ہی میں انضمام کا فیصلہ کیا، اس کے بعد سردار پاتیکر کی قیادت میں جب لسانی بنیاد پر صوبوں کی تقسیم عمل میں آئی تو بھوپال کو مدھیہ پردیش کی راجدھانی بنا دیا گیا، راجدھانی بننے سے پہلے اس شہر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن اب وہ باقی نہیں رہی، سکریٹریٹ اور حکومت کے مختلف محکموں اور نئے نئے صنعتی اور تجارتی مراکز میں باہر کے لوگ کثرت سے آگئے ہیں، ہیوی انڈسٹریز کے بہت بڑے کارخانے ایچ۔ ای۔ ایل کے ملازمین کی چار نئی کالونیوں میں تقریباً ۸ ہزار ملازم رہتے ہیں، ان ملازمین میں ایک محدود تعداد مسلمانوں کی بھی ہے، ایچ۔ ای۔ ایل کے مسلمان ملازمین کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی معتدبہ تعداد کا تعلق تبلیغ و دعوت سے ہے، چاروں کالونیوں میں ان لوگوں نے پختہ مسجدیں تعمیر کی ہیں، مغرب بعد وہاں کی ایک نو تعمیر مسجد میں اجتماع تھا جس سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو خطاب کرنا تھا، مغرب سے قبل ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی، عبدالکریم صاحب پاریکھ اور راقم سطور وہاں پہونچ گئے،

www.abulhasanalinadwi.org

بعد نماز راقم سطور نے تمہیدی کلمات کہے، بعد میں عبد الکریم صاحب کی مفصل تقریر ہوئی، جو دلچسپی سے سنی گئی، دوران تقریر حضرت مدظلہ تشریف لائے۔

زرّیں موقع

حضرت مولانا کی آمد کے بعد پاریکھ صاحب نے اپنی تقریر کو مختصر کرکے ختم کیا، حضرت مولانا نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:-

"میری خواہش تھی کہ ہمارے دوست حاجی عبد الکریم صاحب پاریکھ مسلسل تقریر کریں، ان کی تقریر میں پیامِ عمل بھی ہے اور آپ کی دلچسپی کا سامان بھی میں ان کی تقریر کو آپ کے لئے مفید سمجھتا ہوں، وہ کاروباری آدمی ہیں اور زندگی کے مسائل کا گہرا مطالعہ اور تجربہ رکھتے ہیں، وہ آپ کو بتاتے کہ آپ اپنی مشغولیت کے ساتھ کس طرح دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرسکتے ہیں، میں آپ سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلامی زندگی اور دینی تربیت کے مظاہرے کا یہاں اچھا موقع دیا ہے، ایسا موقع جو بڑے بڑے دینداروں اور علماء و مشائخ کو حاصل نہیں، آپ ایک ایسے ماحول میں رہتے ہیں جہاں ہندستان کے مختلف علاقوں کے غیر مسلم بھائی بڑی تعداد میں کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ماحول میں اسلام کو ایک حقانی، ربانی دین ثابت کرنے کا زرّیں موقع عنایت فرمایا ہے، عبادات، معاملات، اخلاق، انسان دوستی، قرض شناسی احساس ذمہ داری، دیانت و دیانت اور اسلامی اخوت و مروت کا آپ ایسا نمونہ ان کے سامنے پیش کریں کہ ان کے دل میں اسلام کی حقانیت اور افادیت کا نقش قائم ہوجائے اور ان میں ایسی پیاس پیدا ہوجائے کہ وہ اسلام کا مطالعہ کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اسلام کو اس کے پھل سے لوگ پہچانیں جڑ سے کسی چیز کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے، کسی مشہور کو چاہے وہ کتنا ہی مفید ہو، دنیا اسی وقت مفید تسلیم کرے گی جب وہ عملی زندگی میں جاری ہو، اسی طرح اسلام کے پھل سے لوگ اسلام کو پہچانیں گے، اور شجرِ اسلام کے پھل ہم اور آپ ہیں۔

اسلام کے اعلیٰ اصولوں میں دنیا اسی وقت کشش محسوس کرے گی جب ان کا مظاہرہ ہم اپنی عملی زندگی میں کریں گے، ہم نے جب اپنے عمل سے اسلام کو پیش کیا تو فوجیں اور ممالک اسلام کی آغوش میں آگئے، انڈونیشیا، ملیشیا اور دنیا کے مختلف خطوں میں اسلام اس کے ماننے والوں کے عمل کی وجہ سے پھیلا، لوگ اسلام کو کتابوں میں بعد میں پڑھیں گے، پہلے تو اسے ہمارے رات و دن کے معاملات اور ۲۴ گھنٹے کی زندگی سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

ہمارے بزرگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دیکھ کر، ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ ان کا کلمہ پڑھتے تھے، یعنی اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے، اسلام کی اشاعت جنگوں سے نہیں ہوئی بلکہ حسنِ اخلاق کے ذریعہ ہوئی۔ برسوں کے عقائد، تصورات، مسلّمات و نظریات کو بدل دینے والے اور ذہن پر چوٹ لگانے والے عمل و کردار کے ذریعہ ہمارے اسلاف نے دلوں کو جیتا، ہماری ایمانداری اور دیانت داری اور ہمارے اخلاق و معاملات، ہماری پوری زندگی دماغ پر چوٹ لگانے والی، غور و تدبّر پر آمادہ کرنے والی نہیں ہے۔ ہمارا عمل ایسا نہ ہو کہ دنیا کی ذہنی سطح پر تموّج کی ایک لہر آئے، دین جامع ہے عبادات، عقائد، اخلاق، معاملات اور عام انسانی فلاح و بہبود کا، اگر ہم عقائد و عبادات کی حد تک تو مسلمان ہوں لیکن ہمارے معاملات اور ہمارے دفتر و بازار کی زندگی پر اسلام کا کوئی اثر نہ ہو تو ایسا اسلام برادرانِ وطن کو متاثر نہیں کر سکتا،

www.abulhasanalinadwi.org

نماز دروزے سے انسان میں تواضع، تحمل، مروّت و اخلاق جیسی صفات پیدا ہونی چاہئے۔

ہندوستان میں اپنی نوعیت کے اس سب سے بڑے کارخانے میں آپ کو یہ موقع حاصل ہے کہ آپ یہاں اپنے عمل سے اسلام کی تعلیمات کو پیش کرکے برادرانِ وطن کو اسلام سے مانوس اور متأثر کرسکتے ہیں، آپ کے اخلاق و کردار میں ہیرے کی چمک اور کندن کی دمک ہو، اس ملک میں ہر قسم کا کام ہو رہا ہے لیکن وہ کام نہیں ہو رہا ہے جس کے ذریعہ برادرانِ وطن تک اسلام کا پیام محبت و مساوات پہونچایا جائے، اس کام کے لئے (H. E. L.) جیسے مقام پر آپ کی ملازمت اور یہاں قیام اس دعوت کی راہ ہموار کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بن سکتا ہے، اسلامی زندگی کا نمونہ بن کر آپ اس کام کو بہت اچھی طرح کرسکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی بھرپور تائید و مدد فرمائے"

عشاء کی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی، پھر اجتماعی کھانا ہوا، رات دیر گئے قیام گاہ پر واپسی ہوئی، آج کا دن بڑا مصروف گذرا، اپنی پیرانہ سالی اور بیماری و معذوری کے باوجود ہمارے میزبان مولانا محمد عمران خانصاحب ندوی حضرت مولانا علی میاں کی رفاقت ہر پروگرام میں فرماتے رہے۔

سنیچر ۳ر دسمبر ۷۷ء

دارالعلوم تاج المساجد کے طلبہ کی انجمن "حزب الطلبہ" کی جانب سے آج صبح استقبالیہ تھا، جلسے سے پہلے دارالعلوم کے ایک استاذ مولوی حافظ عبدالاحد بیگ صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

نے تاج المساجد کی تعمیرات کا تفصیلی معائنہ کرایا مولانا معین اللہ صاحب ندوی، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی اور راقم سطور دو سال پہلے ان تعمیرات کو دیکھ چکے تھے لیکن جس رفتار سے کام ہو رہا ہے اس میں ہمارے لئے بھی کئی نئی چیزیں تھیں لیکن عبدالکریم صاحب پاریکھ تو دس سال بعد بھوپال آئے تھے ان کے لئے ہر چیز نئی اور بڑی دلچسپی کی تھی۔

جلسہ گاہ پہونچے تو کارروائی شروع ہو چکی تھی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب طلبہ سے، اس میں ایک بزرگ خاندان کی محبت، شفقت، خیر خواہی، نیک تمنائیں، اعلیٰ توقعات سب ہی کچھ سمٹ آتی ہیں، دارالعلوم تاج المساجد میں ندوۃ العلماء کا نصاب تعلیم رائج ہے، اس دینی درسگاہ کے بانی، اس کے مہتمم اور اساتذہ بھی ندوی ہیں، یہاں اگر فطری بات ہے کہ اپنے خاندان کے افراد میں موجودگی کا احساس غالب و نمایاں رہتا ہے، طلبائے دارالعلوم تاج المساجد سے حضرت مولانا علی میاں اسی تأثر اور جذبے سے خطاب فرماتے رہے تھے، جیسا ان کا معمول ندوہ کے طلبہ سے خطاب کا ہے۔

یہ سب ایمان کے چراغ ہیں

مولانا نے اپنی تقریر میں طلبہ کو اخلاص اور اختصاص پیدا کرنے پر خصوصی توجہ دلائی کہ یہ دونوں صفات دنیا و آخرت میں کام آئیں گی، دینی تعلیم اور اس راہ میں آنے والی مشکلات سے بے نیازانہ گذرنے کی تلقین فرماتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ "ہوا خواہ کتنی ہی تند و تیز ہو تمہیں اپنا چراغ جلائے رکھنا ہے، حالات کیسے ہی ناسازگار ہوں لیکن دین و علم کے علمبرداروں کو ہر حال میں ایمان کی مشعل روشن رکھنا ہے"۔

دینی مدارس کی اہمیت و ضرورت کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے کہا کہ "ندوہ، دیوبند،

www.abulhasanalinadwi.org

مظاہر العلوم، تاج المساجد وغیرہ یہ سب ایمان کے چراغ ہیں جن کو مخلصین نے خونِ جگر سے روشن کیا ہے ان کی ضوفشانی اور ضیاباری کو کوئی روک نہیں سکتا"

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

علم دین کی راہ اختیار کرنے پر طلبہ کو مبارک باد دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا:۔

"ان چراغوں سے اور ان کی روشنی سے تمھاری وابستگی خوش نصیبی اور قابلِ فخر بات ہے، تمھیں مستقبل میں اس شعر کی عملی تشریح پیش کرنا ہے ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

"حزب الطلبہ" کی طرف سے پُرتکلف ناشتے کا انتظام تھا، اس موقع پر جناب سرور قریشی آرکیٹیکٹ و انجینیر سے بھی ملاقات ہوئی، تاج المساجد جدید میں موصوف کے رضاکارانہ تعاون کی تحسین حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے تمام رفقاء نے کی، مولانا معین اللہ صاحب ندوی نے انھیں ندوہ کی تعمیر امیں مشورے کے لئے لکھنؤ آنے کی دعوت دی جس کو انھوں نے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور ممکن تعاون کا وعدہ فرمایا۔

بَن اگر شہروں سے پیارے ہوں تو شہر اچھے کہ بَن؟

بھوپال کے سفر میں ایک شخصیت نے اپنی دینداری، امارت کے باوجود سادگی، مہمان نوازی، معذوریوں کے باوجود تہجد باجماعت کا اہتمام، تبلیغ و دعوت میں انہماک، بزرگوں سے عقیدت و تعلق اور ہر ایک سے اخلاص و محبت کی بناء پر راقم سطور کو ہمیشہ متأثر کیا، یہ ہیں نواب حفیظ اللہ صاحب بمبئی اسٹور والے، جو عام طور پر نواب میاں کے نام سے

www.abulhasanalinadwi.org

یاد کئے جاتے ہیں، انھوں نے دوپہر کو کھانے پر اپنے فارم پر مدعو کیا تھا، دو موٹریں آگئیں، مہمان اور مقامی مدعوین شہر سے دس یا بارہ میل کے فاصلے پر ایک سرسبز و شاداب علاقے میں پہونچے، نواب میاں نے اپنے اس فارم میں ایک خوش نما بنگلہ تعمیر کیا ہے اور ڈیری فارم بھی قائم کیا ہے، دو ڈھائی سو بھینسیں ہیں، اپنے خالص دودھ کی وجہ سے اس ڈیری فارم کی بڑی ساکھ ہے، ان کے گاہکوں میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، ایک دیانتدار مسلمان تاجر کے اخلاق اور دیانت سے غیر مسلم بھی متأثر ہوتے ہیں، نماز ظہر کھلی فضا میں ہریالی پر ادا کی گئی، کھانا یوں بھی متنوع، لذیذ اور وافر مقدار میں، پھر کھلی فضاء کا اثر، لطف دے گیا۔

کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کیا، عصر کی نماز سرسبز لان پر پڑھی، نماز میں نواب میاں کے کانٹنکار اور ڈیری فارم کے ملازمین بڑی تعداد میں شریک تھے، نماز بعد ان سب نے حضرت مولانا سے مصافحہ کیا اور ان کے ارد گرد جمع ہو گئے، مولانا نے انھیں نماز کی پابندی اور ایک دیندار مسلمان کے یہاں ملازمت کو نعمت سمجھنے کی ہدایت فرمائی، اطراف کا ماحول قدرتی حسن کا عجیب منظر پیش کر رہا تھا، چاروں طرف رنگ برنگے پھولوں کے تختے، اس منظر کو دیکھ کر بے اختیار حضرت مولانا کی زبان پر اقبالؒ کے یہ اشعار جاری ہو گئے ؎

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اُودے اُودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے، پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور اس موتی کو چمکاتی ہے سورج کی کرن
حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لئے
بن اگر شہروں سے پیارے ہوں تو شہر اچھے کہ بن؟

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

نواب میاں کی سرگذشت

نواب میاں کی سرگذشت بڑی دلچسپ اور سبق آموز تھی، ان کی آپ بیتی انھیں کے سادہ، بے تکلف اور کبر و نخوت سے پاک معصوم اندازِ بیان میں سن کر آدمی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

رفیق محترم عبدالکریم صاحب پاریکھ ناگپور میں عمارتی لکڑی کے بہت بڑے تاجر ہیں، میمن برادری سے تعلق ہے، بازار سے گذرتے ہوئے تجارت و اقتصادیات کے پہلو پر ان کی سرسری نظر بہت سی باریکیوں کا ادراک کر لیتی ہے، راقم سطور عرصہ پہلے تجارتی دنیا سے منقطع ہو چکا ہے تاہم اس میدان میں ماضی کے تجربات اور وہاں کی صحافیانہ متجسّس نگاہ سے مارکیٹ کے "مد و جزر" کا اندازہ ہو جاتا ہے، ہم دونوں نے یہ محسوس کیا کہ بھوپال کی مارکیٹ میں مسلمان تاجر بمنزلہ صفر ہیں، ہمیں اس پر حیرت تھی، اس کی وجہ نواب میاں کی آپ بیتی سننے کے بعد معلوم ہوئی، بھوپال میں مسلمان حکمران رہے ہیں، تجارت کو وہ اپنی شانِ امارت کے منافی سمجھتے تھے، اگر کوئی مسلمان تجارت سے دلچسپی لیتا تو اسے اپنے اور پرائے عار دلاتے، انہی سخت مراحل سے نواب میاں گذرے، نواب بھوپال کے وہ قریبی عزیز ہیں، پرورش و پرداخت امارت کی گود میں ہوئی، پڑھنے کے لئے ابتداء سے دہرہ دون بھیجے گئے، جہاں سو فیصد انگریزی ماحول اور مغربی ثقافت تھی، انگریزی کے علاوہ کسی زبان میں گفتگو پر جرمانہ پڑتا، کھانے کے مخصوص لباس کے بغیر ڈائننگ ہال میں داخلہ ممکن نہ تھا، اعلیٰ تعلیم بمبئی میں ہوئی، ۱۹۴۴ء میں بی کام کرنے کے بعد بمبئی کے

www.abulhasanalinadwi.org

تجارتی ماحول میں انھیں بھی تجارت سے دلچسپی ہوئی، بھوپال پہونچے تو اپنا منصوبہ پورا ہوتا نظر نہ آیا، والد صاحب ان کے "بنیا" بننے کے خیال کے سخت مخالف، غرض بڑی کشمکش کے بعد بمشکل اجازت ملی تو سرمایہ ندارد، والدہ نے تین ہزار روپئے دیئے، جو دکان کے فرنیچر اور آرائش میں خرچ ہو گئے، اب مال کہاں سے آئے؟ انھوں نے ایک ترکیب کی، تھوڑا سا مال رکھا اور دکان بھری پُری نظر آنے کے لئے خالی ڈبے سجا دیئے، آہستہ آہستہ ترقی ہوتی گئی، پورے مدھیہ پردیش کی بعض ایجنسیاں انھیں ملیں اور ایک کامیاب تاجر بن گئے، تعلیم و تربیت غیر دینی ماحول میں ہوئی تھی، نتیجہ یہ کہ دین سے دور اور مولوی سے بیزار، ۱۹۵۸ء میں پہلی مرتبہ تبلیغی اجتماع میں لکھنؤ پہونچے، جماعت میں وقت لگایا تو احساس ہوا کہ نماز کا سبق بھی یاد نہیں، اب تبدیلی آئی تو اس طرح کہ ذہن بدلا، لباس بدلا، چہرے پر ڈاڑھی آئی اور صبغۃ اللہ میں رنگ گئے "وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" ان کے صاحبزادگان سکندر میاں اور محمد میاں ہم لوگوں سے بڑے مانوس اور خدمت میں پیش پیش رہے، اپنے والد کے اطاعت گذار، سعادت مند اور اپنے کاروبار کو ترقی دینے میں کامیاب ہیں۔

جلسۂ پیام انسانیت

شب کو حلقۂ پیام انسانیت بھوپال کے زیر اہتمام ایوان صدر منزل میں ایک مخلوط اجتماع تھا، تحریک پیام انسانیت کی اجنبی اور نامانوس صدا اب ملک کے اکثر حصوں میں معروف و متعارف دعوت بن چکی ہے، اس ملک میں انسانی اور اخلاقی قدروں کی پامالی، نفرت و عداوت کی فضا اور انتشار، لاقانونیت، رشوت، اقربا پروری

www.abulhasanalinadwi.org

اور ظلم و تشدد کے واقعات سے متأثر ہو کر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس تحریک کا آغاز دسمبر ۱۹۷۲ء کو الہ آباد سے کیا، ملک کے تاریک ماحول میں یہ دعوت گویا۔ ع

بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

حلقۂ پیام انسانیت کے جہاں جہاں جلسے ہوئے لوگوں نے اسے دل کی آواز، درد کا مداوا اور بے چینی کا علاج سمجھا، مدھیہ پردیش کی سرزمین پر آج اس تحریک کا پہلا باقاعدہ جلسہ ہو رہا تھا، اس جلسے کے انعقاد اور نظم و انتظام میں جناب خلیل اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ، جناب طاہر رضا صاحب مدیر "سمجھوتہ" اشفاق مشہدی ندوی مدیر "ایاز" مولوی حمید اللہ ندوی اور ان کے کئی مسلم اور غیر مسلم رفقاء کی مساعی کا بڑا حصہ ہے، شب میں ۸½ بجے جلسہ شروع ہوا، جلسے کی صدارت مدھیہ پردیش جنتا پارٹی کے صدر شری بھاؤ ٹھاکرے نے کی، سامعین میں مختلف سیاسی، سماجی، تعلیمی تنظیموں کے عہدہ دار، اسمبلی کے ممبران مسلم اور غیر مسلم عوام و خواص کی کثیر تعداد شریک تھی، تعارفی تقریر راقم سطور نے کی، بعد میں عبدالکریم صاحب پاریکھ نے خطاب کیا اپنے طرز استدلال، انداز بیان، ہندی الفاظ و اصطلاحات کی کثرتِ استعمال اور بروقت آیات قرآنی کے استشہاد کی وجہ سے یہ تقریر بڑی مؤثر ثابت ہوئی، سامعین کی دلچسپی آخر تک باقی رہی ان کے چہروں پر تحسین و پسندیدگی کے جذبات نمایاں تھے، اس کے بعد تحریک کے بانی اور داعی اوّل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے خطاب میں فرمایا۔

خدا نسلِ انسانی سے مایوس نہیں

"حضرات! مجھے اس کثیر مجمع کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی جو انسانیت کے نام اور

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے یہاں جمع ہوا ہے اس مجمع کو کسی سیاسی غرض اور خاندانی مفاد نے نہیں جمع کیا، اس سے میرے اندر ایک حوصلہ اور نئی اُمنگ پیدا ہوئی، انسانیت کے مستقبل کی طرف سے امید کی ایک کرن نظر آئی کہ اس کا مستقبل روشن ہے اور مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

خدا کا معاملہ نسلِ انسانی کے ساتھ اور انسانی نسل کا معاملہ نسلِ انسانی کے ساتھ بالکل برعکس ہے، خدا نسلِ انسانی سے مایوس نہیں اس کی مہربانیاں اور اس کی نعمتیں اس کائنات پر اس سنسار پر برس رہی ہیں کائنات کی ہر چیز نسل انسانی سے پُر امید ہے لیکن ہمارا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ یہ بتاتا ہے کہ ہم انسان سے مایوس ہیں۔

کسی "مفکر" نے کہا ہے کہ جو بچہ اس دنیا میں آتا ہے وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ خدا نسلِ انسانی سے مایوس نہیں، اگر مایوس ہوتا تو اس نسل میں اضافہ نہیں کرتا، اسے اپنی قسمت اور صلاحیت آزمانے اس دنیا میں نہ بھیجتا لیکن انسان، انسان کا گلا کاٹتا ہے، انسان سے نفرت کرتا ہے، انسان انسان کا استحصال کرتا ہے، جونک کی طرح خون پیتا ہے، اسے گاہک سمجھ کر فائدہ اٹھاتا ہے، اور اپنے رویّے سے اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ انسانیت کی صلاحیت، اور مستقبل سے وہ مایوس ہے، خدا اور انسان کے یہ مظاہرے برابر جاری ہیں، بارش کا ایک ایک قطرہ اس کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کا پیدا کرنے والا اپنی پیاسی مخلوق سے، اپنی ظالم مخلوق سے ابھی مایوس نہیں ہے، زمین روئیدگی کی صلاحیت رکھتی ہے، اس کی پیداوار اس بات کا اعلان ہے کہ خدا اس زمین کے رہنے والوں سے مایوس نہیں، سورج چمکتا ہے، وہاں کوئی اسٹرائک نہیں، چاند برابر نکلتا ہے، اور اپنی چاندنی کی چادر پھیلاتا ہے، آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

دلوں کو بھی ٹھنڈک پہونچاتا ہے، یہ سب اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے ابھی مایوس نہیں۔

لیکن ہمارا اور آپ کا عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم انسان سے مایوس ہیں، ہم اپنے کردار و عمل سے اس بات کا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ ہم اس انسان کو جو خدا کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے کوئی وقعت نہیں دیتے۔

خدا کی قدرت اور حسنِ تخلیق کے مظاہر ہر چیز میں ہیں، پھول، کلی، قطرہ، گھاس کا تنکہ، مٹی کا ذرہ، درخت کے پتے، جس چیز کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اس میں ایک دنیا ہے، ان سب سے حسین اور دلآویز تخلیق انسان کی ہے، ساری چیزیں، پوری کائنات اس کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی، یہ سب اس بات کا اعلان کرتی ہیں کہ انسان خدا کا محبوب ہے، اشرف المخلوقات ہے، اس دنیا کی بارات کا دولہا ہے لیکن ہمارا اور آپ کا طرزِ عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان میں کوئی خوبی نہیں، ہم اپنے عمل سے خدا کی عدالت میں اپنے خلاف مقدمہ دائر کرتے ہیں کہ ہم کو دنیا سے اٹھا لیا جائے، گویا ہم فرشتوں کی اُس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جس کی تردید خدا نے کی تھی، جب تخلیقِ انسان کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (میں اسے زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) تو فرشتوں نے اندیشہ ظاہر کیا تھا "اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ" (کیا آپ ایسے کو "خلیفہ" بنا رہے ہیں جو زمین پر بگاڑ پیدا کرے گا اور خون بہائے گا؟) جب خدا نے علم اشیاء کے بارے میں آدم سے سوال کیا تو اس نے ٹھیک جواب دیا، فرشتے جواب میں ناکام رہے، خدا نے انسان کو جتایا تھا، ہم اس کو ہرا رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

خدا نے یہ فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ انسان میں کیسے کیسے گن ہیں، اس سے علم کا دریا کیسا اُبلتا ہے، سمندروں میں وہ وُسعت اور گہرائی نہ ہوگی جو اس میں ہے، اس کی آنکھوں میں محبّت کی جو چمک ہے وہ پیش کرنے سے تم قاصر ہو، اس کے دل میں ترحّم ہے، محبّت ہے گداز ہے، اس پر درد کی چوٹ لگتی ہے جس سے تم محروم ہو، اقبال نے بڑی جرأت سے کہا تھا:

؎ نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

اس سے بڑھ کر یہ کہ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

فرشتوں کے پاس یہ دولت نہیں، انسان خدا کے یہاں فرشتوں کے مقابلہ میں وہ دل پیش کر سکتا ہے جو چوٹ کھایا ہوا ہو ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کسی پر خنجر چلے، کسی کے تلوے میں کانٹا چبھے تو اس کی کسک اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے، انسان کے پاس جو سب سے بڑا سرمایہ ہے وہ رحم کا سرمایہ ہے، وہ محبّت کا سرمایہ ہے، وہ ایک آنسو ہے جو انسان کی آنکھ سے کسی بیوہ کے سر کو ننگا، کسی غریب کے چولھے کو ٹھنڈا، کسی مریض کی کراہ کو سُن کر ٹپک پڑتا ہے، آنسو کا وہ قطرہ جو سمندر میں ڈال دیا جائے تو اُسے

www.abulhasanalinadwi.org

پاک کردے، گناہوں کے جنگل میں ڈال دیا جائے تو سب کو جلا کر نور سے بدل دے، فرشتے سب کچھ پیش کر سکتے ہیں لیکن آنسو کا وہ قطرہ نہیں پیش کر سکتے، جس کی قیمت آپ نے بھی نہیں پہچانی، جو ایک انسان دوسرے انسان کے لئے بہاتا ہے ؎

ہم رات کو اٹھ کر روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

فرشتے اپنے مالک کو دیکھ دیکھ کر اور اس کی ذات و صفات کو پہچان کر نہیں سو سکتے لیکن وہ انسان جو کسی انسان کی مصیبت و درد کی وجہ سے نہیں سو سکتا، اس کے جاگنے کو فرشتوں کی بیداری نہیں پہونچ سکتی۔

انسان کے پاس سب سے انمول چیز یہ ہے کہ وہ دوسرے کے درد سے متأثر ہوتا ہے، اس کے اندر محبت کا مادّہ ہے، اس کو حرکت دینے والی کوئی چیز مل جائے تو وہ حرکت میں آجاتا ہے، پھر نہ مذہب کو دیکھتا ہے نہ ملّت کو، نہ فرقے کو نہ علاقے کو، نہ وطن کو دیکھتا ہے، نہ ملک کو دیکھتا ہے، انسان، انسان کا دل دیکھتا ہے، اس کے درد کو محسوس کرتا ہے، جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اور وہ کھنچنے پر مجبور ہے، اسی طرح انسان کے دل کا مقناطیس انسان کے دل کو کھینچتا ہے۔

جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

اگر انسان سے یہ دولت چھن جائے تو وہ دیوالیہ ہو جائے گا، اگر کوئی ملک اس سے محروم ہو جائے، اگر امریکہ کی دولت، روس کا نظام، عرب ممالک کے پٹرول کے چشمے ہوں، تن برستا ہو، سونے اور چاندی کی گنگا بہتی ہو لیکن اس ملک میں محبت کا چشمہ خشک ہو چکا ہو تو وہ ملک کنگال ہے۔ اس ملک پر اللہ کی رحمتیں نازل نہ ہوں گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ابھی انسان کی آنکھ آنسو بہانے کے قابل ہے، ابھی انسان کا دل تڑپنے، سلگنے اور چوٹ کھانے کے قابل ہے، جو دل اس قابل نہیں ہے ایسے دل کو دل نہیں کہتے بلکہ پتھر کی سل کہتے ہیں، جو خدا کی بارگاہ میں کوڑی کے قابل نہیں، چاہے وہ مسلمان کا دل ہو یا ہندو، سکھ، عیسائی کا دل ہو، دل تو اس لئے ہے کہ وہ تڑپے، لرزے، روئے، اس میں زمین سے زیادہ شادابی، آبشار سے زیادہ سیرابی، کائنات سے زیادہ وسعت اور بادلوں سے زیادہ برسنے کی صلاحیت ہو ؎

کوئی جا کر کہہ دے ابر نیساں سے کہ یوں برسے
کہ جیسے مینھ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے

وہ آنکھ انسان کی آنکھ نہیں نرگس کی آنکھ ہے جس میں نمی نہ ہو، وہ دل انسان کا دل نہیں چیتے کا دل ہے جس پر کبھی درد کی چوٹ نہ لگے، جو کبھی انسانیت کے غم میں رونا تڑپنا نہ جانے، وہ پیشانی جس پر کبھی ندامت کا پسینہ نہ آئے وہ پیشانی نہیں بلکہ کوئی چٹان ہے۔

جو ہاتھ انسانیت کی خدمت کے لئے نہیں بڑھتا وہ مفلوج ہے، وہ ہاتھ جو انسان کی گردن کاٹنے کے لئے بڑھتا ہے، اس سے شیر کا ہاتھ بہتر تھا، اگر انسان کا کام کاٹنا تھا تو قدرت اس کو بجائے ہاتھوں کے تلوار دے دیتی، اگر انسان کا مقصدِ زندگی صرف مال جمع کرنا تھا تو اس کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کے بجائے ایک تجوری رکھ دی جاتی، اگر انسان کا کام صرف تخریب کے منصوبے بنانا تھا تو اس کے اندر انسان کا دماغ نہ رکھا جاتا بلکہ کسی شیطان، کسی راکشس کا دماغ رکھ دیا گیا ہوتا۔

پاریکھ صاحب نے اپنی تقریر میں انسان کے جسمانی تخلیق کے عجائبات بتلائے ہیں، لیکن آپ اس کے دل کے عجائبات دیکھیں تو جسم کے عجائبات ماند پڑ جائیں، اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا دل دیا ہے کہ مشرق میں کسی کو تکلیف ہو تو وہ مغرب میں تڑپ اٹھے، یہ دل کی زندگی تھی کہ جنگ بدر کے موقع پر جو لوگ قیدی بنائے گئے اور ان کی مشکیں کسی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں کی تکلیف کے احساس سے رات بھر سو نہ سکے، اگر کوئی بچہ روتا تو آپ نماز مختصر کر دیتے کہ کہیں اس کی ماں بے چین نہ ہو۔ جو دل کسی کا دل دکھائے کسی کو تکلیف پہونچائے تو وہ دل کس شمار کے قابل ہے؟

بھائیو! خدا کا سارا معاملہ اس کے مخلوق کے ساتھ بتاتا ہے کہ خدا نسلِ انسانی سے مایوس نہیں، آپ کا واٹر ورکس پانی روک سکتا ہے، آپ کا پاور ہاؤس بجلی روک سکتا ہے تو کیا خدا اپنی نعمتیں نہیں روک سکتا ہے؟ جس طرح یہاں کی میونسپلٹی بھوپال کے رہنے والوں کی صلاحیت سے مایوس نہیں اور ان کی خدمت کر رہی ہے خدا اس طرح اس دنیا کو پانی بھی دے رہا ہے اور روٹی بھی دے رہا ہے اور سب کو حکم ہے کہ وہ انسان کی خدمت کریں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانِ بکف آری و بغفلت نہ خوری

پورا کارخانہ انسان کی خدمت میں لگا ہوا ہے خدا اس سے مایوس نہیں ہوا ہے لیکن ہم اپنے اخلاق سے کیا ثابت کر رہے ہیں؟ کیا ہم ثابت کر رہے ہیں کہ ہم انسان کو کوئی بڑی چیز سمجھتے ہیں؟ کوئی اونچی چیز سمجھتے ہیں؟ اپنے برابر کا سمجھتے ہیں؟ اپنے جسم کا ٹکڑا سمجھتے ہیں؟ ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

یہ طرزِ عمل انسانی آبادی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، باہر سے کوئی خطرہ نہیں، وہ زمانہ بیت گیا جب قومیں دوسری قوموں پر چڑھائی کرتی تھیں، خطرہ اندرونی ہے، وہ ہے انسان دشمنی

www.abulhasanalinadwi.org

اور انسانیت کی پامالی کا خطرہ۔ انسانیت کی خیر خواہی سے آنکھیں بند کر لینا، اس خطرے سے ملک کو بھی اور قوم کو بھی بچانے کی ضرورت ہے۔

بارات ہے نوشہ نہیں

مجھے یہیں کے ایک بزرگ کی کہی ہوئی ایک کہانی یاد آگئی جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے وہ کہتے ہیں:۔

"ایک بارات بڑے دھوم دھام سے جا رہی تھی، بینڈ باجہ بھی تھا، روشنی اور مشعل بھی، بارات دیکھنے والوں کی بھیڑ میں ایک شخص بہت غور سے بارات دیکھ رہا تھا، کچھ دیر بعد اس نے کہا کہ نوشہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کیا فضول بکتے ہو، بارات نہیں دیکھ رہے ہو، تماشہ نہیں دیکھتے ہو، (ENJOY) نہیں کر رہے ہو فضول سوالات کرتے ہو، مگر وہ آدمی بڑا حقیقت پسند تھا، اس نے کہا بارات تو بہت عمدہ ہے لیکن نوشہ نظر نہیں آتا، اس پر سب کو خیال ہوا کہ دیکھنا چاہئے نوشہ واقعی نہیں آرہا ہے، اب جو تحقیقات شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ نوشہ صاحب گھوڑے پر سوار تھے، گھوڑے نے راستے کے کسی گڑھے میں انھیں گرا دیا ہے اور بارات اپنے شور و ہنگامہ میں بے نوشے کے آگے بڑھتی رہی، بارات کی دھوم دھام اور شور و پکار میں نوشے کا کسی کو ہوش ہی نہیں رہا!"

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک انسانیت کی جو بارات جدید تہذیب و تمدن کے ساتھ نکل رہی ہے جس کے مناظر میں نے اس ملک میں بھی دیکھے ہیں اور یورپ و امریکہ میں بھی، کہیں یہ بے نوشہ کی بارات نہ ہو، انسانیت کی اس بارات کا نوشہ انسان ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کی اس بے توشہ کی بارات پر آنسو بہانے والا، اس کی فکر کرنے والا کوئی نہیں، اس شہر میں کتنے آدمی ہیں جو انسانیت کی بارات کے نوشہ کہلانے والے حقیقی انسان ہوں؟ ایسا انسان کہاں ہے جس کی نظر خالص انسانیت پر ہو، جسے کھو کر پانے کا مزہ آئے، جسے ہار کر جیتنے کا مزہ آئے؟ سب اپنی جیب اپنا گھر بھرنے کی فکر میں ہیں، اور اپنی پارٹی کو نفع پہونچانے میں کوشاں ہیں، اور بہت ترقی کی تو قوم (NATION) کو فائدہ پہونچانے کی سوچنے لگے، نیشن بھی ایک کنبہ ہے، کنبہ چھوٹا بڑا ہوتا ہی ہے، نیشنلزم بھی ایک قسم کی کنبہ پروری ہے، نیشنلزم (قوم پرستی) کو شاید میں کسی وقت ضروری سمجھوں۔

میرا تعلق اس جماعت اور اس گروہ سے ہے، جس نے آزادی کی جنگ میں بھرپور حصہ لیا اور ملک و قوم کی آزادی کے لئے اس وقت جد و جہد شروع کی جب آزادی کا نام بھی کوئی نہیں لیتا تھا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ نیشنلزم بھی ایک تنگ خیالی (NARROW MINDEDNESS) ہے، انسانیت اس سے بھی زیادہ وسیع چیز ہے۔

اس شاخ کی فکر کیجئے جس پر آشیانہ ہے

تمام قومیتیں انسانیت کی شاخیں ہیں، اصل چیز انسانیت ہے، اس انسانیت کو تباہی اور ہلاکت سے بچانے کے لئے آج کتنے افراد اور کتنی پارٹیاں آدمیت کے نام سے سرگرم اور انسانیت کو بچانے کے کام میں مصروف ہیں۔؟

تہذیب و تمدن، سیاست و حکومت، ادب و فلسفہ اور علم و فن کے آشیانے انسانیت کی شاخ پر قائم ہیں، اگر انسانیت کی شاخ باقی ہے تو آپ جیسا چاہیں ویسا نشیمن بنالیں، لیکن شاخ ہی نہ رہی تو نشیمن کا بقا کہاں؟ آج انسانیت کی شاخ پر

www.abulhasanalinadwi.org

کتنے تیشے چلائے جارہے ہیں، آگ لگائی جارہی ہے، ہر شخص اس کوشش میں مصروف ہے کہ آدمیت کی شاخ پر پڑے سے بڑا تیشہ چلائے۔

آج ہمارے ملک میں انسان کو انسان سے محبت اور ہمدردی نہیں رہی، پہلو میں وہ دل نہیں جو انسانیت کے سوز میں جلتے ہوں، اس کا درد محسوس کرتے ہوں، نفسانفسی کا قیامت خیز منظر ہے، ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے، قرآن مجید میں قیامت کی نفسانفسی کا جو نقشہ کھینچا ہے "یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ۝ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ ۝ وَصٰحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ ۝ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ"[1] یہی منظر آج پوری انسانی سوسائٹی میں نظر آرہا ہے۔

انسان کی حقیقت سے ناآشنا

ہمارے ملک میں جب ریل اور ہوائی جہاز کے حادثات ہوتے ہیں تو ہمارے سماج کی اخلاقی پستی عیاں ہوجاتی ہے، لوگ حادثہ کا شکار ہونے والے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے بجائے ان کی کلائی کی گھڑیاں اور جیبوں سے پرس نکالتے ہیں، یہ خطرہ کا وہ سگنل ہے، وہ الارم ہے جس پر پوری سوسائٹی کو چوکنا ہوجانا چاہیئے۔

قرقہ وارانہ فسادات، ہندو مسلم مسئلہ نہیں بلکہ انسانیت کی بے حرمتی کی علامت ہیں، اصل مرض انسانیت کی بے وقعتی ہے۔

ہم نے بعض اوقات درخت اور جانور کو انسان سے زیادہ وقعت دی ہے، ہم نے اکثر اوقات انسان کے مقابلہ میں پیسے کو ترجیح دی ہے، حالانکہ پیسہ انسانی ہاتھ کا

---

[1] سورۃ عبس ۳۴ - ۳۷

میل ہے، ہم نے پیسہ کو انسان کے دل، اس کی روح، اس کی آتما سے زیادہ اہمیت دی، حالانکہ انسان کا درجہ خدا نے اپنی تمام مخلوقات میں افضل اور اشرف رکھا ہے، اس کے بلند مقام کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بھوک، پیاس، بیماری کو اپنا مسئلہ بتایا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی پیاسے کو پانی پلانا اور کسی بیمار کی تیمارداری کرنا گویا میرے ساتھ یہ حسن سلوک کرنا ہے، انسان کے مقابلہ میں دنیا کے تمام بڑا اعظم رکھ دیجئے تو انسان کا پلڑا بھاری ہوگا، تمام بڑا اعظم انسان کے لئے پیدا کئے گئے، انسان ان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔

جس انسان کو راتوں کو جاگ جاگ کر، خونِ جگر پلا پلا کر پالا گیا ہے جس سے اس کے ماں باپ نے سارے خاندان نے امیدیں قائم کی ہیں، جو خدا کی امانت لے کر دنیا میں آیا ہے جو دنیا کی اصل روح ہے، اس کو مارا جاتا ہے، یہ قاتل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے انسان کی حقیقت، انسان کی تاریخ، ماں باپ کا پیار نہیں ہے، اس انسان کو بنانے کے لئے تعلیم گاہوں، دانشوروں، استادوں اور مربیوں نے جو محنت کی ہے، جتن کئے ہیں، وہ ان کے سامنے نہیں۔ اگر یہ حقائق سامنے ہوتے تو دنیا میں کوئی نہ ملتا جو اس کو مارنے کے لئے خم ٹھونکتا، سکندر و دارا، چنگیز و ہلاکو، ہٹلر و سیزر جنھوں نے انسانیت کی کھیتی کو آگ لگائی یہ سب انسان کی حقیقت سے ناآشنا تھے، وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ انسان کے خلاف بگاڑ پیدا کرنے والوں پر خدا کو کتنا غصہ آتا ہے۔

نحیف آواز نے انقلاب برپا کر دیا

بھائیو! اگر آپ کے دل میں انسانیت کے احترام کا جذبہ، انسانیت کی

www.abulhasanalinadwi.org

محبت کا سوتہ ہے تو اسے حرکت میں آنا چاہئے، وہ لوگ جو اس ملک میں ہم سے زیادہ اثر رکھتے ہیں انھیں اپنی کرسیوں کو چھوڑ کر، چاہے وہ وزارتِ عظمیٰ کی کرسی ہو، یونیورسٹیوں اور عافیت کدوں کو چھوڑ کر اس ملک کو بچانے کے لئے میدان میں آنا چاہئے، یہ ملک نہ بچا تو یونیورسٹیاں، حکومت، جمہوریت کہاں رہے گی، ان کی بقا کہاں رہے گی اور ان کو پناہ کہاں ملے گی؟ ملک نہ رہے، انسانیت دم توڑ دے تو اقوام متحدہ (U. N. O.) میں کیا جا کر نمائندگی کریں گے؟ انسان ہونا شرط ہے، قوم میں قومیت کا احساس اور سیاسی شعور ہونا شرط ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ اس ملک میں بڑی بڑی کرسیوں سے اور اونچے اونچے عہدوں سے اُتر کر لوگ آتے اور انسانیت اور ملک کو بچاتے لیکن جب ہم نے دیکھا کہ کوئی نہیں آرہا ہے تو ہم نے سوچا کہ ہم ہی چل پڑیں، دنیا کی تاریخ، قوموں کی تاریخ اور سماجی اور مذہبی اصلاحات کی تاریخ میں بعض مرتبہ کوئی نحیف صدا بلند ہوئی اور اس کے بعد وہ سب کے دل کی آواز بن گئی اور اس نے سماج میں انقلاب برپا کر دیا، اسی امید پر ہم آئے ہیں کہ ہم جگائیں، جاگنے کے بعد سب کچھ ہو سکتا ہے، اور جگانے کے لئے نحیف سی آواز بلکہ پتوں کے گرنے کی آواز بھی کافی ہوتی ہے۔

اس وقت سب سے بڑا کام یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے مذہب کے دائرے میں انسانیت کا احترام پیدا کرتے اور انسانیت کو زندہ کرنے کی کوشش کریں، انسان انسان کی طرح ملے، اس کے بعد پھر مطالعہ، غور و فکر اور توفیق الٰہی سے اپنے لئے پسندیدہ طریقۂ زندگی منتخب کرے لیکن پہلے باہمی اعتماد و محبت کی فضا تو پیدا کیجئے، انسان کو گلے لگائیے، تب آگے بات ہوگی، اگر انسانیت ہی نکل گئی تو کس سے بات کی جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انسان ہے کیا؟ اس کے اندر کیا صفات ہیں؟ انسان کا انسان پر کیا حق ہے؟ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ انسان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کس لئے پیدا کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن پر انسانی سماج کے ایک ایک فرد کو غور و فکر کرنا چاہیئے ـــــ اس ملک میں اتحاد و محبت اور باہمی اعتماد کا ماحول پیدا کرنا چاہیئے، اس طرح ظلم کے واقعات نہیں ہونے چاہیئے جیسے حال ہی میں ہماری ریاست کے شہر بنارس میں ہوئے۔

میں ایک مذہبی انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ہمارے گناہ اور ظلم کے نتیجہ میں آسمانی آفتیں آتی ہیں، خدا یہ دکھاتا ہے کہ مارنے کا سامان ہمارے پاس تم سے زیادہ ہے ہم نے آندھرا کے طوفان و سیلاب میں اس کا نمونہ دیکھا ہے یہ واقعہ سبق دینے کے لئے ہوا ہے جب بھی ظلم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو میں ڈر جاتا ہوں کہ کوئی قدرتی تازیانہ انسانوں کی طرف نہ بڑھے، میں اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتا، جہاں بھی ظلم کے واقعات ہوں گے، خدا وہاں اپنی قدرت دکھائے گا۔ ع

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں"

صدر جلسہ اور حاضرین کا تأثر

حضرت مولانا کی تقریر تائید و تحسین، اثر و تأثر کی فضا میں ختم ہوئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

سامعین آخر تک سراپا گوش تھے۔ ع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

اس محویت کے عالم میں جب تقریر ختم ہوئی تو ان کے چہروں پر تشنگی کی جھلک عیاں تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تحریک پیام انسانیت کی مختصر تاریخ، اغراض و مقاصد، طریقۂ کار اور حلف نامہ راقم سطور نے غیر مسلم بھائیوں کی رعایت سے ہندی میں پیش کیا، یہ گویا قافلۂ انسانیت کے ہم سفر ہونے کی دعوت تھی، جسے پورے مجمع نے قبولیت کے کانوں سے سنا، آخر میں صدر جلسہ شری ٹھاکر صاحب نے اپنی تاثراتی تقریر میں حلقۂ پیام انسانیت کے کام اور پیام کی سراہنا کرتے ہوئے کہا کہ آج میں نے اتنی اچھی باتیں سنی ہیں کہ پوری رات اس سندیش کو سنتے ہوئے گذر جاتی تب بھی میری سیری نہ ہوتی، انھوں نے حضرت مولانا مدظلہٗ کی بھوپال آمد اور اپنے قیمتی خیالات سے اہل بھوپال کو مستفید کرنے پر شکریہ ادا کیا، اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور آئندہ بار بار تشریف آوری کی درخواست کی۔

جلسے کی کارروائی کی ترتیب و تنظیم جناب خلیل اللہ خاں صاحب ایڈوکیٹ کے ذمہ تھی، جلسے کے اختتام کا اعلان اور شکریہ کی رسم ادا کرتے ہوئے انھوں نے ایک مختصر بلیغ اور جامع تقریر کی ــــ تحریک پیام انسانیت کا یہ جلسہ شہر میں گفتگو اور دلچسپی کا موضوع بنا رہا، غیر مسلم بھائیوں کے لئے تو یہ ایک انکشاف تھا کہ ملک کی بگڑتی ہوئی صورت حال اور انسانیت و اخلاق کے زوال پر مسلمان کس دلسوزی اور اخلاص سے اصلاحی تدبیریں کر رہے ہیں۔

صدر جلسہ ٹھاکر صاحب نے حضرت مولانا سے دوسرے دن ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور چائے پر مدعو کیا، لیکن علی الصبح ۶ بجے روانگی کا پروگرام طے تھا، اس لئے اُن سے معذرت کرنی پڑی۔

جلسے کے بعد عوام و خواص کا ہجوم حضرت مولانا مدظلہٗ ان کے رفقاء سے ملاقات کر کے اپنے تأثرات کا اظہار کرتا رہا، جناب انعام الرحمٰن خاں صاحب امیر جماعت اسلامی حلقۂ مدھیہ پردیش نے ہمارے رفیق عبد الکریم صاحب پاریکھ سے کہا کہ مجھے آج اس تحریک کی اہمیت و افادیت اور گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوا ــــ قیام گاہ پر حضرت مولانا عمران خاں

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب ندوی نے (جو شروع سے آخر تک جلسے میں موجود تھے) اسی قسم کے تأثرات کا اظہار فرمایا۔ شری گوڑ صاحب ایم۔ ایل۔ اے حلقۂ بھوپال نے راقم سطور سے دیر تک اپنے اچھے تأثرات اور نیک جذبات کا اظہار کیا۔

رفتید و لے نہ از دلے ما

بھوپال کے دورانِ قیام ایک شخصیت کی کمی بہت محسوس ہوئی، یہ تھے تخلص بھوپالی مرحوم۔ اس باغ و بہار شخصیت کی ناگہانی موت کا غم بھوپال پہونچ کر تازہ ہوگیا، زندگی کے آخری ایام میں حضرت مولانا مدظلہٗ کے مرید با اخلاص اور ہم سب کے ہمیشہ سے کرم فرما۔ گھر جاکر مرحوم کے بڑے بھائی حاجی عبد الصمد جلیل صاحب، صاحبزادے عبد العلیم صاحب اور داماد طاہر صاحب مدیر "سمجھوتہ" سے تعزیت کی گئی، حضرت مولانا مدظلہٗ اور اُن کے رفقاء نے قبرستان جاکر ایصال ثواب بھی کیا، بھوپال کے اس سفر میں نواب صاحب محمد گڑھ (نواب صابر علی خاں) مولانا سلمان خاں ندوی اور عارف بیگ (مرکزی وزیر مملکت) سے ملاقات نہ ہوسکی نواب صاحب جائداد کے نظم و انتظام کے سلسلے میں اپنی مرحوم ریاست تشریف لے گئے تھے، مولانا سلمان خاں صاحب ندوی ان دنوں حج بیت اللہ سے بہرہ اندوز ہو رہے تھے، اور عارف بیگ صاحب کامیر پارلیمنٹ اور مرکزی وزیر مملکت بن جانے کے بعد دہلی مستقر ہو چکا ہے، حضرت مولانا مدظلہٗ کی بھوپال آمد کی خبر سن کر بیگ صاحب نے بھوپال آنے کا قصد کیا لیکن بعد میں انھوں نے فون پر اپنی والدہ کی علالت اور انتقال کی وجہ سے اس موقع پر بھوپال حاضر نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا اور حضرت مدظلہٗ سے دعاء کی درخواست کی۔ نواب صاحب محمد گڑھ حضرت مولانا مدظلہٗ سے بیعت کا تعلق رکھتے ہیں، علم دوست،

www.abulhasanalinadwi.org

شریف اور وجیہ انسان، تحریر کا شوق ہے، نظم و نثر دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں بقول تخلص بھوپالی مرحوم "قلمی ہیں تخمی نہیں" یعنی لکھ تو لیتے ہیں، مگر تقریر سے گھبراتے ہیں، مولانا سلمان خاں صاحب ندوی، متین، سنجیدہ، محنتی اور دیندار شخصیت، تاج المساجد کی تعمیر میں سراپا منہمک، اپنے برادرِ اکبر مولانا عمران خاں صاحب ندوی کے دست و بازو اور عصائے پیری، تاہم ان کا اس درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں کہ شاید ہی کبھی سر اٹھا کر اور نگاہ ملا کر بات کرتے ہوئے نظر آئیں۔ ع

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

بھوپال کے دورانِ قیام ندوی طلبہ خلیل الرحمٰن خاں، بابر حسین، جمیل الرحمٰن، عارف جنید، کلیم الرحمٰن وغیرہ ہر موقع پر ساتھ رہے، اور خدمت میں پیش پیش۔

بھوپال سے اُجّین تک

سفر اندور کے داعی اور محرّک مولانا ابوالبرکات صاحب ندوی مدنی ہمارے بھوپال پہونچنے کے بعد اپنے دو رفقاء قاضی عبدالحمید صاحب اور سیٹھ ہارون رشید صاحب کی معیت میں آگے کے سفر کا مکمل پروگرام لے کر اندور سے بھوپال پہونچے، اجین بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھا، اس کے داعی اور منتظم مولوی قاضی افتخار الدین صاحب ندوی بھی بھوپال آگئے، آئندہ سفر کے پروگرام کو باہمی مشورے سے آخری شکل دی گئی، ان سب حضرات کی رائے تھی کہ بھوپال سے آگے کا سفر بذریعۂ کار ہو، ہمارے میزبان مولانا عمران خاں صاحب ندوی نے بھی ایک کار کی پیشکش کی لیکن حضرت مولانا مدظلہ نے اجین تک ٹرین سے سفر کو ترجیح دی اور اسی پر فیصلہ ہوا۔ اتوار ۴ر دسمبر ۷۷ء کو اوّل وقت میں نمازِ صبح ادا کر کے ہم سب اسٹیشن پہونچے،

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عمران خانصاحب ندوی، ان کے بھائی مولانا نعمان خاں ندوی، حافظ رضوان خاں و مولوی حسّان خاں، مولوی رئیس خاں ندوی، مولوی محمود خاں (انچارج کتب خانہ تاج المساجد) دارالعلوم کے دیگر اساتذہ، معززین شہر اور اہل تعلق رخصت کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے، ٹرین آئی، ریزرویشن نہیں تھا لیکن ایک مستعد کرم فرما بتو میاں اور رضوان میاں کی کوشش سے یہ مرحلہ بآسانی طے ہوگیا، ٹوٹا ئر میں مناسب جگہ مل گئی، سگنل ہوا، ٹرین کھسکنے لگی، الوداعی مصافحہ اور سلام ہوا اور ہم اس شہر کی طرف روانہ ہوئے جس کا ٹرین کے ذریعہ سب سے پہلے رابطہ، نواب شاہجہاں بیگم کے عہد میں ۱۸۹۷ء میں ہوا تھا، بھوپال میں ۱۷ر نومبر ۱۸۸۴ء کو ٹرین جاری ہوئی جو بھوپال ناٹا ناسی تھی اس سے پہلے بھوپال کے لوگ ٹرین میں سوار ہونے کے لئے اٹاراسی، برہان پور یا کھنڈوا تک پیدل یا مختلف سواریوں سے جایا کرتے تھے۔

ٹرین فاسٹ پسنجر تھی، راہ میں سیہور، شجالپور، شاجاپور اور مکسی اسٹیشن آئے، پانچ چھ گھنٹے کچھ آرام میں گذرے، ڈاکٹر اشتیاق صاحب نے بھوپال اسٹیشن پر سنڈے اسٹینڈرڈ اور اسٹریٹیڈ ویکلی خرید لیا تھا، اس میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر پر خشونت سنگھ کا مضمون غنیمت معلوم ہوا، حضرت مولانا مدظلہ کچھ دیر آرام کے بعد مولانا رابع صاحب ندوی کی کتاب "سفرنامہ امریکہ" کے مسودہ کو مولوی عبداللہ حسنی سے سن کر نظر ثانی اور تصحیح فرماتے رہے کبھی مفید و دلچسپ گفتگو کا سلسلہ چھڑ جاتا، اس علاقے کی روایات و خصوصیات کے ضمن میں یہاں کلاسیکل موسیقی سے دلچسپی کے اسباب اور اس کے گھرانوں نیز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی اس فن پر گہری نظر کا تذکرہ رہا، گفتگو جاری تھی کہ اُجین کے آثار شروع ہوگئے، ہم لوگوں نے سامان سمیٹا، آیت "رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا

www.abulhasanalinadwi.org

مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ[1] ورد زبان تھی، پلیٹ فارم پر ٹرین رکی اور ایک ہجوم استقبال کے لئے بڑھا، اس میں راقم سطور کے لئے دو ایک چہرے تو جانے پہچانے تھے، بقیہ سب اجنبی، حضرت مدظلہ یہاں دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے، مولانا معین اللہ صاحب ندوی کا تو یہ گویا وطن ہی تھا، راقم سطور، پاریکھ صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی یہاں پہلی حاضری تھی، مصافحہ اور معانقہ کا سلسلہ دیر تک جاری رہا، مولوی قاضی افتخار الدین ندوی، ماسٹر عزیز الرحمن صاحب (مولانا معین اللہ صاحب کے بہنوئی) محمد شفیع صاحب (مالک مالوہ اسٹیل انڈسٹری) فاروق صاحب (مالک زین بسیر الاج) چودھری نور محمد صاحب، مولوی نعمت اللہ ندوی اور کئی جانے انجانے لوگ اسٹیشن پر موجود تھے، ہمارا مختصر قافلہ اور استقبالیوں کا ہجوم اسٹیشن پر موجود ریلوے عملے اور مسافروں کی نظر و توجہ کا مرکز بن گیا، پلیٹ فارم کے باہر کئی کاریں تیار کھڑی تھیں، چند منٹوں میں ہم اپنی قیام گاہ (مکان محمد شفیع صاحب مالوہ اسٹیل انڈسٹری) پہونچے، راستے میں ایک جگہ شب کے جلسے کا اعلان ہو رہا تھا، قیام گاہ پر ملاقاتیوں کا سلسلہ جاری رہا، اندور کے حاجی ہارون صاحب، حاجی حبیب صاحب، مولوی ولی اللہ ندوی، ان کے صاحبزادے اسد اللہ اور اطراف کے کئی حضرات خاص ملاقات کے لئے تشریف لائے، ظہر کی نماز قیام گاہ پر پڑھی، دوپہر کا کھانا میمن برادری کے ایک تاجر حاجی صاحب کے مکان پر تھا، یہ صاحب ہمارے رفیق حاجی عبد الکریم پاریکھ کے عزیز نکلے، ان دونوں نے اپنی مادری میمنی زبان میں گفتگو شروع کی جو گجراتی سے قریب تر ہونے کی وجہ سے راقم سطور کے سمجھ میں تو آجاتی ہے لیکن بولنے میں چند الفاظ سے آگے گاڑی نہیں چل پاتی، کھانا میمنی ذوق اور مالوی روایات کا

---

[1] سورۃ المؤمنون - ۲۹ -

www.abulhasanalinadwi.org

ملا جلا تھا، یہاں پہلی بار "مانڈے" دیکھے، یہ مالوے کی مخصوص چپاتی ہے جو حجم و وسعت میں اپنی مثال آپ ہے "حلوا مانڈہ" مولوی پر طنز کے لئے ہماری زبان و ادب کا جزو بن گیا ہے، لیکن ہندوستان میں ہزاروں مولوی ہوں گے جنھوں نے مانڈہ دیکھا بھی نہ ہو، یہ صرف مالوہ کے ایک مخصوص خطہ کی چیز ہے، بچپن سے والد بزرگوار (مولانا عبد الستار صاحب مقیم احمد نگر مہاراشٹر) کو یہ کہتے سنا تھا کہ "ہم مولوی حلوہ مانڈہ کھاتے ہیں یہ نام ہیں، حلوا کھایا بھی ہے اور دیکھا بھی ہے لیکن یہ مانڈہ کیا چیز ہوتا ہے؟ اب یہ عقدہ کھلا کہ یہ روٹی کی ایک مخصوص قسم ہے "مانڈہ" اس نام کا تعلق مانڈہ اور اس کے قلعہ کے معمار "منڈو" سے بھی ممکن ہے، منڈو ایک لوہار تھا ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے کوئی ایسا توا تیار کیا ہو کہ جس پر اتنی بڑی روٹی بنائی جاتی ہے اور اسی نسبت سے اس روٹی کا نام مانڈہ رکھ دیا گیا ہو۔

کھانے سے فارغ ہو کر واپسی میں ایک مسجد میں قائم مدرسہ اور دار المطالعہ چند منٹ معائنہ کیا جسے مولوی نعمت اللہ ندوی اور ان کے نوجوان رفقاء چلا رہے ہیں، حضرت مولانا نے ان نوجوانوں کی ہمت افزائی فرمائی۔

اُجین، تاریخی پس منظر

اجین، اندور سے ۵۳ کلو میٹر (۳۳ میل) کی مسافت پر واقع ہے، یونانی عہد میں اوزین (OZENE) کے نام سے اور بدھسٹ دور میں آونتی کے نام سے معروف تھا، ہندوستان کی قدیم ہندو تاریخوں میں اس کا نام شیو پوری بھی درج ہے، تزک افغانی کے مصنف کی تحقیق میں عالمگیر نے اس کا نام دار الفتح رکھا تھا، اس شہر کی قدامت اور تاریخی اہمیت کا اندازہ قدیم تاریخ کی ورق گردانی سے ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ ہند میں ہندوستان کے اصل باشندے دراوڑ کے نام سے مشہور ہیں ۲۰۰۰ سنہ قبل مسیح سے پہلے آریائی نسل وسط ایشیا سے نکل کر دراوڑوں پر حملہ آور ہوئی اور انھیں شکست دے کر جنوب کی طرف پسپا کر دیا ۲۰۰۰ سنہ سے ۱۴۰۰ سنہ قبل مسیح تک یعنی ۶۰۰ سال کی مدت میں آریوں نے ایک غیر معمولی طبع زاد تمدن کی بنیاد ڈالی جس کی یادگار ویدی ادب اور ہندو مت ہیں، بعد میں آریوں کی آبادیاں وادی گنگا میں پھیلیں تو یہ لوگ چار ذاتوں یا معاشرتی گروہوں میں تقسیم ہو گئے، بعد کی چھ صدیوں میں ۱۴۰۰ سنہ سے ۸۰۰ سنہ قبل مسیح تک یہ ذاتیں اپنی اپنی جگہ قائم ہو رہی تھیں، ہندوستان کی سیاسی طاقت بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی، اس زمانہ کے حالات ان دو بڑی رزمیہ نظموں مہابھارت اور رامائن میں بیان کئے گئے ہیں۔

۳۲۲ سنہ قبل مسیح میں چندر گپت موریہ کے ہاتھوں سلطنت موریہ کا سنگ بنیاد پاٹلی پتر (پٹنہ) میں رکھا گیا، اس سلطنت کی وسعت بہت جلد حدود مگدھ سے تجاوز کر گئی، اس راجہ کے نامی گرامی پوتے سمراٹ اشوک نے خالص مذہبی بنیادوں پر اپنا نظام حکومت قائم کیا، یہ پہلے ہندو مذہب کا پیرو تھا لیکن بعد میں اس نے بدھ مت اختیار کیا اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم حصہ لیا، سمراٹ اشوک اپنی شہزادگی کے زمانہ میں مغربی ریاستوں کے نائب السلطنت (وائسرائے) کی حیثیت سے اُجین میں رہ چکا ہے۔

راجہ بکرماجیت

بعد کے ادوار میں سمندر گپت کے جانشین چندر گپت بکرماجیت نے اجین کو اپنا دارالحکومت بنایا، اس نے کم و بیش ۴۰ سال حکومت کی، اس کا عہد حکومت بہت کامیاب

www.abulhasanalinadwi.org

اور شاندار مانا گیا ہے، اس نے مغربی سترپ رودرسین کو شکست دے کر اس کا علاقہ فتح کیا، اس وقت سے سلطنت گپت کی حدود گنگا کے ڈیلٹا سے وادی سندھ اور بحر عرب تک وسیع ہوگئیں، اس طرح مغربی بندرگاہوں تک کا راستہ کھل گیا اور یورپ سے براہ راست تجارتی تعلق قائم ہوگیا، اس کے دربار اور رعایا کو مغربی خیالات سے بھی جو مالِ تجارت کے ساتھ تمام دنیا میں پھیل رہے تھے متاثر ہونے کا موقع ملا، بکرماجیت کو رفاہی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی، اس نے علم وادب کی اشاعت اور تجارت کے فروغ میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، مسافروں کے لئے دھرم شالائیں بنوائیں، غریبوں کے مفت علاج کے لئے دواخانے کھولے، اسی زمانہ میں پاٹلی پتر میں دنیا کا سب سے اچھا دواخانہ تھا، بکرماجیت کے عہد سے ہندی کیلنڈر کا بکرمی سال شروع ہوا، اس کے دربار میں "ہندو شیکسپیئر" کالیداس تھا، جس نے اپنے ڈرامے "شکنتلا" سے کلاسیکل ادب میں ممتاز مقام پایا ہے، بکرماجیت کے دربار کے نورتنوں میں کالیداس سب سے درخشاں تھا، اس کے علاوہ دھنونتری، وراہ مہیر، کشپ تک، شنکو، گھٹ کرپور، امرسنگھ، ونیال بھٹ اور ورروچی تھے۔

بدھ مت کا واسوبندھو اور مشہور ریاضی داں اور علم ہیئت کا ماہر آریہ بھٹ اسی دور میں گذرا ہے، مشہور چینی سیاح فاہیان نے بکرماجیت کے دورِ حکومت کی بہت تحسین کی ہے، بکرماجیت کی سلطنت کو روم کے آگسٹس کے زمانہ سے تشبیہ دی جاتی ہے، مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایشیائی طرز حکومت کے لحاظ سے بکرماجیت کی حکومت سے بہتر حکومت کبھی ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی، ہندوؤں کی کہانیوں میں بکرماجیت کا کردار خلیفہ ہارون رشید کی طرح پیش کیا جاتا ہے، بکرماجیت کے نام سے موسوم واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بکرماجیت لقب کے ایک سے زائد حکمراں گذرے ہیں، ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ بکرماجیت

www.abulhasanalinadwi.org

کی کہانیوں کی تطبیق کے لئے آٹھ بکرماجیت درکار ہیں۔

بابر بہ عیش کوش

اُجین اپنے دورِ عروج میں بہت بڑا شہر تھا، جہاں چار سُو عیش و طرب کا بازار گرم تھا، لیبان اپنی کتاب "تمدّن ہند" میں یہاں کے ایک مکان کے بارے میں لکھتا ہے :۔

"اس مکان میں آٹھ مختلف درجے ہیں جن میں پتھروں کی پچّے کاری ہے اور نہایت پُرتکلّف قالین بچھے ہوئے ہیں، دروازوں کی محرابوں پر سونے کے پتّر جڑے ہوئے ہیں، اور قیمتی پردے پڑے ہوئے ہیں، ستونوں پر بلّور کے کاسے اور ظروف رکھّے ہیں، جابجا دیواروں پر سونے کے پتّر اور پُرتکلّف رنگ آمیزیاں ہیں، زینے اور سیڑھیاں سنگ مرمر کی ہیں، پردوں کی جھالروں میں موتی کی لڑیاں ٹکی ہوئی ہیں، طویلے میں کثرت سے بیل، بھینس، بکرے، گھوڑے، بندر اور ہاتھی بندھے ہوئے ہیں، جابجا قمار بازی کی میزیں ہیں، ہر قسم کے اربابِ نشاط موجود ہیں، باورچی خانہ وسیع اور ہر وقت گرم ہے، اور راجہ کا برہمن مسخرہ میز یا جو کھانے کا بڑا شائق ہے، اس کو اندر کی جنّت خیال کرتا ہے، احاطہ کی دیوار پر دکانیں بنی ہوئی ہیں جن میں عطار، جوہری وغیرہ بیچنے میں مصروف ہیں، اور ایک مینا بازار کا لطف آرہا ہے، نوکروں اور طفیلیوں کی ایک پلٹن ہے، مشک آلود پان اور سپاری چبا رہے ہیں، اور مُسکر مشروبات پی رہے ہیں، جابجا حوض ہیں جن میں زعفرانی پانی بھرا ہوا ہے، چڑیا خانوں کی سلاخیں طلائی ہیں، اور ان میں ہر قسم کے پرندے اپنا لُطف دکھا رہے ہیں، اس مکان کے گرد سرسبز باغ ہے جس میں جابجا ریشمی جھولے لٹکے ہوئے ہیں۔"[1]

---

[1] تمدّن ہند ص ۲۹۴-۹۵

www.abulhasanalinadwi.org

اجین کا ہندستان کے سات معتبر شہروں میں شمار تھا، یہ اس شاہراہ پر واقع تھا جہاں سے مغربی ہند کی بارونق بندرگاہوں تک راستہ جاتا تھا، اس طرح اس میں دو خوبیاں جمع ہوگئی تھیں، وہ یاترا کا مشہور مقام بھی تھا، اور تجارت کی منڈی بھی، یہ ہندی علم ہیئت کا مرکز تھا، اور یہیں سے طول بلد کا شمار ہوتا تھا۔

اسلام اور مسلمان صوفیاء کی آمد

۱۲۳۵ء میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا، اکبر کے عہد میں اجین مالوے کا دارالسلطنت قرار پایا، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مسترشد مولانا مغیث الدینؒ ۷۲۰ھ میں اپنے مرشد کی اجازت سے مالوہ تشریف لائے اور اجین میں دریا کے کنارے اقامت اختیار کرلی، وصال کے بعد وہیں مزار بنا دیا گیا، شیخ وجیہہ الدین یوسفؒ، شیخ کمال الدینؒ اور مولانا مغیث الدینؒ ان تین بزرگوں نے چودھویں صدی عیسوی میں چشتیہ سلسلہ کو مالوہ میں روشناس کرایا، بعد کو سلسلۂ چشتیہ کے کچھ اور بزرگ مثلاً قاضی اسحٰقؒ جو جید عالم تھے، یہ سلطان علاء الدین محمود کے مرشد تھے، اس علاقہ میں تبلیغ و اشاعتِ دین کے کام میں مصروف ہوگئے، ان کے علاوہ شیخ جمالؒ، شیخ احمد بن نعمت اللہؒ، شیخ عبدالغفورؒ، شیخ احمد متوکلؒ شیخ نورؒ، شیخ کمالؒ، شیخ ابراہیم نوری مرید شیخ علی متقیؒ، شیخ راج محمدؒ، ان بزرگوں نے یہاں تبلیغ و اشاعتِ دین میں زندگی گذار کر یہیں سفر آخرت کیا، ان تمام بزرگوں کے مزارات یہاں موجود ہیں، شیخ راج محمد کے مزار پر یہ بیت کندہ ہیں ؎

شیخ راجہ از محمد آں کہ بود — شاہد و مشہود در چشم شہود
رفت از کوئی ہو اور ملک ہو — در شمار نہصد و ہفتاد و دو

(مرآۃ العالم)

www.abulhasanalinadwi.org

اجمیر میں مسلمانوں کے عہد کے آثار ہنوز موجود ہیں، بیرون شہر ناصر الدین خلجی بادشاہ مانڈو کی محل سرا ہے جو کالیہ دیہہ کے نام سے مشہور ہے، اس عمارت کے قریب شیر اندی پر بند تعمیر کر کے ناصر الدین نے باغ و محل تعمیر کیا تھا جو شکستہ حالت میں ہے، یہیں ایک رصد گاہ بھی تھی جو اب اینٹ و پتھر کا ڈھیر ہے، ایک شاہی مدرسہ تھا جس کے کمرے اس کی عظمتِ رفتہ کی یاد دلاتے ہیں، مختار خاں کا باغ اب ویران ہے اور اس کے مقبرہ پر کتبہ کندہ ہے ؎

معدن فضل و کرم مختار خاں — سبزواری و حسینی بالیقیں
زد رہیجا شہسوار یکہ تاز — حامی دیں مالک تیغ و نگیں
آں سہی سرو ریاضِ مرتضےٰ — آن گل بستانِ خیر المرسلینؐ
آسماں قدرے کہ مہر دولتش — کرد روشن سر بسر روئے زمیں
ریخت چوں فردوس رنگ روضۂ — گلشن بے مثل چوں گلزارِ چیں
ہر گلے رشک بہارِ جنت است — بلبلانش در ترنم بے قریں
در طراوت رنگ گلزارِ ارم — از صفا آرام گاہِ حورِ عیں
می تراود از زبان ہر گیاہ — ذکر طبتم فادخلوہا خالدین
شد رقم تاریخش از کلکِ سخن — باطریق تعمیر بازیب و زیں
آبرو از روئے رضواں در ربود — گلشنِ بے مثل در دنیا و دیں

اس شہر میں چند مقابر بھی ہیں جو غالباً ان بزرگوں کے ہیں جن کا ذکر گذر چکا۔

اجمیر کا مصروف پروگرام

اجمیر میں ہمارے قافلہ کا صرف ۲۴ گھنٹے قیام تھا، مقامی احباب نے

www.abulhasanalinadwi.org

(جن میں پیش پیش مولوی قاضی افتخار الدین ندوی تھے) اس مختصر وقت میں ہمہ گیر پروگرام بنایا تھا، نماز عصر سے قبل اپنی قیام گاہ سے ہم شہر سے چند میل کے فاصلے پر اس مقام کو دیکھنے روانہ ہوئے جہاں پر مجوزہ دینی مدرسہ قائم ہونا تھا، مہمان دو کاروں میں اور ایک بڑی بس میں مقامی لوگ سوار تھے ــــ چند منٹوں میں ایک سرسبز و شاداب، کشادہ مقام تک پہونچے، راہ میں چند منٹ کے لئے ایک مسجد میں قائم مدرسہ کا سرسری معائنہ کیا یہ مدرسہ نومسلم مہتر برادری کے بچوں کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا ہے، مدرسہ کے مدرس دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور اچھے جذبے کے نوجوان، حضرت مدظلہ نے اساتذہ کی ہمت افزائی کی، مدرسہ کی ترقی اور علم دین کی اشاعت کے لئے دعاء ہوئی، نماز عصر گاؤں کی مسجد میں ادا کی گئی، اس گاؤں میں چھیپا برادری کی بڑی تعداد ہے، مسجد کے سامنے ایک صاحب نے چھپے ہوئے کپڑوں کے بہت سے نمونے دکھائے اور چائے سے تواضع کی۔

اجین کے احباب جس جگہ دار العلوم کی عمارت بنانا چاہتے ہیں، اس زمین کو حاجی عثمان صاحب نے مدرسے کے لئے وقف کیا ہے، اس زمین سے متصل ایک چار دیواری میں چند مزارات ہیں، سب نے وہاں فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا، مقامی حضرات نے صاحب مزار کے سلسلے میں بتلایا کہ یہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں سے ہیں، غالباً یہ مزار مولانا معیت الدینؒ کا ہو، جو اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ایماء سے ساتویں صدی ہجری میں تشریف لائے تھے، ان کا یہیں انتقال ہوا تھا، مزار پر کوئی کتبہ نہیں تھا، اجین میں مدرسے کے قیام اور اس کی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت مدظلہ کی ایماء سے مولانا معین اللہ صاحب ندوی نے مفید مشورے دیئے، مجوزہ مدرسے

www.abulhasanalinadwi.org

کی کھلی زمین پر سب لوگ بیٹھے تھے، حضرت مدظلہ نے چند ہدایتی کلمات فرمائے اور دعاء کی ۔ سورج ڈھل رہا تھا اور ہمیں شہر کی ایک مسجد میں نماز پڑھنی تھی، وہیں تبلیغی جماعت کے اجتماع میں حضرت مدظلہ کا خطاب تھا، یہ مسجد قلب شہر میں ہے، مسجد کی تعمیر و توسیع کا کام جاری تھا، اس کا عالیشان منارہ اپنی ندرت، جدت اور خوبصورتی میں مثالی ہے، مسجد سے چند گز کے فاصلے پر ایک بہت بڑا مندر ہے، مقامی احباب سے معلوم ہوا کہ مسجد کے مینار کی مندر سے زیادہ بلندی پر تنازعہ پیدا ہوا تھا لیکن وہ مسئلہ سلجھ گیا۔

مسجد نمازیوں اور تقریر سننے کے لئے دور دور سے آئے ہوئے لوگوں سے پُر ہو چکی تھی، حضرت مولانا مدظلہ نے دعوت و تبلیغ کے موضوع پر مختصر و مؤثر تقریر فرمائی، شرک و بُت پرستی کے صدیوں کے مرکز میں دعوتِ دین کی اہمیت و ضرورت بیان فرما کر سامعین کو اس میں حصہ لے کر اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی ہدایت فرمائی، حضرت مدظلہ کی تقریر سے پہلے مقامی امیر جماعت اسٹر عزیز الرحمن صاحب نے اپنی تمہیدی تقریر میں تبلیغی کام کے برکات و ثمرات کا ذکر کیا اور حضرت مدظلہ کا تعارف کرایا۔

عشاء بعد اسی مسجد کے سامنے چوراہے پر جلسۂ عام منعقد ہوا، رات کا کھانا قصاب برادری کے ایک متموّل فرد جناب محمد حسین صاحب کے یہاں تھا جتنے بھی مہمان اس پروگرام میں شرکت کے لئے اجین آئے تھے، وہ سب کھانے میں شریک تھے، کھانے سے جلد فارغ ہو کر ہم لوگ جلسہ گاہ روانہ ہوئے۔

اشوک اور بکرماجیت کی نگری میں حق و انصاف کا پیام

خطاب عام شہر کے مرکزی علاقے کے ایک چوراہے پر تھا، یہ چوراہا کئی سڑکوں کا سنگم ہے

www.abulhasanalinadwi.org

درمیان میں ایک خوبصورت پارک آئی لینڈ کی شکل میں بنا ہوا ہے، عام طور پر مشغول سڑکوں اور بازاروں میں کسی ایسے جلسے کو منعقد کرنا جس کا موضوع ہنگامی اور سیاسی قسم کا نہ ہو بلکہ دینی، دعوتی اور اخلاقی ہو، مناسب نہیں ہوتا، سڑکوں پر سواریوں کی آمد و رفت، تماشائیوں کی کثرت وہ سکون اور سنجیدہ فضا نہیں بننے دیتی جو مطلوب ہوتی ہے، لیکن منتظمین جلسہ کی اس میں یہ مصلحت تھی کہ غیر مسلم بھائی جو عام طور پر مسلم محلوں، مسجدوں اور کسی مسلم ادارے میں منعقد ہونے والے جلسے میں بڑی تعداد میں نہیں پہونچتے یہاں شریک ہو سکتے ہیں، چاروں طرف بڑی بڑی عمارتوں میں وہی آباد ہیں، بہرحال کان میں آواز پڑے گی، پروگرام طے تھا، جگہ کا تعین اور اشتہارات کے ذریعہ اعلان کیا جا چکا تھا، عین وقت پر تبدیلی مناسب نہیں تھی، بنام خدا جلسے کی کارروائی کا آغاز ہوا، تلاوت قرآن مجید کے بعد ایک مقامی شاعر نے نعت پڑھی، اسٹیج پر عمائدین شہر تشریف فرما تھے، جن میں قاضی صاحب اور ان کے صاحبزادے نمایاں تھے، جلسے کو مولوی قاضی افتخار الدین صاحب ندوی نے کنڈکٹ کیا، ٹریفک کا شور بتدریج کم ہوتا گیا، لوگ چاروں طرف سے سمٹ کر جلسہ گاہ میں جمع ہونے لگے، راقم سطور نے تمہیدی تقریر کی، اس کے بعد ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب نے ایک پُرمغز و مؤثر تقریر کی جس میں اس بات پر زور دیا کہ پانی من کو دھونے اور دلوں کو صاف کرنے کی ضرورت ہے، بعد میں حضرت مدظلہ سے تقریر کی درخواست کی گئی، فرش اور اطراف کی کرسیاں سامعین سے پُر ہو چکی تھیں، دور دور تک سڑکوں کے کنارے، فٹ پاتھ پر اور عمارتوں کی بالکنیوں پر عوام کا جم غفیر تھا، سب سکون، دلچسپی اور حیرت و استعجاب سے ان خیالات کو اور اس دعوت کو سن رہے تھے، جن سے ان کے کان تو نا آشنا تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن تھی یہ سب کے دل کی آواز ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

زندگی کا دستور العمل

حضرت مولانا مدظلہ نے حمد و ثنا کے بعد آیت "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ"[1] تلاوت کی اور فرمایا:-

"بزرگو اور بھائیو! دوستو اور عزیزو!

میں نے قرآن مجید کی جو آیت تلاوت کی ہے وہ نماز جمعہ کے خطبہ کا جزء ہے، ہر ہفتہ مسلمان اسے سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، چونکہ ہم عربی زبان سے ناواقف ہیں، عام طور پر خطبہ اور نمازوں میں جو عربی میں پڑھا جاتا ہے، اس کو غور کرنے کی چیز نہیں سمجھتے، بلکہ عبادت کا ایک وظیفہ سمجھتے ہیں، اس میں کیا سبق ہے؟ کیا پیغام ہے؟ اس پر غور کرنے یا کسی جاننے والے سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، انہی میں یہ آیت بھی ہے جو دراصل پوری زندگی کا منشور ہے (MANI FESTO) دستور العمل، ضابطہ، قانون، ہدایت نامہ (DIRECTIVE) ہے، اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے عدل کا، احسان کا، یہ نہیں کہتا کہ کس کے ساتھ انصاف و احسان کرنا چاہیئے بلکہ مطلق انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے، ہر شخص کو انصاف، احسان اور نیکی کرنا چاہیئے، اس کے بعد

---

[1] سورۃ النحل - ۹۰

www.abulhasanalinadwi.org

جب دینے دلانے کا ذکر آتا ہے تو اس میں تھوڑی سی تخصیص کرتا ہے "وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی" پھر اس میں بھی ذکر خونی رشتہ کا نہیں کہ چچا زاد بھائی ہوں، ماموں زاد ہوں، اولاد ہو، بلکہ کہتا ہے قریب والے لوگ، قربت کئی طرح کی ہوتی ہے، رشتہ کی قربت، پڑوس کی قربت، ہم وطنی کی قربت، پیشے کی قربت، قرآن مجید میں دوسری جگہ اس کی ذرا سی تشریح آئی ہے، زیادہ دور کے زیادہ قریب، اس میں بھی کچھ گنجائش ہے صرف یہی نہیں بلکہ خونی رشتے ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں، نامعقول باتوں اور نامناسب رویئے سے روکتا ہے، تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اجین شہر میں جس کی نسبت راجہ بکرماجیت کی طرف ہے انصاف یاد آتا ہے، سنا ہے کہ وہ ایک منصف بادشاہ تھا، آج کی دنیا انصاف اور احسان کو بھول چکی ہے، جس چیز کا دنیا میں سب سے زیادہ کال ہے وہ انصاف اور احسان ہے، انصاف دنیا سے بالکل ناپید تو نہیں ہوا، انصاف آج بھی کیا جا سکتا ہے لیکن انصاف کے چھوٹے چھوٹے دائرے اور گھروندے بن گئے ہیں۔

آج انصاف صورت پہچان کر، ناپ تول کر، دیکھ بھال کر، سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے، معاملہ اپنے کسی عزیز، کسی ہم مذہب، ہم برادری، ہم قبیلے کا ہو تو انصاف کے لئے دل کھل جاتا ہے، تقاضہ پیدا ہوتا ہے، انصاف کرنا آسان معلوم ہوتا ہے لیکن انصاف کا معاملہ کسی ایسے فرد کا ہو جس سے کوئی خونی رشتہ نہیں، جس کے ساتھ انصاف کرنے میں کوئی خاص مادّی فائدہ نہیں، تعریف و تحسین نہیں بلکہ تنقید کا اندیشہ ہے تو وہاں انصاف کے لئے قدم نہیں اٹھتا، قلم نہیں چلتا۔

انصاف کے لئے بھی کسی ٹریڈ مارک، برادری، خاندان، دیش اور قوم (NATION) کی ضرورت پڑتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مگر وہ انصاف جو برائے انصاف ہو، وہ انصاف جو خدا کا حکم سمجھ کر کسی کا حق مان کر کسی سچائی کو تسلیم کر کے کیا جائے اور جو بے لاگ ہو، غیر جانبدار ہو، وہ انصاف بہت مشکل ہے، اور اس انصاف کے لئے وہی اللہ کے بندے تیار ہوتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف اور انسانیت کا احترام ہوتا ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔

ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

حدیث میں آتا ہے "الخلق عیال اللہ" ساری مخلوق اور جتنے انسان ہیں، وہ خدا کا کنبہ ہیں، یہ آخری بات اس مذہب نے کہی ہے، جس کو عقیدۂ توحید پر ذرا سی آنچ گوارا نہیں، آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں ہر وہ چیز جس سے توحید مجروح ہوتی ہو ناپسندیدہ ہے، یہاں تک کہ گنتی میں بھی وتر کو پسند کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں جو مذہب اتنا حساس (SENSIFIVE) ہو وہ مذہب تمام مخلوق کو خدا کا کنبہ کہتا ہے یہ کتنی بڑی بات ہے، قرآن مجید کا تہائی حصہ عقیدۂ توحید پر مشتمل ہے، سورۂ اخلاص کو قرآن مجید کا ۱/۳ حصہ کہا گیا ہے، اس میں ہے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجئے اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے۔ سب اس کے ضرورت مند ہیں اور اس کو کسی کی ضرورت نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں)۔

وہ اسلام جس نے سورۂ اخلاص کو "قلب قرآن" اور "ثلث قرآن" کہا ہے، خدا کی مخلوق اور خدا کے بنائے ہوئے انسانوں کو چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت کے ہوں، چاہے وہ کسی بھی دیس اور ملک کے ہوں، چاہے وہ کسی بھی نسل یا رنگ کے ہوں، چاہے

www.abulhasanalinadwi.org

کسی بھی خاک وخون کے ہوں، اللہ کا کنبہ اور خاندان قرار دیا ہے، اللہ نے سب انسانوں کی پرورش اپنے ذمہ لی ہے۔

انسانوں میں خدا کا پیارا کون ہوگا؟ وہ نہیں جو بہت زیادہ عبادت کرے اور مالا جپے، بلکہ وہ زیادہ پیارا ہوگا جو اس کے کنبے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے، تمام انسانوں کو خدا کا کنبہ کوئی اور مذہب قرار دیتا تو ذہن اسے قبول کرسکتا تھا، لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ مذہب جو توحید کے بارے میں ایسا ذکی الحس ہے کہ دوسرا کوئی مذہب نہیں، وہ اسلام کہتا ہے کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، یہ آخری بات ہے جو اس مذہب نے کہی، اب کہنے کی کوئی بات باقی نہیں رہی۔

انصاف بے رنگ ہوتا ہے

انصاف واحسان کو اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ مخصوص نہیں کیا، وہ تو آسمان سے برسنے والے پانی کی طرح بے رنگ ہوتا ہے، اگر آپ اس پانی کو کسی رنگین بوتل میں ڈالتے ہیں تو رنگین نظر آتا ہے لیکن جب آسمان سے پانی برسا تھا تو اس کا کوئی رنگ نہیں تھا، اسی طریقہ سے انصاف واحسان کا کوئی رنگ نہیں ہے، ہاں اگر انصاف کرنے والا مسلمان ہے تو اس کی نسبت سے کہا جائے گا کہ مسلمان منصف، اگر ہندو ہے تو کہا جائے گا کہ ہندو منصف مسلمان اور ہندو یہ تو بوتلوں کے رنگ ہیں لیکن انصاف اور احسان کا کوئی رنگ نہیں، یہ تو بے رنگ ہیں، بے رنگ رہیں گے اور انھیں بے رنگ رہنا چاہئے۔

کہا گیا ہے "اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ" یہ عمومی حکم ہے "اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالعَدلِ مَعَ المسلمین، اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالاِحسان الی المسلمین" نہیں کہا گیا،

www.abulhasanalinadwi.org

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا گیا ہے دنیاؤں کا پالنے والا "رَبُّ المسلمین رَبُّ الھنود، رَبُّ المسیحیین، رَبُّ العرب، رَبُّ العجم" یعنی مسلمانوں کا رب، ہندوؤں کا رب، عیسائیوں کا رب، عربوں کا رب، عجمیوں کا رب نہیں کہا گیا۔

تمام جہانوں کا پالنہار، ستارے، چاند، سورج، کہکشاں نظامِ شمسی، دنیا کے تمام برِّ اعظم، نباتات، حیوانات غرض پوری کائنات کے رب نے عدل و انصاف کو بالکل عام رکھا ہے، وہ قومی انصاف، ملکی انصاف، خاندانی انصاف (FAMILY JUSTICE) نہیں، عام انصاف ہے "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" میں یہی عمومیت ہے۔

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا "وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی[1] کسی گروہ کسی جماعت کسی برادری سے اگر تم کو تھوڑی شکایت ہو کدورت ہو دل میں میل ہو تو یہ بات تمھیں اس حد تک نہ آمادہ کرے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرو، جب بھی موقع انصاف اور تول کا آئے تو ترازو جھکنے نہ پائے، پورا پورا حق دو، انصاف سے کام لو کیونکہ یہ خدا کو خوش کرنے والی چیز اور اس کی ہدایت پر عمل ہے۔

یاد رکھئے! عدل و انصاف اور احسان کو عام ہونا چاہئے ہم سب کو، خواہ ہم کسی قوم کسی مذہب کے ماننے والے ہوں، ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں روزی پہونچانے والے ہمارے مالک نے حکم دیا ہے کہ انصاف و احسان میں تفریق نہیں ہونی چاہئے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دینی چاہئے۔

میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر تم خدا کے ماننے والے ہو تو تم کو انصاف و احسان

---

[1] سورۃ المائدۃ ۸۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے کہ ہماری برادری، ہمارے مذہب، ہمارے عقیدے کا ہے، اللہ تعالیٰ کا معاملہ سب کے ساتھ یکساں ہے، اس کی محبت عام ہے، وہ سب سے پیار کرتا ہے، سب کو رزق دیتا ہے، سب کو خطرے سے بچاتا ہے، اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ مامتا اور محبت رکھتا ہے، اس کی ہوا ایک رنگ، اس کا پانی بے رنگ، اس کی نعمتیں عام، وہی خدا یہ چاہتا ہے کہ انصاف بے لاگ، بے رنگ ہو، اس میں کوئی تفریق اور امتیاز نہ ہو، اپنے اپنے دور میں تمام اچھے لوگوں نے اس پر عمل کیا اور تاریخ میں اپنا نام روشن کر گئے، ہم نے تاریخ میں پڑھا ہے کہ آپ کے شہر اُجین میں راجہ بکرماجیت کا راج انصاف کا راج تھا، اسی بادشاہ کے نام سے بکرمی جنتری چلتی ہے، خدا کو اس کی کوئی بات پسند آئی کہ اس کی جنتری آج تک زندہ ہے، اور نہ جانے کتنی جنتریاں ختم ہو گئیں، ہجری سن اور عیسوی سن دو پیغمبروں کے نام سے ہیں ان پر تو ہمیں تعجب نہیں، ان کو تو زندہ رہنا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ ان کی تعلیمات ان کے ماننے والے دنیا میں زندہ ہیں لیکن بکرمی جنتری کیوں زندہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو اس کی کوئی بات پسند آئی، اور جیسا کہ مشہور ہے اور ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ انصاف کرنے والا تھا، کاش! ایسا انصاف آج بھی ہوتا۔

عالمی بگاڑ کا سبب

دنیا میں اس وقت جو بگاڑ آیا ہوا ہے یہ انصاف اور احسان کے صحیح ناپ تول نہ ہونے کی وجہ سے ہے، ترازو نہیں دیکھتی کہ تولنے والا کون ہے، اور کیا رکھا گیا ہے؟ ترازو صحیح ہے تو صاف بتا دیتی ہے کہ یہ اتنے سیر ہے، اس کا اتنا وزن ہے، ترازو میں ایک رتی کا فرق نہ ہوگا، چاہے ہیرے جواہرات تُلیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کرنے والوں، سیاست دانوں، دانشوروں، عالموں، شاعروں، فلسفیوں، محققوں، مفکروں اور ادیبوں کو ترازو ہی کی طرح منصف ہونا چاہیئے تھا، امریکہ میں انصاف ہوتا تو اسرائیل کا خنجر عربوں کے سینے میں نہ گھونپا جاتا۔ برطانیہ میں انصاف ہوتا تو سو برس ہمیں غلام نہ رہنا پڑتا، ہماری جائدادیں تباہ، ہماری صنعت مفلوج نہ ہوتی، اور ہمارے سر پر آرے نہ چلائے جاتے تو آبادی اتنی نظام دنیا میں قائم نہ ہوتا، اور اگر آج ہمارے ملک میں انصاف ہوتا تو فسادات نہ ہوتے، تنکا نیتیں نہ ہوتیں، مقدمات عدالتوں میں نہ جاتے، اسٹرائکیں اور مظاہرے نہ ہوتے جب انصاف تھا تو شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔

دو سبق آموز واقعات

انصاف کا ایک واقعہ سنئے، مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضؓ جو مصر کے فاتح بھی تھے ان کی گورنری کے زمانہ میں ایک مرتبہ ایک گھوڑ دوڑ ہوئی، اس ریس میں ان کا بیٹا بھی شریک تھا، اس کے گھوڑے سے آگے ایک قبطی کا گھوڑا بڑھنے لگا تو گورنر زادے نے اس قبطی کو ایک طمانچہ مارا، یہ کہتے ہوئے کہ لو شریف زادے کا تھپڑ ایسا ہوتا ہے، وہ معمولی شہری تھپڑ کھا کر سیدھا مدینہ پہونچا اور اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے شکایت کی، وہاں سے طلبی ہوئی کہ گورنر عمرو بن العاص رضؓ مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، دونوں پہونچے، ایک دربار سا لگا، اور حضرت عمر رضؓ نے سب کے سامنے اس قبطی کو کہا کہ ایک تھپڑ اسی طرح تم گورنر زادے کو میرے سامنے مارو جیسا اس نے تمہیں مارا تھا، اس قبطی نے تھپڑ مارا، اس کے بعد جو الفاظ حضرت عمر رضؓ نے کہے وہ ہم کو فخر کرنے کے لائق ہیں، انھوں نے کہا کہ:۔

www.abulhasanalinadwi.org

"تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا حالانکہ یہ اپنے ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے"۔

ہمیں اس واقعہ پر اور حضرت عمرؓ کے انصاف پر فخر کرنا چاہئے، ہم کو جیسے بکرماجیت پر فخر کرنے کا حق ہے کہ وہ انسان تھا اور جس انسان سے اچھا کام ہو وہ ہم تمام انسانوں کی دولت اور ملکیت ہے۔

ایک واقعہ ہمارے ملک ہندوستان کا سنئے جو ابھی سو برس کے اندر پیش آیا، کانپور ضلع یا مظفر نگر کے کسی مقام پر ایک زمین کے سلسلے میں دو دعویدار پیدا ہو گئے، مسلمان کہتے تھے یہ مسجد ہے، ہندو بھائی کہتے تھے یہ مٹھ ہے، مقدمہ جج کے پاس گیا، جج نے دونوں طرف کی شہادتیں سنیں، دونوں فریق بڑے ماہر وکیلوں کو لائے تھے، جج انگریز تھا، اور شاید شریف اور باہمت، اس نے کہا کہ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس پر دونوں فریق کو اتفاق ہو، ہندو بھائیوں نے کہا ہاں ایک مسلمان مولوی صاحب محمود بخش ہیں (یہ بزرگ حضرت مولانا الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت کے خاندان سے تھے، جن کی تبلیغی دعوت آج پوری دنیا میں عام ہے) ہندوؤں نے کہا کہ اگر اس بستی میں کوئی سچ بول سکتا ہے تو وہ مولوی محمود بخش ہیں، انگریز جج کو تعجب ہوا کہ ہندو ایک مسلمان مولوی کا نام لے رہے ہیں اور ان کی گواہی پر فیصلہ کو تیار ہیں، چپراسی بھیج کر مولوی صاحب کو بلوایا گیا، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے آج تک انگریز کا منھ نہیں دیکھا اور آئندہ بھی نہیں دیکھوں گا، انگریز جج بھی عجیب قسم کا تھا، اس نے کہلایا کہ ان سے کہدینا کہ میرا منھ نہ دیکھیں منھ پھیر کر کھڑے ہو جائیں، مگر بات کہہ دیں، اب ایسے انگریز اور حاکم کہاں ہوتے ہوں گے؟ چپراسی دوبارہ یہ پیام لے کر گیا، مولوی محمود بخش آئے اور واقعی انگریز جج کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کھرے لہجے میں کہا

www.abulhasanalinadwi.org

"پوچھ! کیا پوچھے ہے"؟ انگریز جج نے کہا کہ فلاں جگہ کے بارے میں ہندو اور مسلمان دو فریق ہیں، ایک اسے مٹھ کہتا ہے دوسرا مسجد، آپ بتلائیں کہ یہ جگہ کس کی ہے؟

مولوی محمود بخش نے کہا کہ "سچی" بات تو یہ ہے کہ یہ مٹھ تھا، یہ مسجد نہیں تھی، مسلمان غلط کہتے ہیں۔

یہ ہے صحیح کردار، یہ ہے صحیح کیریکٹر، آج ہم سب اس راہ پر چلتے تو دنیا کی یہ حالت نہ ہوتی، روس اور امریکہ آج کی دنیا کے یہ دو چودھری پرلے درجے کے ناانصاف اوّل درجے کے بے ایمان، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا فائدہ کس میں ہے، اسرائیل کا معاملہ لیجئے ــــــ

ــــــ اندھیر، بلکہ اندھیرے سے بڑھ کر کوئی اندھیر کہہ سکتے ہیں، بیچارے مسلمان عرب سیکڑوں برس سے جس خطۂ زمین پر آباد تھے اور جس کا چپہ چپہ ان کا تھا، ان سب کو بے دخل کر کے امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، برطانیہ، جرمنی اور روس کے یہودیوں کو لا کر بسا دیا گیا، ان کی حکومت قائم کر دی گئی، یہ میں نے ایک مثال دی ورنہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتنی ناانصافیاں کتنی قوموں کا خون، کتنی سچائیوں کا خون اس دنیا میں ہو رہا ہے اور سب کچھ ٹھیک ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، اللہ تعالیٰ عدل کا، انصاف کا، احسان کا حکم دیتا ہے۔

کوئی بھوکا ہو تو کھانا کھلاؤ، کوئی پیاسا ہو تو پانی پلاؤ، کوئی بیمار ہو تو عیادت و تیمارداری کرو، چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت کا کسی بھی رنگ و نسل کا ہو، تم جج ہو تو صاف فیصلہ کرو، حاکم ہو تو سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرو، دفتر کے ملازم ہو تو سب کی خدمت کرو، محلہ دار ہو تو سب کی خبر گیری کرو، اگر شہری ہو تو سب کے دکھ درد میں شریک رہو،

www.abulhasanalinadwi.org

اگر تم ایسا کروگے تو اپنے مذہب کی خدمت کروگے، اپنے کو ایک اچھا شریف شہری ثابت کروگے۔

آج اسی چیز کی کمی ہے، اگر حکومت کی سطح پر اس کے وسائل ریڈیو اور ٹیلیویژن پر، ہماری تعلیم گاہوں میں مجلسوں، سبھاؤں میں، مسجدوں میں، مندروں میں، مدرسوں میں، پاٹھ شالاؤں میں، شادیوں میں اور تقریبات میں اسی بات کا چرچا ہوتا تو ملک کی قسمت بدل جاتی اور یہ ملک حقیقت میں جنّت کا نمونہ بن جاتا۔

آج ہمارے ملک کا یہ حال ہے کہ ہر چیز کی بوتل دیکھی جاتی ہے کہ یہ کس رنگ کی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس میں کیا ہے اور کیا ڈالنا ہے۔

تمام دنیا کے انسان خدا کے لگائے ہوئے باغ کے پھول اور کلیاں ہیں، ہمارے ملک میں انسانیت کے باغ کے نہ جانے کتنے غنچے بن کھلے مُرجھا جاتے ہیں، بچے مارے جاتے ہیں، عورتوں پر ظلم ہوتا ہے، برسوں کی کمائی کو پھونک دیا جاتا ہے یہ سب کون کراتا ہے؟ یہ ہمارے اندر بیٹھا ہوا راکشس کراتا ہے، ہمارا دل پاپی ہو گیا ہے، اسی لئے ڈاکٹر اشتیاق صاحب نے کہا کہ دلوں کو دھونے کی ضرورت ہے۔

ہندستان کی زمین تیار کیجئے

بھائیو! ہمارا پیغام یہی ہے کہ آدمی بنو، کوئی زمین تو چاہیئے جس میں کچھ بویا جائے، زمین تو پیدا کرو جس پر بیج ڈالا جائے، بیج اگر سڑا گلا ہوگا تو کچھ نہیں نکلے گا، ہندستان کی زمین تیار کیجئے تاکہ اچھے بیج ڈالے جائیں، دلوں کی زمین تیار کیجئے تاکہ اچھی تخم ریزی کی جائے، دماغوں کو تیار کیجئے تاکہ اچھی بات سُن سکیں، آج ہمارے پرائمری اسکولوں سے لے کر کالج، یونیورسٹی کی سطح تک کہیں اخلاقی تعلیم نہیں دی جاتی، آدمی بنانے کی کوشش

www.abulhasanalinadwi.org

کیجئے، لوگ جانور بننا چاہتے ہیں، انسانیت سے اکتا گئے ہیں، آدمیت سے بیزار ہیں، پھر وحشت و بربریت کے دور، غاروں کی زندگی کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں، آپ انھیں آدمی بنانے کی کوشش کیجئے، اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے مسلمان بھائیوں پر ہے، بڑی ذمہ داری اس لئے کہتا ہوں کہ یہ بڑا دعویٰ رکھتے ہیں، یہ دعویٰ بے جا نہیں، اس لئے کہ یہ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں، ان کی زندگی کا مشن ہی یہی ہے، ان کو خدائی پولیس ہونا چاہئے، مظلوم کی مدد، کمزور کی دستگیری، مخلوق کی خدمت ان کا شعار ہونا چاہئے۔

اجین کے لوگوں پر خاص طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انصاف اور احسان کی قدر کریں، یہاں ایسا ماحول بنے جس میں ہر شخص کو پوری آزادی حاصل ہو اور اس کا حق ملے، اس کی صلاحیت کے مطابق وہ جہاں تک ترقی کرنا چاہے ترقی کر سکے، سارے ہندوستان میں اس کی کوشش کرنی چاہئے، جانوروں کی طرح جینے میں زندگی میں بھی کوئی مزہ ہے؟

بس یہی ہمارا پیام ہے، اس کو بخوشی، عبادت سمجھ کر، مذہب کا جوہر سمجھ کر، اس کی روح سمجھ کر کیا جائے، ہمیں اس کی کوئی سیاسی ضرورت نہیں، یہ خالص روحانی، اخلاقی، انسانی، ربانی اور خدا پرستی کی مہم ہے، ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم سچے مذہبی مسلمان بنو، تم نمازیں پڑھو ہم نے جو کچھ کہا یہ ہمیں نمازوں نے سکھایا، قرآن نے بتایا، ہم آپ سے بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرو، نمازیں جاندار بناؤ، آپس میں محبت و اتحاد پیدا کرو، اس کے ساتھ ساتھ انصاف اور احسان سب کے ساتھ عام ہو، ایک شریف شہری، ایک خادمِ خلق کی حیثیت سے تمھیں دنیا میں رہنا اور نفع پہونچانا چاہئے، تمھارا فیض عام ہو، تم جس جگہ ہو وہاں رحمت کے فرشتے سمجھے جاؤ، اس جگہ کو چھوڑ کر جانا چاہو

www.abulhasanalinadwi.org

تو لوگ تمھیں جانے نہ دیں۔

دلوں میں جگہ پیدا کیجئے

اس ملک میں ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں انھوں نے جانا چاہا تو غیر مسلموں نے ان کی جدائی گوارا نہیں کی اور انھیں جانے نہیں دیا۔

پانی پت کے مولانا لقاء اللہ عثمانی بڑے فرشتہ خصلت اللہ والے آدمی تھے ۱۹۴۷ء میں سب لوگ چلے گئے وہ اپنی جگہ پر رہے، عرصہ بعد ایک مرتبہ گھبرا کر کہنے لگے کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں، اگر مر جاؤں گا تو مسلمانوں کی طرح دفن کرنے والا کوئی نہ ملے گا، اب مجھے اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں میں پاکستان جانے دو، وہاں کے ہندو اور سکھ شرنارتھیوں نے جواب دیا کہ:۔ مولوی صاحب یاد رکھو، جانے نہیں پاؤ گے، اگر تم جاؤ گے تو جس تانگہ پر بیٹھے ہو گے اس کے پہیوں کے سامنے ہم لیٹ جائیں گے، ہماری چھاتیوں پر سے گذر کر جا سکتے ہو۔

مگر ہم تمھیں چھوڑیں گے نہیں، یہیں جینا، یہیں مرنا، ہم مسلمانوں کو کہیں سے لا کر بسا دیں گے، تمھارے آخری رسوم جو ہوتے ہیں وہ ادا کر دیئے جائیں گے، غرض وہ ٹھہر گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

اس طرح ہونا چاہئے، اس میں زندگی کا لطف ہے، محبت و اخلاق سے بڑھ کر کسی چیز میں لذت نہیں، جس نے محبت کرنا نہ سیکھا اسے زندگی میں کوئی مزہ نہیں آیا۔

میں نے اپنی بات کہہ دی، میرے بعد جو بھائی تقریر کریں گے وہ آپ کا دل خوش کر دیں گے اور آپ کی جھولی بھر دیں گے، اگر مجھ میں ہمت ہوتی اور صحت بہتر ہوتی تو میں بھی بیٹھتا اور فائدہ اٹھاتا لیکن کل بہت دیر میں سونا ہوا، بھوپال میں بہت بڑا جلسہ تھا، جیسا کہ ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب نے کہا ہے جو میرے معالج بھی ہیں کہ مسلسل جاگنے اور سفر سے کہیں

www.abulhasanalinadwi.org

میں بیمار نہ پڑجاؤں جس سے آپ ہی کو زحمت پیش آئے گی، میں اجازت چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کوئی صاحب اپنی جگہ سے نہ اٹھیں، ہمارے بھائی پاریکھ صاحب آئیں گے اور وہ آپ کو بتائیں گے کہ زندگی گذارنے کا انسانی، ایمانی، روحانی اور اخلاقی طریقہ کیا ہے؟ ہم نے جینے کا سلیقہ سیکھا ہی نہیں اگر ہم جینے کا سلیقہ سیکھتے تو ہمیں دیکھنے کے لئے دُور دُور سے لوگ آتے کہ چلو زندگی کا مزہ تو وہاں ہے جہاں خدا کا نام لینے والے اچھے انسان بستے ہیں۔

میں آپ کے اس عظیم مجمع کو دیکھ کر جو بازار اور سڑکوں پر اتنے اطمینان سے ہماری بات سن رہا ہے، بہت خوش ہوں، یہ بڑی صحت مند اور اچھی علامت ہے کہ ہمارے ملک میں خلوص، نیک نیتی اور کھلے دل سے بات سننے کا شوق ہے، خدانخواستہ بار بار سیاسی تجربوں اور سیاسی لیڈروں کے وعدوں سے لوگ سب سے مایوس ہوگئے تو پھر خیر نہیں ــــ یہ جان کر کہ یہ کوئی الیکشن کی بات نہیں کریں گے، کسی پارٹی کے ایجنٹ نہیں ہیں، آپ نے سکون و خاموشی، تہذیب و شائستگی کے ساتھ ہماری بات سنی، اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اجازت چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ زندگی میں کبھی آئندہ اجمین کا سفر ہوا تو یہاں کا رنگ بہتر سے بہتر ہوگا۔"

اپنی نوعیت کا عجیب تجربہ

حضرت مولانا کی تقریر ختم ہوئی، ہزاروں کا مجمع تھا لیکن ایک قسم کی سکینت طاری تھی، طویل خاموشی اور سناٹا ــــ چوراہے کے جلسے کا یہ اپنی نوعیت کا عجیب تجربہ تھا، اسے تائیدِ الٰہی کے سوا کسی اور لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ــــ حضرت مدظلہ کے بعد عبدالکریم صاحب پاریکھ نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر شروع کی حسب معمول دھیمے لہجے میں ہاتھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی تقریر کا آغاز آیات قرآنی سے کیا، آہستہ آہستہ آواز بلند ہونے لگی اور مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا، سکوت وسناٹے کا یہ دوسرا دور تھا، پاریکھ صاحب انسانی تخلیق، جسم انسانی کے عجائبات سے گذر کر انسان کے مقصد حیات تک پہونچے اور عوام وخواص کی دلچسپی اور انہماک، تائید وتحسین میں بدل گئی، پاریکھ صاحب کا منفرد انداز بیان عوام وخواص، دوست ودشمن، مسلم وغیر مسلم سب کو متاثر کرتا ہے، مطالعۂ قرآن مجید کی برکت ہے کہ تقریر چاہے کسی بھی موضوع پر ہو، برمحل وبرجستہ آیات قرآنی ان کی زبان پر رواں ہوجاتے ہیں، مدھیہ پردیش کا علاقہ ہندی علاقہ ہے، پاریکھ صاحب اپنی تقریر میں ہندی الفاظ واصطلاحات کو نگینے کی طرح جڑ کر سامعین کے کانوں کے ذریعہ ذہن ودماغ پر چھا جاتے تھے ان کی تقریر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی، آخر میں تحریک پیام انسانیت کا مقصد قیام عملی پروگرام، طریقۂ کار اور حلف نامہ راقم سطور نے پیش کیا، قاضی افتخار الدین صاحب ندوی نے شکریہ کے کلمات کہہ کر جلسے کے اختتام کا اعلان کیا، اندور سے اور اطراف کے علاقہ سے لوگوں کی معتدبہ تعداد صبح ہی آچکی تھی، شام کو مولانا ابوالبرکات صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، سیٹھ ہارون رشید صاحب بھی اندور سے آکر شریک جلسہ ہوئے۔

جب اشوک کی زندگی میں انقلاب آیا

اجین میں انصاف، احسان، انسانیت واخلاق کی دعوت، انسانی جان کی قیمت واحترام کی بات، خونریزی اور غارت گری سے اجتناب کی ہدایت سن کر تعجب نہیں کہ سامعین میں سے کسی کو سمراٹ اشوک کی زندگی کا انقلاب یاد آگیا ہو۔

جنگ کلنگ میں جو ۲۶۱ قبل مسیح میں ہوئی تھی ایک لاکھ آدمی ہلاک ہوئے،

www.abulhasanalinadwi.org

ڈیڑھ لاکھ قید ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ قحط، وبا اور دوسری آفات کی نذر ہوئے، یہ تمام ہولناک واقعات اشوک کی آنکھوں کے سامنے ہوئے تھے، اسے اس کا احساس ہوا کہ ان تمام مصائب کا سبب اس کی اپنی ذات اور ملک گیری کی ہوس ہے، اس احساس نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا، اس نے مصمم ارادہ کیا کہ آئندہ ملک گیری کی ہوس میں بنی نوع انسان کو وہ مصائب کا شکار نہ کرے گا، وہ کہتا تھا کہ کلنگ کی جنگ کے موقع پر جتنے آدمی قتل کئے گئے یا قید ہوئے، ان کی تعداد کے سویں یا ہزارویں حصے کا نقصان بھی میرے لئے سخت افسوس کا باعث ہوگا"۔

اشوک اسی عہد پر کاربند رہا اور بقیہ زندگی جارحانہ جنگ سے گریز کرتا رہا، اسی زمانہ میں بدھ مذہب کی تعلیمات سے وہ متأثر ہوا، وہ کہتا تھا کہ "سب سے بڑی فتح وہ ہے جو قانون پرہیزگاری کے ذریعہ حاصل کی جائے"۔

جلسے سے واپسی ہوئی تو شب کا ایک بج چکا تھا، پارکھ صاحب چائے کے بڑے شائق ہیں، اتنی رات گذرنے پر بھی جب ان کے میمن عزیز نے چائے کی پیشکش کی تو وہ ان کے مکان روانہ ہوگئے، مقصد تنہا چائے نہ تھی گھر والوں سے ملاقات بھی تھی، انھوں نے شب میں وہیں قیام کیا، مولانا معین اللہ صاحب ندوی اپنی ہمشیرہ کے ہاں رہ گئے جن کا مکان جلسہ گاہ کے قریب ہی تھا۔

۵ر دسمبر ۷۷ء

صبح صادق سے پہلے تقریباً سب ہی بیدار ہو چکے تھے، حضرت مولانا کی بابرکت معیت سے سفر و حضر میں دعائے نیم شبی، اور آہ سحر گاہی کی نعمت غفلت کا شکار لوگوں کو بھی نصیب ہو جاتی ہے، آج بعد نماز صبح شہر کی ایک مسجد میں خواص سے خطاب تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

ٹھیک وقت پر ہم لوگ روانہ ہوگئے پہلے ماسٹر عزیز الرحمٰن صاحب کے ہاں حاضری ہوئی، انھوں نے ناشتہ کا اہتمام کیا تھا، ناشتہ میں ہم لوگوں کے علاوہ اندور، دھار، دیواس اور مختلف مقامات سے آئے ہوئے مہمان بھی تھے، ناشتہ کے بعد گھر کی خواتین حضرت مدظلہ سے بیعت ہوئیں، اس کے بعد مسجد سودا گران پہونچے لوگ منتظر تھے حضرت مدظلہ نے علم دین، دعوتِ دین اور مکاتب و مدارس کے قیام کی اہمیت پر مختصر تقریر فرمائی جس میں فرمایا کہ۔

علم، عقیدہ، عمل

"خدا کی ربوبیت کا تعلق اس کائنات کے ساتھ ازل سے رہا ہے اور ابد تک رہے گا، خدا سے بندے کا تعلق صرف عقیدے کا نہیں بلکہ عمل کا بھی ہے۔

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے دنیا کو پیدا کر دیا، اب اس کے نظم و انتظام سے اللہ کو تعلق نہیں، یہ تو ایسی بات ہوئی کہ شاہجہاں نے تاج محل بنا دیا، تاریخ میں بھی اس کا ذکر آگیا کہ شاہجہاں تاج محل بنا کر دنیا سے رخصت ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کا اس کائنات کے ساتھ ایسا تعلق نہیں، بلکہ اس نے پیدا کیا اور وہی چلا رہا ہے، ہر آن، ہر پل، ہر منٹ، یہ دنیا اس کے انتظام میں اور یہ کائنات اس کی نگرانی میں چل رہی ہے، خدا کے امر کا تعلق اس دنیا کے ساتھ قائم ہے اگر یہ تعلق قائم نہ رہے تو یہ دنیا چل ہی نہیں سکتی، انھیں دو حقیقتوں کو بتلانے کے لئے خدا کے پیغمبر آئے، خالقِ کائنات کے ساتھ بندے کا تعلق کیسا ہونا چاہئے اور کائنات کے مالک کا معاملہ بندوں سے کیا ہے، بندے کا اپنے رب کے ساتھ کیسا تعلق اور اپنے مالک کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہئے، اسی کا نام عبادت اور اطاعت ہے، بندے کا اپنے رب کی ربوبیت اور ذات و صفات

www.abulhasanalinadwi.org

کا علم، اس کو کس طرح سمجھنا چاہیئے، اس کا نام معرفت ہے اور اس کا کس طرح شکر ادا کرنا چاہیئے، اس کا نام حمد ہے، یہ تمام باتیں بتلانے کے لئے انبیاء آئے، ایسا مذہب ایسا دین جو ان ستونوں پر قائم ہو، جو طرفین کا تعلق متعین کرے، مخلوق کا خالق کے ساتھ اور خالق کا مخلوق کے ساتھ تعلق کس نوعیت کا ہوتا ہے، وہ دین جہالت اور غفلت اور کاروباری مصروفیت کے ساتھ نہیں حاصل کیا جاسکتا، قائم نہیں رہ سکتا، اگر کسی کو دفینے کے ذریعے کوئی دولت مل جائے تو وہ باقی نہیں رہتی ہے۔

بعض مذاہب وہ ہیں جو "نہ جاننے پر" زندہ رہتے ہیں، ان کی زندگی نہ جاننے میں ہے، جتنا کم پڑھا جائے، جتنی کم کرید کی جائے، جتنی کم روشنی ڈالی جائے، اتنی ہی ان مذاہب کی خیریت ہے، یہ مذاہب تو اس کی کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے مذہب کے بارے میں غور و فکر اور سوچ بچار کی فرصت نہ ملے، ان کی عافیت اسی میں ہے، اس مذہب کے پرچارک عوام کی اس جہالت سے مطمئن اور خوش رہیں گے، اس قسم کے مذاہب انسانوں کو جنت کے پروانے دیا کرتے ہیں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو مسجدوں میں جگہ کا الاٹمنٹ کرتے ہیں، ان مذاہب کی بقا، حفاظت اور جیت اسی پر ہے کہ ان کے بارے میں کم سے کم جانا جائے، اسلام ایک دین بھی "نہ جاننا" پسند نہیں کرتا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:-

"وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا"[1]

(اور وہ لوگ جنھیں اللہ کی نشانیاں یاد دلائی جاتی ہیں، وہ اندھے اور بہرے ہو کر اس پر نہیں گرتے۔)

---

[1] سورۃ الفرقان ۔ ۷۳

www.abulhasanalinadwi.org

"وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ"[1] (اور وہ لوگ آسمان وزمین کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں) قرآن سوچنے کی دعوت دیتا ہے، غور وتدبر پر ابھارتا ہے، وہ عمل پر زور دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کی دعوت دیتا ہے، کون سا عقیدہ صحیح ہے؟ توحید وشرک کے حدود کیا ہیں؟ اس کی تعلیم دیتا ہے، ایسے مذہب کے ماننے والوں کو ہر علاقہ اور ہر زمانہ میں دین کے جاننے کا انتظام کرنا لازمی ہے، کیونکہ ہمارے دین کی اساس "جاننے" پر ہے۔

علمِ دین، دعوتِ دین اور اُردو زبان

دوسرے یہ کہ اس علم پر عمل کا جذبہ، عمل کا ذوق پیدا کیا جائے، عمل اور ذوقِ عمل میں فرق ہے، علم، ذوق اور عمل، جب یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں تو مجموعہ صحیح ہوتا ہے۔

علم صحیح، اس کا ذوق اور اس پر عمل کا قوی جذبہ، جب یہ پیدا ہو گا تب اسلام صحیح شکل میں باقی رہے گا، اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی رہ جائے گی تو اسلام اپنی صحیح شکل میں باقی نہیں رہے گا، انسانوں کی ہر بستی میں ڈاکٹر و حکیم ضروری ہے، اس طرح مسلمانوں کی ہر آبادی میں دینی تعلیم کا انتظام لازمی ہے، اگر کسی بستی میں دینی تعلیم کا انتظام نہیں تو ساری بستی ماخوذ ہو گی۔

بستی میں، محلہ میں سب کچھ ہے لیکن دین کی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کوئی اہتمام نہیں، تو ساری بستی پورا محلہ گنہگار ہو گا، قرآن مجید کی تعلیم، نماز، روزہ، نکاح وطلاق حج وزکوٰۃ، وراثت اور تدفین کے مسائل آپ کو اور آپ کی آئندہ نسل کو معلوم ہونے چاہئیں، اس کا انتظام واجب ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مسجد بنانے سے زیادہ، دینی تعلیم کا انتظام ضروری ہے، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز ہر جگہ ہو سکتی ہے لیکن کسی

[1] سورۃ آل عمران - ۱۹۱

www.abulhasanalinadwi.org

ایسے انتظام کا ہونا از حد ضروری ہے یہاں سے دین کا علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے واقفیت حاصل ہو، یہ ضرورت دینی تعلیم کے مدارس اور مکاتب قائم کرنے سے پوری ہو سکتی ہے۔

عمل کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے دعوت کا کام معاون بنتا ہے، دین کی دعوت نماز کی دعوت، نیک عمل کی دعوت میں حصہ لے کر عمل کی فضا، عمل کا ذوق پیدا کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان کے موجودہ حالات میں دو چیزیں ناگزیر ہیں، دینی تعلیم اور دین کی دعوت، اگر ان دو چیزوں سے مسلمانوں نے غفلت کی تو وہ اپنا دین اپنا امتیاز اور اپنا ملی وجود کھو دیں گے۔

یہ بہت بڑا علاقہ ہے، یہاں بڑے بڑے شہر ہیں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے، ہمیں یہ بھی اندازہ ہوا کہ یہاں دلوں میں نرمی ہے، دین کی بات غور و توجہ سے سنی جاتی ہے، ایسے علاقہ میں ہر جگہ دین کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام بھی ہونا چاہئے، اور تبلیغ و دعوت کا سلسلہ بھی جاری ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ ہندی زبان کا علاقہ ہے، یہاں آپ کے بچوں کی اردو تعلیم کا بھی انتظام ہونا چاہئے، اردو زبان میں دینیات کا بڑا ذخیرہ ہے، اردو زبان باہمی رابطہ کا مؤثر ذریعہ ہے، یہاں اردو زبان کی تعلیم کی طرف بھی توجہ کیجئے۔"

اس نشست میں اکثریت شہر کے سربرآوردہ اور تعلیم یافتہ حضرات کی تھی، تقریر کے اختتام کے بعد ایک صاحب نے حضرت مولانا سے کہا کہ ہم آپ کے دورۂ امریکہ کے تأثرات سننا چاہتے ہیں، مولانا نے اپنے دورۂ امریکہ کے حالات و تأثرات کا آغاز اقبالؒ کے اس مصرعہ سے کیا ؎

تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

www.abulhasanalinadwi.org

پھر یہ شعر پڑھا ؎

مغرب میں بہت روشنیٔ علم و ہنر ہے
افسوس کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

اس کے بعد موصوف نے امریکی تہذیب کے کھوکھلے پن اور خامیوں کی وضاحت کے ساتھ وہاں کی انتظامی خوبیوں اور کاروباری اخلاق و دیانت، ملاوٹ اور کرپشن سے اجتناب اور احساس ذمہ داری کی تعریف کی، اپنے سفر امریکہ کی تفصیلات کے لئے انھوں نے تعمیر حیات سے گذشتہ شماروں کو پڑھنے کی ہدایت کی، مولانا موصوف کے دورۂ امریکہ کے تأثرات اور وہاں کی اہم تقریریں "نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں" کے نام سے کتابی شکل میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ نے حال ہی میں شائع کی ہے، تقریر کے بعد ناشتہ میں شریک ہونا پڑا، یہ شرکت رسماً تھی، ناشتہ تو ماسٹر عزیز الرحمن صاحب کے یہاں ہو چکا تھا، ناشتہ پر لوگوں کی بڑی تعداد مدعو تھی، انھیں میں ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب کے ایک علیگرین ساتھی مل گئے، ایک مادرِ علمی کے دو فرزند جب عرصہ بعد ملتے ہیں مسرت کا ٹھکانا نہیں رہتا۔

جامعہ اسلامیہ اسکول اجین

آج ہی اجین سے اندور روانگی تھی، ہمارے قافلہ کو اندور لے جانے کے لئے مولانا ابوالبرکات فاروقی مدنی ندوی، قاضی عبدالحمید صاحب وغیرہ رات ہی آگئے تھے، اجین سے اندور روانگی سے پہلے ایک پروگرام میں شرکت کرنی تھی، اجین کی جامع مسجد کے پہلو میں ایک معیاری اسکول کے معائنے کی دعوت اسکول انتظامیہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

ممبران اور پرنسپل صاحب نے دی تھی، خیال تھا کہ صرف سرسری معائنہ پر اکتفا ہوگا، لیکن مسجد سود اگران کے جلسے اور وہاں پر تکلف ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم جب وہاں پہونچے تو جلسے کا پورا انتظام، اسکول کے بچے، شہر کے معززین، اسکول کمیٹی کے اراکین اور اسٹاف کے ممبران مہمانوں کے لئے چشم براہ اور حضرت مدظلہ کے استقبال اور کلمات کو سننے کے لئے مستعد و مشتاق نظر آئے، جامعہ اسلامیہ اسکول کا سرسری معائنہ ہوا، طلبہ کی تعداد، نظم و ضبط، نصاب تعلیم و تربیت، صفائی و سلیقہ قابلِ اطمینان اور لائقِ تحسین تھا، جلسہ شروع ہوا، ابتدا میں بچوں کا مفید و دلچسپ پروگرام ہوا، اس کے بعد اسکول کے پرنسپل نے حضرت مدظلہ سے تقریر کی درخواست کی، مولانا موصوف نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

مسجد اور مدرسہ لازم و ملزوم

"حضرات! میں اپنی اور اپنے سب ساتھیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ مجھے خوشی ہے کہ ہم اس مدرسہ میں آئے اور ہم نے اس کو دیکھا اور تفصیلات معلوم ہوئیں نہ صرف یہ کہ مسجد اور مدرسہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ مدرسہ اسلام میں مسجد ہی سے شروع ہوا ہے اور "صُفّہ" اردو میں ہم اس کو چبوترہ کہیں گے، وہ مسجد نبوی میں ایک جگہ تھی جہاں ایسے لوگ بیٹھے رہا کرتے تھے جو خاص طور سے دینی معلومات حاصل کرتے تھے اور قرآن مجید سنتے تھے یاد کرتے تھے اور انھوں نے اپنی زندگی اس لئے وقف کر دی تھی ان کو "اصحابِ صُفّہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور صحابہ کرامؓ میں بھی خاص علمی امتیاز رکھتے ہیں آپ میں سے بہت لوگوں نے حضرت ابوہریرہؓ کا نام سنا ہوگا جو حدیث کے مشہور

www.abulhasanalinadwi.org

راوی ہیں اور جن کی روایات تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں وہ بھی انھیں صحابی طالب علموں میں تھے جو اللہ پر توکل کئے ہوئے وہاں پڑے رہتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے اس کو غور سے سنتے اور یاد رکھتے تھے پھر اس کے بعد جب بڑی بڑی مسجدیں بننے لگیں تو بڑے بڑے مدرسے بھی ان میں قائم ہونے لگے۔

اسلام کی تاریخ میں جو چوٹی کے مدرسے دنیا میں مشہور ہیں وہ مسجدوں ہی کی طرف منسوب ہیں۔ مثلاً سب سے قدیم درسگاہ جس میں کچھ اختلاف ہے، جامعہ ازہر یا جامعہ قرویین ہے، یا جامعہ زیتونہ، میں نے تونس کے عالموں سے سنا ہے، سب سے قدیم جامعہ زیتونہ ہے، جامعہ کے معنی عربی میں جمعہ مسجد کے ہیں جس کو آپ جامع مسجد کہتے ہیں تو وہ جامعہ زیتونہ بعد میں ہوا لیکن جامع زیتونہ پہلے وجود میں آئی یعنی مسجد پہلے بنی پھر اس میں مدرسہ قائم ہوا جو جامعہ زیتونہ کہلایا، ایسے ہی مسجد القرویین، فاس میں جو مراکش کا سب سے بڑا علمی شہر ہے، علمی و دینی مرکز ہے وہاں جامع القرویین یا مسجد القرویین کے نام سے ایک مسجد ہے، میں نے زیارت کی ہے، وہاں وہ مدرسہ قائم ہوا جس میں بڑے بڑے ائمہ فن اور بڑے بڑے کامل الفن استاد، مصنف، فقیہہ، ادیب اور مؤرخ پیدا ہوئے، اور جامعہ ازہر کو تو دنیا میں جو شہرت حاصل ہے وہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس وقت سب سے بڑی مسلمانوں کی دینی یونیورسٹی جامعہ ازہر ہے۔ جامعہ ازہر اصل میں جامع الازہر کے نام سے ایک مسجد ہے جو اب بھی موجود ہے وہاں تعلیم ہوتی تھی لیکن جب وہ مسجد ناکافی ثابت ہوئی تو اس کے بعض شعبے باہر قائم کئے گئے اور ان کے لئے عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

اصل میں مدرسہ اور مسجد یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جب مسجد بڑی ہو تو مدرسہ ہونا بھی ضروری ہے خواہ اس کے صحن میں ہو یا اس کے آغوش میں ہو خواہ اس کے پہلو میں ہو،

www.abulhasanalinadwi.org

دونوں کا اس سے تعلق ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح عیسائیوں میں بھی جو بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں وہ ان کے کلیساؤں سے شروع ہوئی ہیں سوبورن یونیورسٹی جو پیرس کی یونیورسٹی ہے وہ ایک گرجا گھر سے شروع ہوئی ہے ایسی ہی اور ہندوستان کی بہت سی یونیورسٹیاں!

ایک حقیقت تو یہ ہے اور ایک حقیقت ہمارے اور آپ کے سامنے ہے کہ یہاں کی جامع مسجد، تاریخی شاندار جامع مسجد کے پہلو میں اور اس کے زیر سایہ یہ مدرسہ قائم ہے بلکہ مسجد ہی کے گویا گود میں ہے۔

اردو زبان، دینیات اور جدید تعلیم

دوسری بات یہ ہے کہ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ نے یہاں جو مدرسہ قائم کیا اس میں آپ نے ہندی زبان کو بھی رکھا ہے اور آپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ مثلاً آپ کا بچہ پانچواں پاس کر کے چھٹے میں داخلہ لینا چاہے تو اس کو کوئی دشواری محسوس نہ ہو اور آسانی کے ساتھ اسے داخلہ مل جائے، آپ صحیح نتیجہ تک پہونچے، ہندوستان میں حالات جو تیزی سے بدل رہے ہیں اور یہاں اسلامی خصوصیات قائم رکھنے کا جو مسئلہ درپیش ہے اس کا یہ حل ہے کہ ہم ایسے مدارس قائم کریں جہاں ایک طرف دینیات کی تعلیم کا پورا اہتمام ہو اور محض لوگوں کو دکھانے کے لئے، چندہ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ واقعی جو اچھے سے اچھا انتظام ہو سکتا ہے ایمانداری کے ساتھ سنجیدگی کے ساتھ اس کا انتظام کیا جائے کہ دینیات کی اچھی تعلیم ہو، اچھی کتابوں کے ذریعہ تعلیم ہو، اچھے استادوں کے ذریعہ تعلیم ہو اور بچے اردو سے بھی آشنا ہو جائیں، اردو بہت ضروری ہے، ہندوستان کی تمام ریاستوں کے مسلمانوں کے لئے، اسی سے ہمارا رابطہ

www.abulhasanalinadwi.org

قائم ہوتا ہے اسی سے اسلامی تہذیب جو ہندوستان میں پنپی اور پھلی پھولی اور اس ذخیرہ سے جو ہندوستان کے علماء نے یہاں پیدا کیا اور جو بہت کم ملکوں میں ایسا پایا جاتا ہے۔

معیاری نرسری اسکول کا قیام

مانٹیسری اسکول MONTESSORI SCHOOL نرسری اسکول NURSERY SCHOOL کنڈرگارٹن KINDER-GARTEN SCHOOL وغیرہ قسم کے مدارس نہایت ضروری ہو گئے ہیں، ہم جس وقت سفر پر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت ہی یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہم مسلمانوں کو توجہ دلائیں گے کہ اب صرف کنویں بنانا اور صرف مسجد کے مقابلے میں مسجد بنانا (مسجد بنانا تو سب سے افضل عمل ہے) لیکن جہاں مسجد کی ضرورت نہ ہو وہاں بے ضرورت مسجد بنا دینا یہ بعض اوقات مسجد ضرار ثابت ہوتی ہے، اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتی ہے تو صرف یہی ایک نیکی کا کام نہیں ہے بلکہ بڑی نیکی کا کام یہ ہے کہ آپ اس نئی نسل کو بچائیں اور ایسے معیاری اسکول قائم کریں جن کا انتظام جن کے اساتذہ کی سطح، یعنی کوالیفکیشن (QUALIFICATION) ان کا تجربہ کسی طرح سے دوسرے اسکولوں سے کم نہ ہو جس کو دوسرے فرقوں نے قائم کئے ہیں بلکہ بہتر ہونا چاہیئے، مسلمانوں کو ہر میدان میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور پھر اس کا ڈسپلن، رکھ رکھاؤ، اس کی صفائی اور اس کا نظم و نسق وہ ہر طرح سے ایسا ہو کہ کھاتے پیتے لوگ اور جن کا معیارِ زندگی بلند ہے، وہ اپنے بچوں کو وہاں بھیجنے میں ذرا بھی تامل

www.abulhasanalinadwi.org

نہ کریں، آپ سب جانتے ہیں کہ میں مدرسہ کا آدمی ہوں اب بھی مدرسہ ہی کا خادم ہوں، اور عربی مدارس کی دعوت دیتا ہوں لیکن اس کے ساتھ میں ہی آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اب آپ زمانہ کو سمجھئے، زمانہ کے تیور سمجھئے اور اب آپ ہر جگہ ایسے اسکول قائم کیجئے جہاں اچھے، خوشحال اور تعلیم یافتہ لوگ اپنے بچوں کو بے تکلف بھیجیں، آپ یہ امید نہ رکھیں کہ سب عربی مدارس میں آجائیں گے، ہوجاتا تو بڑا اچھا تھا، لیکن ہر تمنا پوری نہیں ہوتی ہے، اُس کا ہمیں لحاظ رکھنا چاہئے کہ ایسا نہیں ہوسکے گا، بہت سے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دینیات سے تو بچے واقف ہوجائیں لیکن اس کے بعد پھر ہندوستان کی جو عام تعلیم اور مشترک نصاب ہے، جس کے بغیر نوکری نہیں مل سکتی، جس کے بغیر آدمی کاروبار بھی نہیں کرسکتا تو اس میں بھیجنا بہت ضروری ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بچے دین سے واقف ہوجائیں، اردو سے واقف ہوجائیں اس کے بعد پھر اس لائین پر چلیں، وہ کچھ غلط نہیں سمجھتے، زمانہ نے اُن کو مجبور کیا ہے، یہ کوئی گناہ کی بات نہیں، اُن کے لئے ایسے اسکولوں کو قائم کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے کہ جہاں بقدر ضرورت دینیات سے واقفیت ہوجائے، نماز اور روزے کے پابند ہوجائیں، اردو پڑھ لکھ سکیں اور اسلام کی خوبی کا نقش ان پر قائم ہوجائے، وہ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کریں اور اس کی کوشش کریں کہ مسلمان رہیں اور پھر دوسرے یہ بھی ایک نظام ہی ہے کہ ان میں وہ نہ صرف یہ کہ اُن کے برابر تیار ہوں جو غیر مسلم اسکولوں میں پڑھتے ہیں بلکہ آپ کا تعلیمی نتیجہ اُن سے بہتر ہونا چاہئے، آپ کے بچے جب وہاں جائیں چھٹے میں یا اوپر ہائی اسکول وغیرہ میں داخل ہوں تو وہ اُن کے مقابلہ میں بہتر ہوں، اگر آپ اس میں کامیاب ہوئے تو بڑی خدمت انجام دیں گے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور کبھی یہ نہ سمجھئے گا کہ آپ کوئی غلط کام کر رہے ہیں کوئی صاحب اگر آپ کو اس میں وسوسہ پیدا کر دیں کہ میاں کہاں کس جھنجھٹ میں پڑے ہو سیدھے سیدھے ایک سرائے بناؤ جہاں مسافر ٹھہریں یا کسی لنگر کا انتظام کر دو یا مسجد میں ایک اور منارہ بنا دو، دو منارے ہیں اس میں ایک اور مینارہ بن جائے تو آپ کبھی ایسے آدمیوں کی بات میں نہ آیئے گا، ہم لوگ بھی دین کا تھوڑا بہت علم رکھتے ہیں خدا کے فضل سے دینی مدارس ہی کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور بس چلے تو آپ سب بھی اس کے لئے مدد کریں اور اپیل کریں لیکن آپ جو کام کر رہے ہیں اس کو ہم سراہتے ہیں، ہم اس کی قدر کرتے ہیں اور ہم خود اس کی ضرورت سمجھتے ہیں چاہے عربی کی کوئی یونیورسٹی قائم ہو جائے اور ہو رہی ہے مثلاً اندور میں، وہ آپ سے دور ہی کتنا ہے، وہ اپنی جگہ پر یہاں بھی کل مدرسہ کے سلسلہ میں بات چیت ہوئی ٹھیک ہے وہ قائم ہو اور اللہ اس کو ترقی دے مگر ایسے اسکولوں کی ضرورت باقی رہے گی۔

مسجد کے زیر سایہ اسکول

آپ نے اسکول کو مسجد کے ساتھ رکھا ہے بہت اچھا کیا ہے، یہاں بچے نماز کے منظر کو دیکھیں گے تو چاہے وہ کتنی ہی ترقی کر جائیں وہ ڈاکٹر ذاکر حسین بن جائیں ——— یا فخر الدین بن جائیں، اُن کو یاد رہے کہ نماز میں کیا کشش ہے اور ان کو جو سیکھا ہوا سبق ہے بچپن کا، وہ یاد آئے کہ ہم نے وہاں ایسی باتیں سنی تھیں، وہاں ہم نے ایسے اللہ کے نیک بندوں کے واقعات سنے تھے، اولیاء اللہ کے، صحابۂ کرامؓ کی سیرت کی باتیں اُن کے کان میں پڑیں اور آپ وقتاً فوقتاً اس کا انتظام

www.abulhasanalinadwi.org

بھی کرتے رہیں یہ نہ سمجھیں کہ یہ بچے نا سمجھ ہیں اُن کو کیا یاد رہے گا نہیں! ان کو خوب یاد رہتا ہے، بچوں کو بچپن کی باتیں خوب یاد رہتی ہیں، اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چاہے ان کے اوپر جتنا بھی پانی پھیرا جائے مٹتی نہیں ہیں، بہت سے لوگوں نے بتایا کہ بچپن میں ایک بات سنی تھی وہ اب تک یاد ہے اور وہی ہم کو روکتی رہتی ہے بہت سی برائیوں سے، اس لئے یہ کام بہت قابلِ قدر ہے۔

میں دینی تعلیمی کونسل یوپی کا صدر بھی ہوں اور اس کے ایک بہت ایکٹیو، سرگرم ممبر اور ایک عہدہ دار ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی بھی یہاں موجود ہیں، ہم اس کام کی تبلیغ کرتے ہیں اس کے لئے دورہ کرتے ہیں، کانفرنسیں بلاتے ہیں کہ کیسے اسکول قائم ہوں؟

اساتذہ کی ذمہ داری

ایک بات میں استادوں سے کہنا چاہتا ہوں اور استانیوں سے بھی اگر میری بات ان کے کان تک پہنچ سکے کہ آپ سب سے زیادہ اثر اپنے ایمان سے ڈال سکتے ہیں جب بچے آپ کا ایمان دیکھیں گے آپ کی ایمانی کیفیت دیکھیں گے، نمازوں کی پابندی دیکھیں گے آپ کا خوفِ خدا، آپ کی شرافت، آپ کا اخلاق اور آپ کی محبت جو ان بچوں کے ساتھ ہوگی اور اللہ و رسول کا نام جب آپ اس طرح لیں گے کہ جیسے منھ میں پانی بھر آیا، جیسے کوئی میٹھی چیز منھ میں ہے، یہ بشیر بیٹی اُن کو کبھی نہ بھولے گی، ہزار منطق کی دلیلیں ایک طرف اور اللہ کا نام جو آپ ادب سے لیں گے اور اللہ کے رسول کا نام جو آپ محبت سے لیں گے یہ بچہ کبھی نہ بھولے گا،

www.abulhasanalinadwi.org

ممکن ہے پڑھی ہوئی کتاب بھول جائے مگر وہ جو آپ کی زبان سے اللہ اور اس کے رسول کا نام سنے گا وہ اس کے دل پر ہمیشہ اثر کرتا رہے گا، اور بڑے بڑے فتنوں سے بچالے گا، یہ امریکہ جائیں گے، یورپ جائیں گے اور وہاں کی یونیورسٹی میں پڑھیں گے مگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت آپ نے ان کے دل میں بٹھادی ہے، انشاء اللہ وہ وہاں بھی ان کو بہت سی خرابیوں سے بچالے گی، اس لئے آپ کا نمونہ اور خود آپ کے اندر جو خدا اور اس کے رسول کی محبت اور ادب ہے، وہ ان پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوگی، بہت سے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ہمیں اپنے استاد کی فلاں بات نے متأثر کیا۔

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں جن کی دعا آپ نے ابھی بچوں سے پڑھوائی، سید میر حسن ان کو ایک استاد مل گئے، اُن کے اوپر ساری عمر اُن کا اثر رہا، پھر اُن کو آرنلڈ بھی ملے اور پھر کیمبرج کے بڑے بڑے پروفیسر بھی ملے اور میونخ کے بڑے بڑے محقق بھی ملے لیکن میر حسن صاحب کا جو اثر اُن کے اوپر تھا وہ اخیر تک رہا اور سید میر حسن صاحب سے بھی گویا اُن کے دل میں اسلام کی عزت اور اسلامی علوم کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، ہر موقعہ پر ڈاکٹر اقبال کسی نہ کسی تقریب میں اپنے استاد کا ذکر ضرور کرتے تھے، معلوم ہوتا تھا بہت گہرا اثر ہے۔

یہ بات تجربہ کی میں آپ سے کہتا ہوں سب پڑھایئے اچھی طرح پڑھایئے لیکن آپ کا جو بولنے کا انداز ہے، آپ کی محبت ہے، آپ کی مسکراہٹ ہے اور اللہ و رسول کا نام ادب سے لینا، مثلاً فرض کیجئے کسی موقعہ پر اللہ کا نام لیا جارہا ہے اور وہاں کوئی بچہ ہو جس سے آپ کہیں بیٹا خدا کا نام لو، خدا کا نام لو، ادب کرنا چاہئے

www.abulhasanalinadwi.org

ادب کرنا چاہیئے، وہ قرآن شریف کا ادب سیکھیں، کتابوں کا ادب سیکھیں، میں یہ بھی کہوں گا کہ مذہبی لوگوں کا اور عالموں کا بھی ادب کرنا سیکھیں اس سے ان کو بڑا فائدہ ہوگا، علم دین کا ادب، پھر علم دین کا جو بھی نمائندہ ہے اس کا تھوڑا بہت ادب اور اس کی دل میں محبت اس سے بھی اُن کو بڑا فائدہ پہونچے گا، علم دین کا مذاق نہیں اڑائیں گے۔

بس انھیں چند باتوں پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ ایک اچھا کام کر رہے ہیں اور ہم میں سے اپنی قسمت سے اس کے بعد جو بھی آئے خدا کرے وہ دیکھے کہ یہ باغ پھل پھول گیا اور اس وقت جو یہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بہت چھوٹے سے پیمانہ پر ہے بڑے پیمانہ پر ہو۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں

تقریر کے بعد چائے سے تواضع ہوئی، پھر ہم لوگوں نے جامع مسجد کو دیکھا، جامع مسجد بلندی پر واقع، وسیع اور کشادہ ہے، اطراف میں دکانیں ہیں، دامن میں اسلامیہ اسکول، اس مسجد کو مرزا حسین بیگ بہادر نے تعمیر کیا تھا، بعد میں مسجد کی توسیع آراضی کی حفاظت اور اضافہ کا کام چند مستعد اور مخلص حضرات کی کمیٹی نے کیا، تعمیرات کے کام کے انچارج چودھری نور محمد صاحب کی محنت اور سرگرمی نے شہر کے تمام مسلمانوں کو متحرک کر دیا جس دن چھت تیار ہونا تھی اس دن اُجین کے ہر محلہ، ہر بازار میں گھوم پھر کر قومی احساس اور جوش عمل پیدا کرنے کا کارنامہ حاجی فخر الدین نے انجام دیا، موصوف اور ان کے رفقاء کی

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت وکوشش سے اجمین کے مسلم محلوں سے مسلمانوں کی کثیر تعداد جامع مسجد میں رضاکارانہ کام کے لئے پہونچ گئی پوری رات کام چلتا رہا، راہ گیروں کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ شہر کے مسلم عوام وخواص معمولی مزدوروں کی طرح اینٹ گارہ، چونا ڈھو رہے ہیں ایک ہی رات میں تمام کام پورا ہوگیا۔

جامعہ اسلامیہ جامع مسجد اجمین کی کتاب المعائنہ پر حضرت مولانا مدظلہ کی طرف سے موصوف کے ایماء سے راقم حروف نے یہ سطریں لکھیں:

"دینی اور دنیوی تعلیم کی جامعیت کا تصور بڑی اہمیت رکھتا ہے، خالص دینی مدارس کے علاوہ ایسے اسکولز کی بھی ضرورت ہے جو دینی اور دنیوی تعلیم کا نظم وانتظام کرتے ہوں، جامعہ اسلامیہ اسکول اجمین میں حاضری اس کے معائنے اور جامع نظام تعلیم وتربیت کو دیکھ کر مسرت ہوئی یہ قابل قدر خدمت ہے اور ہر قسم کے تعاون کی مستحق ہمیری دعا ہے کہ یہ درسگاہ اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہو اور یہاں کے بچے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جہاں بھی جائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی محبت کو فراموش نہ کریں"۔

مسجد واسکول کے اس پروگرام کے بعد ہم باہر نکلے تو اندور کے لئے دو کاریں تیار تھیں، حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے رفقاء کے لئے اہل اندور نے ایک شاندار مرسیڈیز کار کا انتظام کیا تھا، یہ کار ایک غیر مسلم صنعت کار سنگھوی اینڈ کمپنی کی تھی، اس کار میں حضرت مولانا مدظلہ کے علاوہ مولانا معین اللہ صاحب ندوی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، عبدالکریم حضا پاریکھ اور راقم سطور تھے، دوسری کار قاضی عبدالمجید صاحب کی تھی جس میں بقیہ رفقاء اور اندور کے حضرات تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اُجّین سے اندور تک

اجین سے اندور کی روانگی کے لئے عیامع مسجد کے جس علاقہ میں ہماری کاریں کھڑی تھیں وہ شہر کی گنجان آبادی اور بھرے پُرے بازاروں والا علاقہ تھا، یوں بھی یہاں ٹریفک کی کثرت، اس پر الوداع کہنے والوں کا ہجوم، مصافحہ، معانقہ، خلوص و محبّت کی موجوں سے نکلنے میں خاصا وقت لگ گیا، اب کنٹونمنٹ کا علاقہ شروع ہو چکا تھا، پختہ سڑک پر، اطراف کے سرسبز و شاداب علاقے سے ہماری کاریں تیز رفتاری سے رواں تھیں، زمین کی طنابیں کھنچتی گئیں، اجین سے اندور تک کا راستہ کم و بیش ۴۰ منٹ میں طے ہوا۔

انگریزی دورِ حکومت میں وسط ہند (مدھیہ پردیش) مستقل صوبہ نہیں تھا، بلکہ ڈیڑھ سو دیسی ریاستوں کا مجموعی علاقہ تھا جس میں انگریزوں کی مفادات کی نگرانی کے لئے ایک انگریز ایجنٹ مقرر کیا جاتا تھا، بھوپال، اندور، گوالیار، ریوا اس علاقے کی بڑی بڑی ریاستیں تھیں، اندور دریائے سرسوتی، نربدا کے کنارے واقع ہے، ہلکر خاندان اس ریاست کا حکمراں رہ چکا ہے، ایک مرہٹہ گوجر (دھنکر) ملہار راؤ کی طرف یہ خاندان منسوب ہے، یہ مرہٹہ سردار جو پیشوا کی فوج میں ملازم تھا ۱۶۶۴ء میں ضلع پونہ (مہاراشٹر) کے مقام "ہُل" میں پیدا ہوا، اس وجہ سے "ہلکر" کہلایا، شہر اندور کی تعمیر و آبادی میں ہلکر خاندان کی ایک مشہور حکمراں رانی اہلیا بائی (۱۷۹۶ء) کا نام اندور کی تاریخ میں آتا ہے۔

اندور سطح سمندر سے تیرہ سو اڑتیس (۱۳۳۸) فٹ بلندی پر واقع ہے، خوبصورت باغوں،

www.abulhasanalinadwi.org

عالیشان اسپتالوں اور مشہور تعلیمی اداروں کا شہر، حکومت ہند نے بعض سیاسی مصالح کی بناء پر بھوپال کو مدھیہ پردیش کی راجدھانی بنایا ورنہ اندور جیسا مرکزی شہر تجارتی، تعلیمی، ثقافتی مرکز اس ریاست کا موزوں دارالسلطنت تھا، شہر میں داخل ہوئے مسنون دعا زبان پر جاری ہوگئی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔

(اے اللہ برکت دیجئے اس شہر میں۔ اے اللہ نصیب کیجئے ہمیں ثمرات اس کے اور محبوب بنا دیجئے ہمیں اہلِ شہر کے دل میں اور محبت دیجئے ہمیں شہر کے نیک لوگوں کی)۔

لمبی چوڑی، امپورٹیڈ مرسیڈیز کار اور اس کی سواریوں کے اجنبی چہرے، شہر میں داخلے کے بعد راہ گیروں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ کشادہ مگر مصروف سڑکوں سے گذرتے ہوئے ہم اپنی قیام گاہ ہارون منزل پہونچے۔

یہ مکان ایک مخیر ممبئی تاجر حاجی ہارون حسنا کا ہے، حاجی صاحب اور ان کے خاندان کا حضرت مولانا مدظلہ سے بیعت وارادت کا تعلق ہے، اندور کے دینی تعلیمی، فلاحی کاموں میں حاجی ہارون سرگرم حصہ لیتے ہیں، مدرسہ ریاض العلوم کے (جس کی دعوت پر اندور حاضری ہوئی) اہم انتظامی ارکان میں ان کا شمار ہے، مہمانوں کی پذیرائی اور راحت رسانی میں حاجی ہارون سیٹھ اور ان کے صاحبزادوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، ہر خدمت میں پیش پیش، ہر ضرورت کی فراہمی میں مستعد۔

ہارون منزل کی سب سے آخری منزل، ہر طرح کے انتظامات سے آراستہ،

www.abulhasanalinadwi.org

مہمانوں کی آرام گاہ بنی، اس منزل کے کھلے ٹیرس پہ سے پورا شہر دن میں سرگرم، رات میں روشن نظر آتا، اس منزل پر کئی کمرے تھے، ایک کمرہ حضرت مدظلہ کے لئے مخصوص تھا، ایک کمرے میں اصحاب ثلثہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، عبدالکریم صاحب پاریکھ اور راقم سطور کا بستر لگ گیا، ظہر کی نماز ادا کر کے کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کیا تھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا، نماز پڑھ کر کھجرانہ روانہ ہوئے جہاں ایک وسیع قطعہ اراضی پر جامعہ ریاض العلوم قائم ہے۔

جامعہ ریاض العلوم اور اس کے اطراف کا نیوں کا عظیم الشان منصوبہ

مدھیہ پردیش میں بھوپال کے علاوہ کسی مقام پر ایسے دینی مدارس نہیں جن کی شہرت ملک گیر ہو، جہاں دینی علوم اور عربی زبان کے فارغ التحصیل عالم نکلتے ہوں علم دین کے حصول کا یا قاعدہ نظم نہ ہونے کی وجہ سے دین و شریعت اور صحیح عقائد سے عدم واقفیت اس علاقہ کا مرض ہے، عوام کی سادہ لوحی اور علم دین سے ناآشنائی سے وہ طبقہ غلط فائدہ اٹھاتا ہے جس نے دین کو رسوم و بدعات کا مجموعہ بنا دیا ہے، اس طبقہ کی سیادت و پیشوائی کا مدار عوام کی جہالت پر ہے، اپنے علاقہ کی اس کمی اور خامی کا احساس مولانا ابوالبرکات صاحب اور ان کے رفقاء نے بشدت محسوس کیا، یہاں کے ایک مسلم محلہ راتی پورہ کی کچی مسجد میں (جو دراصل بہت پختہ اور خوبصورت ہے) امامت و خطابت کی خدمت کے ساتھ انھوں نے وہیں ایک دینی مکتب قائم کیا، کچھ عرصہ بعد اُن کی جدّ و جہد اور مخلصین کے تعاون سے مدرسہ ریاض العلوم کی بنیاد پڑی، راتی پورہ کے ایک پختہ مکان کے چند کمروں میں یہ مدرسہ شروع کیا گیا، اب اللہ تعالیٰ نے اس کی ترقی کے لئے ایسے اسباب

www.abulhasanalinadwi.org

مہیا فرمائے کہ جو حیرت انگیز بھی ہیں اور لائق تقلید بھی۔

مدرسہ ریاض العلوم کی مجلس انتظامیہ کے اراکین نے (جن میں بیشتر معزز تاجر ہیں) شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع کھجرانہ کے قریب ایک وسیع زمین خرید لی، اس قطعۂ آراضی میں سات کالونیوں کا منصوبہ بنایا گیا، ان کالونیوں کے درمیان ایک کشادہ رقبہ مدرسہ ریاض العلوم کے لئے وقف کر دیا گیا، اس زمین میں اس وقت تک اقامتی درس گاہ کی ایک خوبصورت دو منزلہ عمارت اور ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو چکی ہے، عصر بعد حضرت مولانا کے ہمراہ جب ہم لوگ اس مقام پر پہونچے تو نو تعمیر مسجد میں کھجرانہ گاؤں، اندور شہر اور اطراف کے لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی جن سے مولانا ابوالبرکات صاحب خطاب فرما رہے تھے، ہمارے پہونچنے کے بعد حضرت مولانا کی ایما سے حاجی عبدالکریم صاحب پاریکھ نے تقریر شروع کی، پاریکھ صاحب کی تقریر کے دوران منتظمین مدرسہ نے ایک جیپ میں حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کو پوری زمین کا معائنہ کرایا، سات کالونیوں اور مدرسہ ریاض العلوم کی زمین کی وسعت کا اندازہ اس عینی مشاہدہ کے بعد ہوا، تا حدِ نظر یہ آراضی پھیلی ہوئی تھی، اس میں ایک ٹیکنیکل اسکول کے لئے بھی جگہ مخصوص کی گئی ہے، مدرسہ کی مستقل آمدنی کی تدبیریں اس منصوبہ میں رکھی گئی ہیں۔

حاجی محمد شفیع صاحب، حاجی علی صاحب، حاجی ہارون صاحب، حاجی حبیب صاحب، حاجی عبدالغفار صاحب اور حاجی زکریا صاحب کی کاروباری سوجھ بوجھ، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا جیتا جاگتا نمونہ سامنے تھا، تمام مہمانوں کے لئے یہ ایک خوشگوار انکشاف تھا، دین اور علم دین کی ترویج و اشاعت سے ملت کا ہر طبقہ دلچسپی لے تو اس کے بڑے حوصلہ افزا نتائج نکل سکتے ہیں، اندور کے مسلمانوں نے اپنے اس منصوبہ کے ذریعہ

www.abulhasanalinadwi.org

ایک اچھی نظیر قائم کی ہے، اس منصوبہ میں چھ حاجی صاحبان ہیں، اور حاجی کمپنی کے نام سے موسوم ساتواں حصہ مدرسہ ریاض العلوم کا ہے۔

مغرب کی نماز یہیں ادا کی گئی، حضرت مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا اور مجوّزہ منصوبہ کی تکمیل، مدرسہ کی ترقی، دین وعلم کی ترویج واشاعت اور ملّت کی حفاظت وبقا کے لئے دعا فرمائی۔

کھجرانہ بستی میں استقبالیہ

شام کا کھانا کھجرانہ روڈ پر چندر لوک کالونی میں قاضی عبدالحمید صاحب کے ہاں تھا، قاضی صاحب بڑے مثقف، باخبر، مطالعہ کے شائق اور زندہ دل انسان ہیں، ان سے راقم کی اوّلین ملاقات ۱۹۷۴ء میں اسلامک اسٹڈیز کانفرنس منعقدہ بھوپال میں ہوئی تھی، ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ جشن میں شرکت کے لئے وہ لکھنؤ تشریف لائے تھے، یہ دوسری ملاقات تھی، ان سرسری ملاقاتوں میں قاضی صاحب کی صفات وخصوصیات کے مطالعہ کا موقع نہیں تھا لیکن اس سفر میں مسلسل رفاقت سے ان کی شخصیت کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی قاضی صاحب جان، مال اور اپنی کار کے ساتھ پورے سفر میں حضرت مولانا کی خدمت اور ہم تو واردوں کی تقویت کا سامان بنے رہے۔

حضرت مولانا مدظلہ، سفر اور مشغول پروگرام کی وجہ سے بہت تھک چکے تھے، اس موقع پر کسی تقریب میں شرکت کی درخواست کرتے ہوئے سب لوگوں کو تکلّف تھا، آخر کار حاجی حبیب صاحب نے ہمّت کی اور کہا کہ کھجرانہ کے لوگ گاؤں کی مسجد میں

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کے منتظر اور استقبال کے لئے بے چین ہیں، حضرت مدظلہ نے خستہ حالی کے باوجود اس درخواست کو قبول فرمایا، پورا قافلہ مسجد پہونچا، اوّلاً پارکیہ صاحب نے موقع کی مناسبت سے گاؤں والوں سے خطاب کیا، نماز عشاء یہیں ادا ہوئی، اس کے بعد حضرت مدظلہ نے چند کلمات فرما کر دعاء کی، گاؤں والوں کی سادگی اور ہار پھول سے روایتی استقبال نے متأثر کیا، صحیح تعلیم و تربیت کی کمی اور صحیح العقیدہ بزرگوں سے ربط و تعلق کی کمی بہت محسوس ہوئی، ورنہ یہ سادہ دل عوام ملّت کا کتنا قیمتی سرمایہ بن جاتے۔

گاؤں سے واپسی کے بعد ہم کھانے سے جلد فارغ ہوئے کیوں کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ٹیگور ہال پہونچنا تھا، جہاں ایک مخلوط اجتماع سے خطاب تھا۔

ٹیگور ہال کا مثالی جلسہ

ہماری اندور آمد سے ایک روز قبل مولانا ابو البرکات صاحب اور ان کے رفقاء نے ایک پریس کانفرنس طلب کر کے حضرت مولانا کی شخصیت و خدمات اور اس دورے کے مقاصد و پروگرام سے پریس کو مطلع کر دیا تھا، ۴ اور ۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کے مقامی اخبارات میں اس سلسلے کی خبریں برابر شائع ہوتی رہیں، ٹیگور ہال کے جلسے کی خبر اخبارات میں بھی آگئی تھی اور ایک ہزار دعوت نامے شہر کے مسلم و غیر مسلم تعلیم یافتہ، سربرآوردہ حضرات، سیاسی، سماجی، دینی تعلیمی میدان سے وابستہ لوگوں کو دیئے جا چکے تھے، منتظمینِ جلسہ کو امید تھی کہ سامعین کی معتدبہ تعداد جمع ہوگی، ہمیں اس میں شبہ تھا، دعوت نامانوس داعی اجنبی اور پھر دینی شخصیت کا حجاب۔ نہ معلوم کیسا (RESPONSE) ملے، ساڑھے آٹھ بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے کہ ہم جلسہ گاہ

www.abulhasanalinadwi.org

پہونچ گئے، ٹیگور ہال اندور شہر کا غالباً سب سے بڑا خوبصورت اور جدید طرز کا بنا ہوا ہال ہے، اس کے بام و در شاید پہلی بار دینی شخصیتوں کے پیام امن و اخلاق سے آشنا ہونے والے تھے۔

جلسہ شروع ہونے میں دس منٹ باقی تھے، اور ہال صرف ۱/۴ پُر ہوا تھا، پورے سفر میں وقت کی پابندی جلسوں کے سلسلے میں ہمارا معمول بن چکی تھی، پاریکھ صاحب اس سلسلے میں خاص طور پر بہت اہتمام کرتے، ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ہم ڈائس پر پہونچے، جلسہ شروع ہوا، قاضی عبدالحمید صاحب نے انگریزی میں حاضرین سے تمام مہمانوں کا تعارف کرایا، پھر منتظم جلسہ ڈاکٹر اقبال حقانی (لیکچرار اندور یونیورسٹی) نے حضرت مولانا سے تقریر کی درخواست کی، اس وقت تک ہال پُر ہو چکا تھا، حاضرین میں تعلیم یافتہ غیر مسلم بھائیوں کی کثیر تعداد تھی، جن میں وکلاء، ڈاکٹر، انجینیر، سیاسی لیڈر، سماجی کارکن، غرض ہر طبقہ، ہر مکتب خیال کے لوگ شریک تھے، مولانا کی تقریر شروع ہوئی، لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، اب تمام کرسیاں پُر ہو چکی تھیں اور آنے والے زینوں پر بیٹھ رہے تھے، اس موقع پر مسلمانوں نے بڑے ایثار سے کام لیا، اگر انھیں کوئی غیر مسلم بھائی کھڑا نظر آتا تو وہ اپنی کرسی چھوڑ دیتے اور اسے بٹھاتے، یہ سب کچھ بڑی خاموشی اور نظم و ضبط کے ساتھ ہوتا رہا، متثقف اور شائستہ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کے شوق و دلچسپی کو دیکھ کر حضرت مولانا بھی متأثر ہوئے اور اپنی تقریر کے آغاز ہی میں موصوف نے اپنے اس دلی تأثر کا اظہار فرمایا۔

میں اپنی خوشی آپ سے چھپا نہیں سکتا

"معزز حاضرین! دوستو اور بھائیو!

میں اس وقت اپنے سامنے ایسا تعلیم یافتہ اور چیدہ مجمع دیکھ کر بڑی مسرّت اور خوشی محسوس کر رہا ہوں اور میرے اندر ایک نیا حوصلہ، ایک نئی طاقت اور اُمنگ پیدا ہو رہی ہے، کسی شخص کو جو کچھ سوچنے سمجھنے کی عادت رکھتا ہے اور پھر اس کی طبیعت میں، اس کے ذہن میں کچھ خیالات پیدا ہوتے ہیں بعض چیزوں سے وہ خوش ہوتا ہے، بعض چیزوں سے وہ بے چینی اور خطرہ محسوس کرتا ہے، اس کو اپنے ملک سے، گھر سے سچّی محبّت ہوتی ہے، وہ ہر انسان کو محبّت کی، پیار اور پریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ایسے سننے والوں کو اپنے سامنے پاکر اور ان کو اس توجہ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ پاکر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے، یہ ایک ایسا ٹانک ہے، ایک ایسا انجکشن ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

انسان جب دنیا میں تنہائی محسوس کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے دل کی بات خلوص کے ساتھ کسی سے کہہ نہیں سکتا، لوگوں کو اس کی بات سننے کی فرصت نہیں ہے یا اس پر کوئی بھروسہ، وشواس، واعتماد نہیں ہے تو اس کا دل چکنا چور ہو جاتا ہے، اس لئے کہ انسان کے اندر جو کچھ طاقت ہے، اور دنیا میں جو اس کا دل لگتا ہے، جنگل میں کپڑے پھاڑ کر نکل جانے کو اس کا جی نہیں چاہتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ اطمینان محسوس کرتا ہے کہ اپنے دل کی بات اپنے بھائیوں سے، دوستوں سے کہہ سکتا ہے، اور سب بھائی اور سب دوست اس کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

یہی خیال اگر اس کو ہو جائے کہ ہر آدمی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے، اور اس کا استقبال وہ بدگمانی اور شک کے ساتھ اور کچھ تردّد کے ساتھ کر رہا ہے تو اس کے دل پر، اس کے جوش پر، اس کے جذبات پر اوس پڑ جاتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں اپنی خوشی آپ سے چھپا نہیں سکتا کہ میں اپنے سامنے ایسے پڑھے لکھے چہرے دیکھ رہا ہوں پڑھا لکھا آدمی پہچان لیا جاتا ہے، اگرچہ میرا تعارف آپ سے کرایا گیا، جو غیر ضروری رسم ہے، آپ کا تعارف مجھ سے نہیں کرایا گیا یہ تو یک طرفہ کارروائی (ONEWAY TRAFFIC) ہوئی، میرا تعارف آپ سے کرایا گیا آپ کا تعارف شاید اس لئے نہیں کرایا گیا کہ یہ ذرا مشکل کام ہے، ایک آدمی کا دو آدمیوں کا تین آدمیوں کا تعارف کرایا جاسکتا ہے، اتنے بڑے مجمع کو کیسے متعارف کرایا جاسکتا ہے، پھر اس میں یہ ہو تا کہ کوئی اگر رہ جائے تو اس کو شکایت ہوتی لیکن میں اپنی زندگی کی بڑی مدت پڑھانے والا استاد (TEACHER) رہا ہوں تو ٹیچر کو خاص طور پر اس بات کی مشق ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مخاطبوں کو جن لوگوں کو وہ ADDRESS کر رہا ہے، جن لوگوں سے وہ بات کرنا چاہتا ہے، وہ ان کی پیشانی کی لکیروں کو پہچاننے لگتا ہے وہ ان کے چہروں کے اتار چڑھاؤ کو پہچانتا ہے وہ ان کی آنکھوں کی چمک کو دیکھتا ہے اس لئے اور کوئی DISTINCTION نہ ہو، کوئی اور میری QUALIFICATION ہو نہ ہو، لیکن میں نے بچوں کو پڑھایا ہے تو جوانوں کو پڑھایا ہے اس لئے میں کسی حد تک آدمی کو پہچانتا ہوں جب میں دیکھتا ہوں کہ سنجیدہ باوقار، پُرسکون اور سوچنے والے (INTELLECTUAL CLASS) سے تعلق رکھنے والی ایسی GATHERING میرے سامنے ہے تو میرے دل میں ایک طوفان ایک جوش اٹھتا ہے کہ میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دوں۔

اپنے گھر کی بپتا اپنے ملک کی کہانی

افسوس ہے کہ سائنس کی ساری ترقیوں کے باوجود ابھی تک سائنٹسٹ

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں کہ کوئی شخص اپنا دل نکال کر رکھ دے، دل نکال کر رکھ دینا تو آسان ہے مگر اس کا واپس جانا مشکل ہے یعنی آپریشن کے ذریعہ دل نکال کر ٹیبل پر رکھا تو جاسکتا ہے مگر پھر وہ اپنی صحیح جگہ پر پہونچ جائے یہ مشکل ہے۔

دل کے آپریشن کامیاب تو ہوئے ہیں لیکن ایسا کہاں ہوسکتا ہے کہ ہر مقرر اپنا دل نکال کر سامنے رکھ دے اور پھر اس کے بعد وہ اس کو اپنی جگہ پر فٹ بھی کردے۔

لیکن سب کو اس کی ضرورت نہیں مجھے یہ اطمینان ہے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ حضرات جب سردیوں کی اس رات میں ایک ایسے پردیسی آدمی کی بات سننے کے لئے جس سے آپ پہلے سے واقف نہیں تھے آئے ہیں تو آپ بہت SERIOUS ہیں آپ بہت سوچ سمجھ کر آئے ہیں اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے دل کا درد اپنی بیتا اپنے گھر کی بیتا اپنے ملک کی بیتا اور اس صدی اس عہد (ERA) پہ جو چل رہا ہے، اس کی ٹریجڈی آپ کے سامنے بیان کروں اور اس کا زخم اس کی المناک روداد اور اپنے دل کا زخم آپ کے سامنے رکھوں اگر ایسا مجمع بھی اس کا حق نہیں رکھتا تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون سا مجمع ہوگا جس کے سامنے دل کے درد کی کہانی سنائی جاسکے ملک میں خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے اور ہماری سوسائٹی، دنیا کی سوسائٹی خطرہ میں ہے لیکن دنیا تو بہت بڑی ہے اور اس کی فکر کرنے والے بھی بہت ہیں لیکن یہ دیس ہمارا دیس ہے اس کی فکر کرنے والے امریکہ اور یورپ سے نہیں آئیں گے، روس سے نہیں آئیں گے ہم ہی آپ ہوں گے اس لئے میں آپ کے سامنے اپنے دل کا درد رکھنا چاہتا ہوں اور آپ کو بھی اس درد میں شریک کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرے دل میں زیادہ درد ہے اور آپ کے دل میں درد نہیں ہے لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

سمجھتا ہوں کہ میں اپنا دردِ دل آپ سے کہوں اور آپ اپنا دردِ دل مجھ سے کہیں یہ بڑی اچھی علامت ہے بہت اچھی SIGN ہے، ہماری اس سوسائٹی کی کہ اگر کسی کو کوئی دعوت دی جاتی ہے INVITE کیا جاتا ہے اس میں کوئی سیاسی (POLITICAL) غرض نہیں ہوتی کسی پارٹی کی طرف سے جلسہ نہیں ہوتا جب کہ اتنے سنجیدہ مشغول لوگ جو کام میں مصروف ہیں، جنھوں نے دن میں محنت کی ہے، اور مطالعہ کیا ہے، پڑھا ہے لکھا ہے جو اسکالرس ہیں اور شہر کے معزّزین ہیں وہ جمع ہو جائیں جب تک ہمارے ملک میں اتنی بات ہے اس وقت تک اس ملک کی ناؤ ڈوبے گی نہیں اگر کسی کی آواز پر خواہ اس آواز دینے والے کو نہ پہچانا جاتا ہو، پہچانتے ہوں جب تو کوئی بڑی تعریف کی بات نہیں ہے اندور کے کوئی بڑے پروفیسر، بڑے مفکر، بڑے فلاسفر، بڑے اسکالر کے نام پر اگر آپ یہاں جمع ہوتے تو یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہوتی، لیکن مجھ جیسے پردیسی اور ہمارے جیسے پردیسی بھائیوں کو سننے کے لئے آپ لوگ اپنے ضروری کام چھوڑ کر آگئے ہیں، یہ بڑی اچھی علامت ہے اس وقت تک ہمیں اپنے ملک سے، اپنی سوسائٹی سے اچھی امید رکھنی چاہئے جب تک کہ ایک اجنبی آواز پر اتنے بھائی جمع ہو جائیں۔

ذرائع اور وسائل

میرے بھائیو اور دوستو! آپ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں آپ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک کو ذرائع و وسائل کہہ سکتے ہیں دوسرے مقاصد ہوتے ہیں، یعنی کرنا کیا ہے، ان ذرائع کو کس طرح استعمال کرنا ہے ان کو ہم

www.abulhasanalinadwi.org

ENDS کہہ سکتے ہیں، PURPOSES کہہ سکتے ہیں تو انہی دو چیزوں پر ہمارا تمدّن چل رہا ہے اور انہی دونوں چیزوں کے CO-ORDINATION اور CO-OPERATION سے، ان دونوں کے BALANCE سے اس وقت تک تمدّن قائم رہا ہے، اور آئندہ بھی اس کے قائم رہنے کی، CIVILIZATION کے قائم رہنے کی، اخلاق کے قائم رہنے کی، سوسائٹی کے قائم رہنے کی امید کی جاسکتی ہے، دنیا میں جب کوئی CRISIS پیدا ہوا ہے کوئی انتشار پیدا ہوا ہے تو ہمیشہ ان دونوں میں عدم توازن سے، یعنی ذرائع اور مقاصد دونوں الگ الگ ہو جائیں، دونوں میں بیر ہو جائے، دونوں میں تضاد ہو جائے، FRUSTRATION ہو، دونوں ایک دوسرے سے روٹھ جائیں، ذرائع مقاصد کو تلاش نہ کریں، مقاصد ذرائع کو ٹھکرا دیں، بے پرواہ ہو جائیں، اس سے ہمیشہ انتشار اور بے چینی پیدا ہوئی ہے۔

ذرائع کی ترقی کا دور

ہم سب جانتے ہیں کہ یہ دَور ذرائع کی ترقی کا دور ہے، یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے، جو سائنس کے براہ راست اسٹوڈنٹ نہیں ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا یہ دَور ذرائع کی پیداوار (PRODUCTION) کا، ذرائع کی ترقی کا، انسان کی دسترس میں، انسان کے قبضہ میں، اس کے DISPOSAL میں آجانے کا دور ہے، اس دَور کے بہت سے نام رکھے جاتے ہیں، کوئی کہتا ہے یہ فولاد کا دور ہے کوئی کہتا ہے ATOMIC ENERGY کا دور ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو چیز سب کو COVER کرتی ہے وہ یہ کہ یہ دور ہے ذرائع کی ترقی کا، اس میں ایٹمک انرجی بھی آجاتی ہے، اس میں لوہا اور فولاد بھی

www.abulhasanalinadwi.org

آجاتا ہے، اس میں سائنس اور ٹیکنالوجی بھی آجاتی ہے، تو زیادہ سے زیادہ جو چیز (COVER) کرسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ دور ہے ذرائع کی ترقی کا، انسٹرومینٹ کی ترقی کا، ٹیکنالوجی کی ترقی کا، اور MEANS کی ترقی کا دور ہے، اور یہی دیکھئے کہ کل تک ہم کسی جلسے کو ADDRESS کرتے تھے تو بہت زور سے ہم کو بولنا پڑتا تھا، آواز کسی کو پہنچتی تھی کسی کو نہیں پہنچتی تھی، اب یہ خدا کی کتنی بڑی دین ہے، اور سائنس کا کتنا بڑا CONTRIBUTION ہے، حالانکہ بہت ہی معمولی بہت ہی حقیر اور بہت ہی چھوٹا سا CONTRIBUTION مائک کی صورت میں ہمارے آپ کے سامنے ہے مگر یہ بھی بڑی نعمت ہے، میں آسانی کے ساتھ آپ سے بات کر رہا ہوں اور اگر اس سے دس گنا مجمع ہوتا تو میری آواز آسانی کے ساتھ وہاں تک پہنچتی، ایک روشنی کو دیکھ لیجئے کہ موم بتیاں جلائی جاتی تھیں پھر بہت ترقی کی تو لالٹینوں کا زمانہ آیا پھر اور ترقی ہوئی تو گیسوں کا زمانہ آیا مگر اب ایک سوئچ دبایا تو یہ سب کا سب ہال جگمگا اٹھا یہ سب ذرائع ہیں، پھر اس سے اور کچھ ذرائع ہیں۔

ذرائع خدا کی نعمت ہیں

یہ سب ذرائع خدا کی نعمت ہیں کوئی مذہبی انسان جو شخص EXTREMIST ہو، جو بالکل پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو وہ بھی ان ذرائع کو ٹھکرا نہیں سکتا اُن کی تحقیر نہیں کرسکتا ان کو DENY نہیں کرسکتا، ذرائع اللہ کی نعمت ہیں، ہمارے مذہبی آدمی جو مذہبی طریقے پر سوچتے ہیں RELIGIOUS THINKING ہے RELIGIOUS MENTALITY ہے، وہ بھی اس کو مانتے ہیں اور ہماری مذہبی کتابیں، آسمانی صحیفے ان میں سے

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن شریف کا میں نے کچھ زیادہ مطالعہ کیا ہے، اس میں خدا نے جگہ جگہ اپنے بندوں پر احسان رکھا ہے جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب میں نے تمھارے لئے ہی پیدا کیا ہے "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا"[1] وہ ہے جس نے سب تمھارے لئے ہی پیدا کیا ہے، وہ سب تمھارے DISPOSAL میں دیدیا ہے تمھارے ہاتھ تمھاری مٹھی میں دیدیا ہے اور وہ کہتا ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ"[2] ہم نے انسان کی عزت عظمت بڑھائی خشکی اور تری پر اور فضا پر اس کو سوار کر دیا ہم نے زمین کو بھی اس کی سواری بنایا، ہوا اور فضا اور سمندر کو بھی اس کی سواری بنایا میں سمجھتا ہوں جو دوسری مذہبی کتابیں ہیں ان سب میں ذرائع کو MEANS کو، آلات اور خدا نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، اب یہی دیکھئے فاصلے کیسے سمٹ گئے ہیں، میں لکھنؤ سے آپ کے یہاں اندور آیا ہوں یہی فاصلہ شاید ایک مہینے میں طے ہوتا کتنی بڑی خدا کی نعمت ہے کہ ریل پر ہوائی جہاز پر کار پر کوئی آدمی بیٹھے اور اس سواری کے حساب سے آدمی مہینوں کی منزل ہفتوں میں اور ہفتوں کی منزل دنوں میں اور دنوں کی منزل گھنٹوں میں طے کر سکتا ہے، یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں۔

ذرائع کی افادیت نیک مقاصد پر منحصر

اب میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ نعمتیں، یہ ذرائع، یہ MEANS یہ انسٹرومنٹ خود کافی نہیں ہیں، ان کی جو قدر و قیمت، ان کی جو MERIT ان کی جو افادیت ہے وہ سب مقاصد پر منحصر ہے۔

---

[1] سورۃ البقرہ - ۲۹ [2] سورۃ بنی اسرائیل - ۷۰

www.abulhasanalinadwi.org

—— کہ ان سے کیا کام لیا جاتا ہے، اگر ہمیں یہ تو معلوم ہو کہ ہم ان سے کیا کام لے سکتے ہیں تو یہ ہمارا منھ دیکھتے رہ جائیں گے اور ہم ان کا منھ دیکھتے رہ جائیں گے، کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور اگر ہم ان سے کوئی غلط کام لیں تو یہ بھی ان کی ناقدری ہوئی اور گویا ہم نے ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ ان سے کام کئی طرح کے لئے جا سکتے ہیں لیکن جو سب سے بہتر کام ہو سکتا ہے، سب سے SUPERIOR ہے، اس کو ہم چھوڑ دیں اور ان سے ہم ادنیٰ درجہ کا کام لیں مثلاً میں یہ کر سکتا ہوں کہ میں اس مائک سے کچھ غلط باتیں کہنا شروع کر دوں، آپ کی دلآزاری کی باتیں کہوں، ریڈیو سے کتنا بڑا کام لیا جا سکتا تھا، ہم کو یہ بتایا گیا تھا، (اور یہ کوئی غلط بات نہیں تھی) کہ :-

جب ریڈیو عام ہو جائے گا تو سب COUNTRIES تمام NATIONS ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جائیں گے اور سب ایک دوسرے کے چاہنے والے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بن جائیں گے، ہر طرح کی عداوتیں، غلط فہمیاں شکایتیں رفع ہو جائیں گی، اس لئے یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی بیماری یہ ہے کہ ایک دوسرے کو جانتا نہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا سمجھنے والے بڑے سادہ لوح، کم سمجھ تھے، ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ دنیا میں جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں، یہ سب نہ جاننے کی وجہ سے ہوتی ہیں، اگر ایک شخص دوسرے کی تہذیب سے واقف ہو، اس کی خوبیوں، کارناموں سے واقف ہو، اس کے ادب و شاعری اور لٹریچر سے واقف ہو، اس کے فنون لطیفہ (FINE ART) سے واقف ہو، اس کے جذبات سے واقف ہو، اس کے (ARCHITECTURE) فن تعمیر سے واقف ہو تو پھر کبھی لڑائی کی نوبت نہ آئے،

www.abulhasanalinadwi.org

بہت دنوں تک یہ کہا جاتا اور لکھا جاتا رہا کہ دنیا کی ساری بیماریوں کا سارے دکھوں کا علاج یہ ہے کہ ایک دوسرے کو جانتے لگیں پہچاننے لگیں اور APPRECIATE کر سکیں، ایک دوسرے کے دکھ درد کو معلوم کر سکیں تو ہم بھی سمجھتے تھے کہ بات دل کو لگتی ہوئی ہے، ٹھیک ہے ایک آدمی دوسرے آدمی سے بعض اوقات لڑ جاتا ہے کہ پہچانتا نہیں ہے، بھائی سے بھائی لڑ جاتا ہے، اب جب ایک دوسرے کا INTRODUCTION ہوتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ تمہارا بھائی ہے، تمہارے محلّے میں رہتا ہے، ڈاکٹر ہے، انجینیر ہے، آدمی فوراً رک جاتا ہے تو بات یہ غلط نہیں تھی، بہت ABSURD نہیں تھی، سمجھ میں آنے والی REASONABLE تھی، اور COMMON SENSE کے مطابق تھی لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ یہ دریافت (DISCOVERY) بڑی تکلیف دہ DISCOVERY ثابت ہوئی۔

ریڈیو جتنا عام ہوا بجائے اس کے کہ فاصلے کم ہوں فاصلے بڑھتے چلے گئے، اور ریڈیو نے بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کی خوبیاں بیان کی ہوتیں اور ایک دوسرے کی محبت کے خوبی کے گیت گائے ہوتے، ایک دوسرے کو جوڑنے کی کوشش کی ہوتی، ریڈیو نے سیاسی پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، ہر ریڈیو کا کام یہ ہو گیا کہ وہ اپنے ملک کے قصیدے پڑھے، اس کی خرابیوں اور کمزوریوں کو بھی کمال بنائے اور دوسرے ملک کی شکایت کرے، دوسرے ملکوں پر تنقید کرے۔

آپ دیکھئے کہ ریڈیو جیسی چیز جس سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں تھی، قوموں سے قوموں کو قریب کرنے کے لئے، ملکوں کو ملکوں سے قریب کرنے کے لئے، فاصلوں کو کم کرنے کے لئے اور جو دیواریں کھڑی ہیں ان کو گرانے کے لئے، دلوں کو جوڑنے کے لئے، اور قوموں کو

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دوسروں سے تبادلہ خیال کرنے کے لئے، ریڈیو سے بڑھ کر کون سی طاقت تھی جو اتنی آسانی کے ساتھ اور تھوڑے وقت میں یہ خدمت انجام دے سکتی تھی DEPUTATION جانے اور SEMINAR, CONFERENCE SYMPOSIUM ہوتیں، یونائیٹڈ نیشن میں ایک دوسرے نیشن کا REPRESENTATIVE باہر COUNTRY کا ممبر اپنی قوم کا تعارف کرانا کتنی دیر لگتی، کتنا پیسہ خرچ ہوتا، گھر بیٹھے ہم ریڈیو سنتے ہیں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں، ہم آپ اسی دنیا میں رہتے ہیں، روز ریڈیو سنتے ہوں گے، کیا واقعی ریڈیو نے قوموں کو قریب کر دیا ہے؟ کیا واقعی ریڈیو نے دکھے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا ہے؟ کیا واقعی ریڈیو نے ملکوں میں، قوموں میں نیشن میں، COUNTRY میں یہ شوق پیدا کیا کہ وہ دوسرے قوموں کے لٹریچر کی STUDY کریں اُن کی ہسٹری اُن کی تاریخ کا مطالعہ کریں، اُن کے ملکوں کو جا کر دیکھیں اور اُن کو جو تکلیفیں ہیں جو HARM ہیں، وہاں قحط پڑا ہے، وہاں کوئی طوفان آگیا ہے، اس کی مدد کریں، کہاں تک ریڈیو نے یہ خدمت انجام دی اور کہاں تک اس سے فائدہ حاصل ہوا؟ ایسا کیوں ہوا؟ وجہ یہ ہے کہ ذرائع اور وسائل اور مقاصد میں اور اینڈس میں CO-ORDINATION نہیں ہے، ان دونوں میں وہ تناسب نہیں ہے، وہ اتحاد نہیں ہے، اور کوئی ایسی ہستی کوئی ایسا ادارہ (INSTITUTION) کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو ان دونوں کو ملائے جوڑے منسلک کرے۔

اخلاقیات سائنس کا موضوع نہیں

سائنس ایک آلہ، ایک فن ہے، بڑے سے بڑے سائنٹسٹ نے یہ دعویٰ، یہ CLAIM

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں کیا کہ وہ اخلاقی تعلیم اور اچھے مقاصد، بہترین (AIMS) آپ کو دے گا، وہ آپ میں احساس ذمہ داری (RESPONSIBILITY) پیدا کرے گا، یہ تمام باتیں اس کے دائرے سے خارج ہیں، نہ سائنس دانوں نے یہ دعویٰ کیا، نہ ہم اس پر ملامت یا شکایت کر سکتے ہیں، کسی سائنس داں سے یہ کہنا کہ تم نے بڑے ذرائع ہمارے سامنے رکھ دیئے، ایٹم بم اور نیوکلیائی اسلحہ بھی تیار کر لئے، لیکن تم اُن کے استعمال پر نگرانی قائم نہیں کرتے، خدا کا خوف اور انسانوں سے ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں کرتے تاکہ ہیروشیما اور ناگاساکی جیسا المناک واقعہ پیش نہ آئے، سائنس اور سائنسداں کا یہ جواب ہوگا اور بجا جواب ہوگا کہ یہ ہمارا موضوع نہیں، یہ مذہبی آدمیوں، اخلاقیات (ETHICS) کے ماہروں کے یا REFORM کے یا PRIESTHOOD کلاس کے لوگوں کا کام ہے، یہ سوال ان سے پوچھو، سائنٹسٹ اس پر وقت صرف نہیں کریں گے کیوں کہ یہ ان کا کام نہیں ہے، آج کی دنیا کا سانحہ (TRAGEDY) یہ ہے کہ ذرائع میں تو برابر ترقی ہو رہی ہے، اور ہر روز نت نئے وسائل و ذرائع کا سلسلہ جاری ہے، ہم خود ذرائع کے متوالے ہو رہے ہیں، ہم پر ذرائع کا رُعب طاری ہے، ہماری MENTALITY ایسی ہو گئی ہے کہ ہم یہ سوچتے بھی نہیں کہ مقاصد کی بھی ضرورت اور اہمیت ہے۔ یہ ذرائع ناکافی، نامکمل (INCOMPLETE) ادھورے بلکہ خطرناک ہیں اگر ان کے ساتھ صحیح مقاصد نہ ہوں۔

ہمارا MENTAL ATTITUDE صحیح نہیں ہے، اگر ہمارے اندر (CIVIC-SENSE) MORAL-SENSE نہیں ہے، اگر ہمارے دل میں انسانیت کا احترام، انسانیت کی عزت، انسان کی محبت، انسانی جان کی قدر و قیمت اور انسان کے بارے میں اعلیٰ تصور نہیں ہے، اگر ہم کوئی انسانی کلچر نہیں رکھتے تو یہ تمام ذرائع اور وسائل

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں اور ہوئے، یہ ایک کھلی حقیقت ہے، یہ (COMMON SENSE) کی بات (PRACTICAL) چیز ہے، تجربات کی بات ہے۔

ذرائع اور مقاصد کی ہم آہنگی

وہ لوگ جو ذرائع میں بہت (ADVANCE) ہیں، بہت ترقی کر رہے ہیں، جو دنیا کو (LEAD) کر رہے ہیں، انسانیت کی قیادت کر رہے ہیں، خود ان کا کیا حال ہے؟ ایک جنگ عظیم (GREAT WAR) ہوئی، پھر دوسری جنگ عظیم (SECOND GREAT WAR) ہوئی، اب دنیا تیسری جنگ عظیم (THIRD GREAT WAR) کے خطرات سے دوچار ہے، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ اگر یہ ہوئی تو پوری نسل انسانی تباہ ہو جائے گی، اس لئے کہ (MEANS) ہیں، لیکن وہ (AIMS) نہیں ہیں جو کنٹرول کر سکیں اور بریک لگا سکیں، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نا سمجھ بچے کے ہاتھ میں بلیڈ یا دیا سلائی دے دی جائے یا کسی ایسے آدمی کو جس کا دماغی توازن بگڑ چکا ہو (ABNORMAL) ہو کوئی ایسی نازک چیز دے دی جائے جس سے خطرہ ہو۔

آج دنیا کی یہ حالت ہے کہ اسے سائنس (DRIVE) کر رہی ہے، اور جو لوگ سائنس، تہذیب، تمدن، کلچر اور سیاست کی قیادت کر رہے ہیں، ان میں توازن (BALANCE) نہیں ہے، ان میں ذرائع کا صحیح استعمال کا احساس و شعور نہیں ہے، انھیں کسی ملک، کسی قوم، کسی شہر، کسی فرد کی تباہی کی پروا نہیں، ذرائع اور مقاصد کے عدم توازن کے تباہ کن نتائج، ہمارا دن رات کا مشاہدہ ہیں۔

انسانیت کی قسمت، انسانی تہذیب (CIVILIZATION) سوسائٹی کا تحفظ،

www.abulhasanalinadwi.org

ذرائع اور مقاصد کی ہم آہنگی پر منحصر ہے ان دونوں میں تعاون (CO-OPERATION) ہو، ایک دوسرے کی خدمت کا جذبہ ہو ایک دوسرے کو (FAVOUR) کرے، طاقت پہونچائے، ذرائع آگے بڑھ کر کہیں کہ ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں، اور مقاصد کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور دے دیں۔

پھر خدا کا خوف، انسانیت کا احترام، انسانی جان کی قدر و قیمت کا احساس اور یہ شعور ہو کہ ذرائع انسان کے خادم ہیں، آقا نہیں، سکھ پہونچانے کے لئے ہیں دکھ دینے کے لئے نہیں۔ آدمی کے دل میں ایسا جذبہ، ایک ایسی کیفیت ہونی چاہئے کہ وہ ذرائع کو احساس ذمہ داری کے ساتھ اور بہتر سے بہتر مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر آمادہ ہو، اگر یہ بات نہیں ہے تو یہ سب چیزیں نہ صرف بے کار ہوں گی بلکہ انسان کو تباہ کر دیں گی۔

جب ذرائع کم تھے لیکن مقاصد اعلیٰ تھے

ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ جب ذرائع نہیں تھے، لیکن مقاصد اچھے تھے نیتیں اچھی تھیں، دل اچھے اور پاک تھے، جب دماغ روشن تھے، جب خدا کا خوف غالب تھا، جب انسانوں کو انسانوں سے ہمدردی تھی تو بہت تھوڑے ذرائع میں انسانوں نے وہ کام کئے جو آج تک تاریخ میں نقش ہیں۔

راجہ بکرماجیت جس کا دارالسلطنت اجین تھا اور یہ پورا علاقہ اس کے زیر نگیں تھا، اس نے جو سماج بنایا، جیسے قوانین بنائے، اس کے ذرائع کیا تھے؟ ایران کا شہنشاہ نوشیرواں، اسلام کے خلفائے راشدین جن کے کارناموں نے

www.abulhasanalinadwi.org

انسانی تاریخ میں چار چاند لگائے، ان کا زمانہ آج جیسا ترقی یافتہ اور وسائل و ذرائع سے مالا مال نہیں تھا، بادبانی کشتیوں، اونٹوں اور گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر وہ طویل فاصلے طے کرتے تھے، بڑے بڑے لشکر اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں تک جاتے تھے رسد وغیرہ کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا تھا، لیکن انھوں نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے، انصاف کیا ہے، ان کے دور میں عوام کو سکھ، اطمینان، عافیت اور خوشحالی نصیب تھی، دولت جیسی عام اور انسانی ذرائع کا حصول سب کے لئے جس طرح ممکن تھا اس کی مثال اب نہیں ملتی، تاریخ میں ان کا یہ ریکارڈ ہے کہ محدود ذرائع کے ساتھ انھوں نے کیسے اہم مقاصد پورے کئے، اور کتنی بڑی کامیابی حاصل کی۔

اگر ذرائع ہوں اور مقاصد نہ ہوں تو ذرائع بیکار، اور مقاصد ہوں اور ذرائع نہ ہوں تو مقصد بیکار، خدا نے جو چیزیں پیدا کی ہیں، ہم اس کو (DISCOVER) کریں، اور جیتنا (CAPTURE) کر سکتے ہیں کریں، کوئی مذہب اس سے نہیں روکتا، آدمی کے ارادے اچھے ہوں تو ذرائع پیدا ہوں گے لیکن اگر اس کے اندر کسی نیک کام کی کوئی خواہش ہی نہ ہو، انسانی ہمدردی، انسان کی خدمت کا، بیسوا کا جذبہ ہی نہ ہو تو یہ ذرائع کوئی نفع نہیں پہونچائیں گے، بجائے راحت کے نقصان پہونچائیں گے، جو ظلم پہلے بادبانی کشتی سے سفر کرتا تھا، جو سقاکی اور درندگی اونٹ اور گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور بیل گاڑیوں اور یکوں سے ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل ہوتی تھی، آج وہ سقاکی، وہ درندگی، وہ حیوانیت و بہیمیت، وہ خود غرضی (SELFISHNESS) ہوائی جہازوں سے ایک ملک سے دوسرے ملک گھنٹوں میں پہونچ جاتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

پہلے ایک شخص کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہونچنے میں مہینوں لگ جاتے تھے، سکندر کو یہاں پہونچنے میں مہینوں لگ گئے تھے، لیکن آج کوئی سکندر، کوئی چنگیز، کوئی نیرو ہوائی جہاز میں چند گھنٹوں میں پہونچ جاتا ہے۔

اگر دل اچھا نہیں، من پاپی ہے دماغ میں تاریکی ہے، روح بیمار ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ذرائع سے انسانیت کی تعمیر (CONSTRUCTIVE WORK) کی بجائے تخریب کا کام (DESTRUCTIVE WORK) ہوگا، ہماری تمام کوششیں منفی (NEGATIVE) ہوجائیں گی۔

سائنس کا مست ہاتھی

ہماری اس صدی کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ اس دنیا کو جنت بنانے کے تمام ذرائع ہمارے پاس موجود ہیں، ہمارا ملک آزاد ہے، اس کی باگ ڈور خدا نے ہمارے ہاتھ میں دی ہے، اس ملک میں کتنی یونیورسٹیاں ہیں، ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے یہاں کتنی یونیورسٹیاں، پاٹھ شالے، مدرسے قائم ہوئے، ریسرچ سنٹرز اور لائبریریاں وجود میں آئیں ان سب کے باوجود انسان برابر انحطاط کا شکار، معاشرہ اخلاقی زوال سے دوچار اور ملک انارکی میں مبتلا ہے، پوری دنیا کا یہ حال ہے، شیکاگو کی لائبریری میں میں نے پوچھا کہ یہاں کتنی کتابیں ہیں تو لائبریرین نے کہا کہ پچاس لاکھ کتابیں، ہارورڈ یونیورسٹی جانے اور وہاں لیکچر دینے کا اتفاق بھی ہوا، وہاں معلوم ہوا کہ ایک کروڑ کتابیں ہیں۔

اس کے علاوہ امریکہ میں چپے چپے پر یونیورسٹی ہے، ایک ایک یونیورسٹی میں ایک ایک لاکھ طالب علم پڑھتے ہیں لیکن کتابوں کی کثرت، یونیورسٹیوں کی بھرمار، لیبارٹریوں کی رونق، علم و سائنس کی ترقی اس نے امریکہ کو کیا دیا؟ جب نیویارک کے پاور پلانٹ پر

www.abulhasanalinadwi.org

بجلی گری اس وقت میں فلاڈیلفیا میں تھا، بجلی گری اور تین گھنٹے کے لئے پورا نیویارک شہر اندھیرے میں ڈوب گیا، لیکن ان تین گھنٹوں میں دنیا کے اس متمدن شہر میں کئی ارب روپیوں کی لوٹ ہوگئی، لوگ بھک منگوں، قافر کشوں اور وحشی جانوروں کی طرح دوکانوں پر، تجارتی اداروں پر، سامان پر، کیش بکسوں پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے نیویارک کو لوٹ لیا، تین گھنٹے تک نیویارک (OUT OF CONTROL) ہوگیا تھا، وہاں کا انتظامیہ بے بس تھا، بتایئے! ان یونیورسٹیوں، لائبریریوں، لیبارٹریوں نے امریکہ کو کیا دیا؟ آج امریکہ ساری دنیا کے انسانوں کو بھولے بھالے بچوں کی طرح بہلا رہا ہے، جانوروں کے ریوڑ کی طرح ہانک رہا ہے لیکن خود اس کا حال کیا ہے؟

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تنہا ذرائع کچھ نہیں کرسکتے، اگر اخلاقی طاقت، احساس ذمہ داری اور مذہب کی زبان میں خدا کا خوف نہ ہو تو بڑے بڑے سائنس داں، ریسرچ اسکالرز، یونیورسٹیاں، لائبریریاں، لیبارٹریز، عظیم الشان پروجیکٹ کچھ نہیں کرسکتے۔

یہ احساس ہونا چاہئے کہ کسی بھی انسان پر ظلم اور زیادتی خود اپنے پر ظلم ہے، تمام انسان ایک ہی جسم کے ٹکڑے ہیں، قرآن کے الفاظ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ[1] ایک جان کا پیدا کرنا گویا پوری نسل انسانی (MANKIND) کو پیدا کرنا ہے، پوری نسل انسانی ایک جسم ہے، گلستاں، بوستاں جیسی اخلاقی کتابیں جب بچپن میں پڑھائی جاتی تھیں تو ہم پڑھتے تھے ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند

آدم کے بیٹے ایک ہی جسم ہیں، کیوں کہ ایک ہی زمین، ایک ہی مادہ سے

[1] سورۃ لقمان ۔ ۲۸

www.abulhasanalinadwi.org

بنائے گئے ہیں، اسی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کُلُّکُمْ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ" اے انسانو! تم سب آدم سے بنے ہو اور آدم مٹی سے بنا تھا کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں کسی بات پر فخر کرنے کا حق نہیں۔

اس بات کی کمی نے آج روس اور امریکہ کو مست ہاتھی بنا دیا ہے، سامنس کو مست ہاتھی بنا دیا ہے، کسی کی خیر نہیں کہ کس بچہ کو کچل ڈالے اور کس غریب کے جھونپڑے کو گرا دے۔

اس مست ہاتھی کو اگر کوئی چیز کنٹرول کر سکتی ہے تو وہ خدا کا خوف ہے، خدا پر یقین اور اخلاقی طاقت ہے، اس نے بڑے بڑے طاقتوروں کو جن سے دنیا لرزتی، کانپتی تھی پیٹ پر پتھر باندھنے، فاقہ کرنے اور راتوں کو بھیس بدل کر پہرہ دینے پر آمادہ کیا!

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں اور اس کی معافی چاہتا ہوں کہ چونکہ میں اسلامک ہسٹری کا طالب علم ہوں، میں نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، میں نے اپنی تاریخ کا زیادہ مطالعہ کیا ہے، اس لئے اس وقت ذہن میں یہی واقعہ آگیا، اور اسی کو مثال بنا سکتا ہوں، ورنہ ہندوستان میں جب بھی اخلاقی طاقت ہر چیز پر غالب تھی، ایسی مثالیں گذری ہوں گی، یہاں بھی بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں۔

یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے جو پہلے خلیفہ تھے، ان کا پورا وقت خلافت وحکومت کے کاموں میں صرف ہوتا تھا لہٰذا اُن کے گذارے کے لئے بیت المال سے ایک معمولی رقم بطور وظیفہ ملا کرتی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مثالی حکمراں

حضرت ابوبکرؓ بیت المال سے اپنے لئے جو وظیفہ لیتے تھے، اس کی مقدار کتنی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی اہلیہ کا جی چاہا کہ حلوہ کھائیں، شوہر سے فرمائش کی تو انھوں نے جواب دیا کہ گنجائش نہیں ہے، بیوی نے کہا کہ اچھا آپ روزمرہ کے خرچ کے لئے مجھ کو جو دیتے ہیں اب میں اسی میں سے پس انداز کروں گی یہاں تک کہ وہ حلوہ کی قیمت کے برابر ہو جائے، چند روز میں اتنا پس انداز ہو گیا کہ حلوہ بن سکے، خلیفۂ رسولؐ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ روزمرہ کا خرچ ان چند پیسوں کو کم دینے کے بعد بھی پورا ہو سکتا ہے جو تم روزانہ پس انداز کرتی تھیں، اس لئے اب آئندہ تم کو گھر کا خرچ کم کر کے دیا جائے گا، اور جو رقم حلوہ کے نام سے پس انداز ہوئی تھی، وہ بیت المال میں داخل کر دی۔

یہ مثال اس انسان کی ہے جو مدینہ سے لے کر سیریا اور پورے جزیرۃ العرب کا حکمراں تھا، جس کا رقبۂ سلطنت ہندوستان سے بھی زیادہ تھا۔

اصل ضرورت ذرائع اور وسائل کو مفید بنانے اور اسے صحیح رُخ دینے کی ہے، سائنس کی ترقی اور وسائل کی فراوانی سے سوسائٹی اس خطرہ سے محفوظ نہیں رہ سکتی جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے، خدا کا خوف، اخلاقی حس، انسانیت کا اکرام اور احساس ذمہ داری کے ذریعہ انسانی سماج کو خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔

یہ دنیا سائنس اور ٹیکنالوجی میں، مالیات (FINANCE) میں اور زندگی کے تمام مادّی شعبوں میں ترقی کر رہی ہے، ہمارا ملک بھی ترقی کر رہا ہے، اور خود کفیل

www.abulhasanalinadwi.org

بنتا چلا رہا ہے لیکن جو کام نہیں ہو رہا ہے، وہ اخلاق، انسان کی عزت و محبت اور پریم کو عام کرنے کی دعوت ہے، آدمی کو آدمی سے ملانے، خود غرضی کو کم کرنے، خلوص کو پیدا کرنے، حب الوطنی اور وفاداری کے جذبات کو فروغ دینے اور ہر قسم کے کرپشن اور خرابیوں کو دور کرنے کے لئے عوامی سطح پر پرچار کا کام ہے۔

آج یورپ اور امریکہ کی سوسائٹی میں باوجود بہت سی خرابیوں کے یہ خوبی ہے کہ وہاں کرپشن، ملاوٹ اور وطن دشمنی آپ نہیں پائیں گے، دوائیں، غذائیں، ملاوٹ کا تو وہاں کوئی تصور نہیں کر سکتا اور ہمارے ملک میں یہ بھی ہوتا ہے اور بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے۔

میں ترقی کا مخالف نہیں

میں کسی چیز کا انکار نہیں کرتا، کسی چیز کو (REJECT) نہیں کرتا، جو تعلیم عام کی جا رہی ہے، اس کے اور زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے، اگر یونیورسٹیاں اور قائم ہوں تو ہمیں فخر اور خوشی ہوگی، میں کسی چیز کو کم نہیں کہتا، میں صرف ایک اضافہ چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس ملک میں اخلاق کا پرچار کیا جائے، انسانیت کا احترام پیدا کیا جائے اور یہ بات دل میں بٹھا دی جائے کہ درخت، جانور، دریا، تمہارے چاند سورج سب سے زیادہ قیمتی انسان ہے، یہ سب انسان کے لئے بنائے گئے ہیں اور ہمیں انسان بننا ہے۔

اگر ہم ہوا میں بھی اڑنے لگیں، اور پانی میں پیرنے لگیں لیکن ہمیں زمین پر آدمی کی طرح چلنا نہ آئے تو اس ملک کا اور انسانی سوسائٹی کا خدا حافظ، یہ ملک پھر بچ نہیں سکتا۔

یورپ اور امریکہ بھی خطرے میں ہیں، اس کے لئے کسی دوربین اور خوردبین کی ضرورت نہیں، صاف نظر آ رہا ہے کہ یورپ و امریکہ ڈانواڈول ہو رہے ہیں، اپنے دن

www.abulhasanalinadwi.org

پورے کر رہے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دل میں یہ لگن لگ جائے کہ ہم اخلاق کا پرچار اور انسانیت کا احترام پیدا کریں۔ خدا نے جو نعمتیں ہمیں دی ہیں، ان کے استعمال کا سلیقہ ہم میں ہونا چاہیئے، ہمارے پاس صالح اور تعمیری مقاصد ہونے چاہئیں، ہمارے اندر GOOD WILL کا جذبہ ہونا چاہیئے۔

ہم وسائل کو انسانوں کے فائدے کے لیئے، اُن کے دُکھ درد کو دُور کرنے کے لیئے، دنیا میں محبّت اور پریم پھیلانے کے لیئے، دلوں کو جوڑنے کے لیئے، فسادات روکنے کے لیئے، انسان کُشی ختم کرنے کے لیئے استعمال کریں، مِل جُل کر انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی ضرورت ہے، اور یہی ہمارا پیغام ہے۔

یہ ملک جن خطرات سے دوچار ہے، اور انسانیت جس زوال کی شکار ہے، اس کا احساس ہر مُحبِّ وطن کے دل میں ہونا چاہیئے۔

انسانیت کا سفینہ گرداب میں

انسانیت کی کشتی گرداب میں ہے، اس پر نسلِ انسانی کا صدیوں کا قیمتی سرمایہ ہے، تہذیب و ثقافت، ادب و لٹریچر، علوم و فنون، سب خطرے میں ہیں کشتی غرقاب ہوگی تو کچھ بھی نہیں بچے گا، ڈوبنے والے بحری جہازوں اور حادثہ کے شکار ہونے والے ہوائی جہازوں میں پڑھے لکھے اور قابل لوگ بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی لقمۂ اجل بن جاتے ہیں، بھنور میں پھنسی ہوئی انسانیت کی کشتی کو بچانے کی ضرورت ہے، ہمارا یہی پیغام ہے، آپ حضرات سنجیدگی سے اس پر غور کریں، یہ نہیں کہ ایک قسم کی (CURSORY)

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کو یہاں لے آئی ہو، محض تجسس، محض شوق آپ کو یہاں لے آیا ہو کہ دیکھیں یہ مولوی لوگ ٹیگور ہال میں کیا تقریر کرتے ہیں، اور سُن کر سوجاتا ہے، یہ تقریر نہیں بلکہ میری، آپ کی کہانی ہے، یہ آپ بیتی ہے، جگ بیتی نہیں، یہ ہماری زندگی کا معاملہ ہے، تاریخ، جغرافیہ کا مسئلہ نہیں، ہمیں نیک مقاصد، مذہب سے، اخلاقیات سے ملتے ہیں، نیک ارادے، نیک لوگوں سے ملتے ہیں، اگر ہمارے مقاصد نیک نہیں تو یہ چیزیں معدوم ہیں، یہ چٹکلے مفید نہیں، صرف وسائل حاصل کرنا اور اس سے کوئی بحث نہیں کہ ان سے کیا کام لینا ہے، بے معنی بات ہے، اگر اس مائک سے میں کوئی غلط بات کہہ دوں تو یہ جوں کا توں اسے پہونچا دے گا، قصور مائک کا نہیں، کہنے والے کا ہوگا، قصور سوچنے سمجھنے والوں کا ہے، ان جمادات کا قصور نہیں، جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں، آج ملک میں ہر جگہ آگ لگی ہوئی ہے، اپنے ذاتی مقاصد اور ارادوں کے لئے بیتحد حرام کرنے والے، گھر بار چھوڑنے والے، وطن سے بے وطن ہونے والے موجود ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں جو آستیں چڑھا کر اور خم ٹھونک کر میدان میں آجائے اور کہے کہ میری زندگی میں ملک تباہ اور انسانی معاشرہ برباد نہیں ہوسکتا، ہم پڑھے لکھے لوگ، دانشور انسان اگر یہ کام نہیں کریں گے تو کیا آسمان سے دیوی اور دیوتا اصلاح کے لئے آئیں گے؟ جو لوگ رشوت لیتے ہیں، پیسے کی محبت میں، کسی لالچ میں اپنا گھر بھرتے ہیں اور دوسروں کا گھر اجاڑتے ہیں ہم آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ روکیں، انھیں سمجھائیں ان کو سنبھالیں، آج سارا ملک یا تو سیاست میں لگا ہوا ہے یا دولت کے حصول میں الجھا ہوا ہے، آج صرف دو زندہ حقیقتیں ہیں، طاقت اور دولت (POWER AND WEALTH)

www.abulhasanalinadwi.org

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

طاقت اور دولت کی پوجا میں ملک تباہ ہو رہا ہے، یہ ملک طاقت اور دولت سے نہیں بچے گا، یہ ملک اخلاق، انصاف، شرافت اور خدا کے خوف سے بچے گا، آپ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں، ہمارا کام تو صرف صدا لگانا ہے، آج یہاں صدا لگائی، کل کہیں اور یہ صدا لگائیں گے ؎

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

ہم نے صدا لگا دی، آپ نے ساتھ دیا تو قافلہ بن جائے گا، ہم نے اپنی ذمہ داری محسوس کر کے خطرے کی گھنٹی بجائی، جھنجھوڑا، تاکہ ہم خدا کے سامنے کہہ سکیں کہ ہم نے آگاہ کر دیا تھا، یہ ملک تباہی کے کنارے پر ہے، اسے کوئی پالیٹکس، کوئی پارٹی خواہ وہ کانگریس ہو یا جنتا پارٹی کوئی نہیں بچا سکتا، یہ ان کے بس کا کام نہیں، یہ ان کا FUNCTION نہیں ہے، ہاں گاندھی جی کو اس کا خیال تھا لیکن انھیں موقع نہیں ملا، بعد کے لوگ ملک کے مسائل اور انتظامی معاملات میں ایسے کھو گئے کہ اخلاقیات کا انھیں خیال نہیں رہا، پالیٹکس کے پٹے ہوئے راستے پر چل کر اور سیاسی پارٹیوں کے جتانے اور ہرانے سے کام نہیں چلے گا، بے غرض ہو کر خدا کی رضا اور انسان کی خدمت کے نیک مقصد کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، ملک کے بچانے، انسانیت کے وقار کو بلند کرنے اور تہذیب و تمدن اور ادب و لٹریچر کو پروان چڑھانے کا کام انھیں بے لوث اور انجان لوگوں نے کیا جو تعریف سے بے نیاز رہے اور تنقید سے

www.abulhasanalinadwi.org

خائف نہ ہوئے، انھوں نے خاموش کام لیا اور اس دنیا سے چلے گئے، آج ہمیں پھر انتظار ہے اُن بیدار روحوں اور بہادر انسانوں کا جو اس ملک کو تباہ ہونے سے پہلے بچالیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ ان سیاسی لوگوں اور خود غرضوں کے ہاتھوں جو ہر مسئلہ کو اپنی پارٹی کے نقطۂ نظر سے سوچتے ہیں ملک تباہ نہ ہو جائے۔

ہمیں امید ہے کہ خدا اس ملک سے بڑا کام لے گا، یہاں بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے مسلمانوں میں بھی غیر مسلموں میں بھی، ان لوگوں نے دور دراز خطوں تک پریم راگ پہونچایا ہے، محبت کو عام کیا ہے، خدا اس ملک کو مہلت دے گا، اور موقع دے گا کہ یہ ملک زوال و پستی سے نکل آئے، یہ ملک اپنے کو بھی بچائے گا، اور اس دنیا کو بھی بچائے گا جو ڈوبنے کو ہے۔

میں نے بے غرض ہو کر یہ باتیں پیش کی ہیں، امید ہے کہ آپ بھی اسے دل و دماغ میں جگہ دیں گے، تعلیم یافتہ لوگ بڑھیں، پہلے کشتی کو بچائیں پھر اس کا فیصلہ کریں گے کہ کون سی چیز کہاں رکھی جائے۔

ایسا باوقار، پڑھا لکھا مجمع دیکھ کر امید بندھتی ہے، خوشی ہوتی ہے، اور یہ ایک اچھی علامت ہے"۔

تحریک پیام انسانیت کا سب سے کامیاب جلسہ

تحریک پیام انسانیت کی مختصر سی تاریخ میں ٹیگور ہال کا یہ جلسہ کمیت اور کیفیت (QUANTITY AND QUALITY) ہر دو اعتبار سے کامیاب ترین جلسہ کہا جا سکتا ہے، یہ ذکر تو گذر چکا کہ جلسہ کے آغاز ہی میں ہال کی وسعت

www.abulhasanalinadwi.org

سامعین کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو چکی تھی، آنے والوں کا پھر بھی تانتا بندھا ہوا تھا، ہال کے چپہ چپہ پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے، جن لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی وہ کھڑے کھڑے پورے پروگرام میں شریک رہے، ہال میں کھڑے ہونے کی گنجائش جب نہیں رہی تو ہال کے باہر کے لان پر ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا منتظمین جلسہ کی پیش بندی کام آئی کہ انھوں نے باہر بھی لاؤڈ اسپیکر لگا دیا تھا، اس سے پہونچنے والی صدا باہر کے لوگوں کی تسکین کا سبب اور محرومی سے بچنے کا اچھا ذریعہ ثابت ہوئی، حضرت مدظلہ کی تقریر کے بعد جناب عبدالکریم صاحب پاریکھ نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب کیا، مذہب و اخلاقیات کی ضرورت، انسان کے مقصدِ وجود اور اس کی تخلیقی عجائبات، دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف المخلوقات کی فضیلت و امتیاز کی انھوں نے تشریح کی، اپنی تقریر میں انھوں نے ہندی الفاظ و اصطلاحات کو بکثرت استعمال کر کے سامعین کے لئے اسے سہل الفہم بنا دیا، پاریکھ صاحب کے بعد ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ڈائس پر آئے انھوں نے ملک میں انارکی، تعلیمی اداروں میں انتشارِ طلبہ کے اخلاقی زوال کی تصویر اعداد و شمار کی زبان میں پیش کر کے خود سامعین کے دلوں کی گویا ترجمانی کر دی، آخر میں راقم سطور نے ہندی میں "مانو تا کا سندیش" سنایا، اس کی تاریخ، مقصدِ قیام اور حلف نامہ پیش کیا، جلسے کے اختتام کے بعد اہم شخصیتوں سے تعارف ملاقات کا سلسلہ رہا، ہال سے باہر نکلے تو ایک بڑی تعداد نے جو باہر تقریر سے تو مستفید ہوئی تھی لیکن حضرت مولانا کی زیارت سے محروم تھی، ملاقات کی، اس ہجوم میں غیر مسلم بھائیوں کی بڑی تعداد تھی جو پریم کی مُرلی سنانے والے ایک مہمان انسان کے درشن کے لئے بیتاب تھی، ایک اچھا تاثر لے کر

www.abulhasanalinadwi.org

اور اچھا تاثر چھوڑ کر ہم لوگ اپنی جائے قیام ہارون منزل پہونچے۔

عمارت کی سب سے آخری منزل پر ہمارے قیام شب مالوہ کو قریب سے دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کے لئے موزوں مقام ثابت ہوا، رات دیر تک ملنے والے ہمارے کمرے کا رُخ کرتے رہے، رات کے بارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا، "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی" پڑھتے ہوئے شب کے ایک بجے ہم نیند کی آغوش میں تھے۔

۱۶ دسمبر ۷۷ء۔ صبح صادق سے پہلے بیدار ہوئے چلتی پھرتی خانقاہ متحرک ہو چکی، آہ سحر گاہی، آداب سحر خیزی، ذکر و دعا کی یہ فضا ایک شخصیت کے نفس گرم اور قلبی حرارت کی برکت تھی، ورنہ زندگی میں روزانہ آخر شب ہوتی ہے، اور قبولیت دعا کے وہ لمحات آتے ہیں جب مالکِ کائنات سماءِ دنیا سے خود صدا لگاتا ہے کہ کوئی سائل ہے جسے میں عطا کروں، وہ مائل بہ کرم ہوتا ہے لیکن دستِ سوال دراز نہیں ہوتے اس غفلت کو کسی اللہ والے کی قربت و معیت ہی دور کر سکتی ہے۔ ؎

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور

صبح صادق ہوتے ہی اذان دی گئی، نمازِ صبح ہوئی، آج کے اخبارات نے ٹیگور ہال کے پروگرام کو نمایاں طور پر شائع کیا تھا، اندور سے کوئی انگریزی روزنامہ شائع نہیں ہوتا، ہندی کے کئی روزنامے شائع ہوتے ہیں اور اُن میں سے بعض بڑے معیاری اور کثیر الاشاعت ہیں، مقامی احباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جلسے کا شہر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بڑا چرچا اور اچھا تاثر ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

ناشتہ اپنی قیام گاہ پر ہوا، ہمارے میزبان حاجی ہارون صاحب اور اُن کے گھر کے

www.abulhasanalinadwi.org

ہر فرد نے جس مسرت اور گرمجوشی سے مہمان نوازی کی وہ ایک نہ بھولنے والی خوشگوار یاد ہے، ۹ بجنے والے تھے کہ ہمارا قافلہ جامع مسجد چھاؤنی پہونچا، جہاں شہر کے مسلمان دانشوروں، سربرآوردہ حضرات اور تعلیم یافتہ طبقہ کو خطاب کرنا تھا، مسجد کے وسیع ہال میں مجمع منتظر تھا، تقریر کا آغاز عبدالکریم صاحب پاریکھ نے کیا تھوڑی دیر میں حضرت مولانا مدظلہ تشریف لے آئے اور حمد وثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی۔

یتیم کو رونا سکھانے کی ضرورت نہیں

"حضرات! مثالیں بڑے طویل بلکہ صدیوں کے تجربات اور زندگی کے واقعات کا نچوڑ ہوتی ہیں، کوئی کہاوت، کوئی ضرب المثل محض ذہین افراد کی ذہانت اور شاعروں کی شاعری نہیں ہوتی، بلکہ جو بات ضخیم کتابوں میں نہیں لکھی جاسکتی اور جس کے لئے ہزاروں صفحات بھی کافی نہیں ہیں، وہ ایک چھوٹی سی کہاوت اور ضرب المثل میں ادا کردی جاتی ہے، اُن میں سے عربی کی دو مثالیں ہیں، جب میں یہ مثالیں آپ کے سامنے پیش کروں گا تو آپ کو تعجب ہوگا کہ موجودہ حالات ہمارے خیالات اور آج کے موضوع سے اس کا کیا تعلق ہے؟

پہلی مثال یہ ہے کہ "یتیم کو رونا سکھانے کی ضرورت نہیں"۔

دوسرے یہ کہ "کرایے کی رونے والیاں کسی غمزدہ ماں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں"۔

عربوں کا دستور تھا کہ جب کسی کے گھر کوئی میّت ہوجاتی تھی تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق پیشہ ور رونے والیوں کو کرایہ پر بلالیتا تھا، اس نوحہ خوانی سے اور پیشہ ور نوحہ خوانوں کی تعداد سے گھر والوں کی مالی حیثیت کا اندازہ ہوجاتا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

تو کسی عرب نے کہا کہ کرایہ پر رونے والی، اس ماں کی طرح نہیں رو سکتی، جس کی گود سے اس کا بچہ چھین لیا گیا ہو، اور جسے اپنے لختِ جگر کی جدائی کا صدمہ پیش آیا ہو"! ہزار کرائے کی رونے والیاں ایک غمزدہ ماں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر اسلام سے صحیح تعلق و محبت ہو، وہ جان سے زیادہ عزیز ہو، اسی سے اپنی عزت، آبرو، مال و اولاد اور اپنے وجود کو وابستہ سمجھا گیا تو ذہن میں بہت سارے سوالات پیدا ہوں گے، راہوں کی تلاش ہوگی، طریقۂ کار کی فکر ہوگی، پھر انگلی پکڑ کر بتانے کی ضرورت نہ ہوگی کہ اس موقع پر یہ کرنا چاہئے اور یہ نہ کرنا چاہئے، غم اور فکر خود اپنا راستہ پیدا کر لیتے ہیں، فرض کیجئے کہ کسی گھر میں آگ لگی ہو، دھواں اٹھ رہا ہو، گھر میں صرف ایک دروازہ ہو تو آدمی کھڑکیاں پھاند جاتا ہے، روشن دانوں سے نکل جاتا ہے، اس لئے اس کو جان بچانے کی فکر ہوتی ہے۔

شدِ پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

سوالات بہت پیدا ہوتے ہیں، سوالات قابلِ احترام چیز ہے، میں ہمیشہ جواب دیتا رہا ہوں، امریکہ میں سوالات کا بہت رواج ہے، تقریر کم اور سوالات زیادہ، لوگ اپنے سوالات لے کر جاتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ تقریر ختم ہو اور ہم سوالات کریں، وہاں کے لوگ اس معاملے میں کچھ معذور بھی ہیں کبھی کبھار کوئی دینی شخصیت وہاں جاتی ہے تو وہ ان کے مسائل میں اور وہاں کی زندگی اور ماحول نے جو PROBLEMS پیدا کر دیئے ہیں، اُن کے سلسلے میں وہ رہنمائی چاہتے ہیں، وہاں میں انھیں موقع دیا کرتا تھا، لیکن وہاں بھی بعض بعض جگہ میں نے کہا کہ جب تک میں تقریر کروں آپ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

ذہن میں سوالات تو بناتے رہیے گا، اگر ذہن سوالات بنانے میں مصروف رہا تو تقریر کی افادیت کم ہو جائے گی جب تک میں تقریر کروں آپ متوجہ رہیں۔

بدلے ہوئے حالات میں دو انقلاب جمع ہو رہے ہیں، زمانے کا انقلاب اور ملک کا انقلاب، زمانہ بڑی تبدیلیاں لے کر آرہا ہے اور ملک بھی بڑی تیزی سے بدل رہا ہے، بلکہ ہمارا ملک بدل چکا ہے، ان حالات میں جس کے دل پر چوٹ لگتی ہے، وہ لوگوں سے سوالات نہیں کرتا کہ صاحب میں کیا کروں، اگر یہ سوال ۵۰ آدمیوں سے پوچھئے گا تو ۵۰ رائیں ہوں گی اور وہ ایک بھی نہ کر سکے گا، آسان تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک شخصیت پر اعتماد کر کے اس کی رہنمائی میں جو سہل اور قابلِ عمل معلوم ہو، اس پر عمل کیا جائے۔

دینی حمیّت، ملّی غیرت

ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات میں ہمیں ہر حالت میں اپنے دین کی حفاظت کرنا ہے، اس کا ایک قابلِ غور و عمل راستہ یہ ہے کہ عوام میں دینداری پیدا کی جائے، وہ اسلام سے وابستہ، فرائض کے پابند، دینداری سے سرشار ہوں، صرف یہی کافی نہیں بلکہ ان کے اندر دینی حمیّت اور ملّی غیرت بھی ہو۔

دینی حمیّت کی ملّی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، بعض مرتبہ دینداری اتنا نہیں بچاتی جتنا دینی حمیّت بچاتی ہے، اس لئے کہ دینداری کے لئے اتنا کافی ہے کہ آدمی اپنے گھر میں نماز، روزہ کرتا رہے، اپنے گھر میں سب سے الگ تھلگ رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرتا رہے لیکن جس کے اندر دینی حمیّت ہوتی ہے، وہ بہت سی غیر دینی چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس کی یہ حمیّت بڑے کام آتی ہے، اسی حمیّت سے

www.abulhasanalinadwi.org

فتنوں اور خرابیوں کو بریک لگتا ہے اور آگے بڑھتے نہیں پاتیں۔

عوام میں دینی حمیت اور اسلامی جذبہ پیدا کرنے کے لئے کسی نئے تجربے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ۴۰۔۵۰ سال سے جو تجربہ تبلیغی جماعت کا ہے وہ کامیاب ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں، عوام میں نمازوں کی پابندی، دینی احکام پر عمل، غلط رسوم و رواج سے پرہیز کا جذبہ پیدا کرنے میں اس تحریک نے بڑا کام کیا ہے، کل شام ایک مسجد میں جانا ہوا، وہاں ہار پھول ڈالے گئے، بڑی خوشی کا اظہار ہوا، ہم لوگ جب نماز پڑھ کر باہر نکلے تو دیکھا کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد مسجد سے باہر بازار میں مصروف ہے، حالانکہ ان سب کو مسجد میں ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ گاؤں کی یہ ایک مسجد تھی، ہمارا جب فرائض سے کوئی تعلق نہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے نازل ہوگی؟ چند لوگوں کا دیندار، تہجد گذار ہونا بھی کافی نہیں، اس سے مجموعی طور پر قوم اللہ تعالیٰ کی مدد کی مستحق اور سربلندی کی اہل نہیں ثابت ہوتی، پہلی ضرورت یہ ہے کہ عوام میں دین کی تبلیغ کی جائے، نماز روزے کا انھیں پابند بنایا جائے، خدا کے غضب کو بھڑکانے والی چیزوں سے انھیں روکا جائے، ان میں دین کا فہم شعور پیدا کیا جائے، اپنی دینی اسلامی شخصیت کو برقرار رکھنے، تعلیم کے ذریعہ لوگوں کو مانوس کرنے، اخلاقی اور انسانی دعوت و پیام کے ذریعہ غیر مسلموں کو قریب کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ وہ سمجھیں کہ اسلام یہ ہے، غیر مسلم بھائیوں کے ذہن میں اسلام اور مسلمانوں کی بڑی غلط تصویر جم گئی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو تلوار یا لاٹھی لے کر مارنا شروع کردے، جو اس کے سامنے آئے، اس کی تعمیر نہیں، وہ مجذوب ہوتا ہے، مذہبی جنون ہوتا ہے، ہر معقول بات کو نہ ماننا مسلمان کا شعار ہے، ان غلط فہمیوں کو مسلمان اپنے اسلامی اخلاق و کردار

www.abulhasanalinadwi.org

سے دور کر سکتے ہیں۔

غیر مسلم یہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو دین دیا ہے اس کو سمجھے بغیر، اس کی قدر کئے بغیر اس سے فائدہ اٹھائے بغیر دنیا اور آخرت کی فلاح ممکن نہیں۔

وہ اس کا مطالعہ کریں، خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان میں اُردو زبان اور مختلف زبانوں میں اچھا لٹریچر تیار ہو گیا ہے۔

اسلام کی صلاحیت پر اعتماد پیدا کیجئے

مسلم نوجوانوں کا اسلام پر، اسلام کی صلاحیت پر اعتماد بحال کرنا ضروری ہے، ان میں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اسلام نے دورِ جاہلیت اور تاریک زمانہ میں بڑا کام کیا، جب لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی تھیں، بُت پرستی، اوہام پرستی عام تھی، عورت مظلوم تھی، اسلام نے اس زمانہ میں بڑا کام کیا لیکن اب اس کی ضرورت نہیں، ایسے نوجوانوں میں اسلام پر اعتماد کو بحال کرنے کی ضرورت ہے، اسلام کی وہاں سب سے زیادہ ضرورت ہے، جہاں سائنس اور مشینوں کی بہار ہے، لوہے کی ترقی ہے، یہ سب اوپری باتیں ہیں، اندر خول ہی خول ہے، ہم خود دیکھ کر آرہے ہیں، دور کے ڈھول سہانے معلوم ہوتے ہیں۔

کوشش شرط ہے

بھائیو! اگر واقعی کام کرنے کا جذبہ ہے تو کیجئے، اللہ تعالیٰ خود راہ متعین کرتا ہے، وہ خود فرماتا ہے، جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ان پر اپنی راہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کھول کر رہیں گے" انشاء اللہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر شرط یہ ہے کہ تھوڑی کوشش ہو، کل ہی ایک صاحب نے دعا کے لئے کہا، ہم نے کہا بھئی جتنا ہو سکتا ہے ہم کریں گے، لیکن اپنی کوشش ضروری ہے ہم نے ایک واقعہ سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے زیادہ مقبول بندے اور مستجاب الدعوات کون ہو سکتے ہیں؟ لیکن ہمیں وہاں بھی اپنی بھرپور کوشش و محنت نظر آتی ہے، غزوۂ خندق میں صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ پیٹ پر پتھر بندھے ہیں، آپؐ نے اپنا کرتا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے، کبھی آپ نے توکل کی تعلیم دی ہے اور کبھی شانِ کبریائی کی، اور حکم دیا کہ جو کچھ ہو لینے آؤ پھر برکت کی دعا کی "یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ"[1] کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ہے اس میں اضافہ کرے گا، کمک پہونچائے گا، بندہ اپنے پاس جو کچھ ہے راہِ خدا میں لگا دے، کامیابی، برکت، ترقی اور اضافہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا"۔

دعاء کے بعد یہ نشست ختم ہوئی اور ہم اسلامیہ کریمیہ کالج پہونچے جہاں کالج کے طلبہ، طالبات، اساتذہ اور معززین شہر کی بڑی تعداد منتظر تھی۔

اسلامیہ کریمیہ کالج میں

اندور کے اس ڈگری کالج کا نام پہلی مرتبہ اپنے محترم دوست ڈاکٹر انور علی صاحب (ایم، ایس، سی، پی، ایچ ڈی علیگ، حال پرنسپل انجمن کالج بھٹکل کرناٹک) سے سنا تھا، ڈاکٹر صاحب اس کالج کے پرنسپل رہ چکے ہیں، اور کالج انتظامیہ کے بعض ممبران ہے

[1] سورۃ نوح ۔ ۱۲

اختلاف کی بنا پر مستعفی ہو کر پونا (مہاراشٹر) چلے آئے اور پونا کالج آف سائنس آرٹس اینڈ کامرس میں کیمسٹری ڈپارٹمنٹ کے سربراہ کی حیثیت سے تین سال تک کام کرتے رہے، ان دنوں راقم سطور اپنے وطن پونا ہی میں تھا، ڈاکٹر انور علی پونا کے سماجی تعلیمی اور دینی کاموں میں سرگرم حصہ لیتے رہے، ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اندور کے احباب کالج کے موجودہ انتظامیہ اور اساتذہ سے کلمۂ خیر اور تعریف سن کر مسرت ہوئی۔

اسلامیہ کریمیہ کالج کی تاریخ پون صدی پر محیط ہے، ۱۹۰۲ء میں اسلامیہ کریمیہ سوسائٹی نے اس نام سے ایک اسکول قائم کیا جو ترقی کر کے انٹر کالج بن گیا، ۱۹۶۳ء میں اس کی موجودہ بلڈنگ کا افتتاح اس زمانہ میں جمہوریۂ ہند کے نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم نے کیا۔

اسلامیہ کریمیہ کالج ترقی کے منازل طے کرتا ہوا ڈگری کالج بنا، اس میں آرٹس، کامرس، سائنس کے شعبے قائم ہوئے، کالج میں اس وقت اٹھارہ سو (۱۸۰۰) طلبہ ہیں، کالج لائبریری میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) کتابیں ہیں، بجٹ ۵ لاکھ روپئے سالانہ ہے، بیس ہزار (۲۰۰۰۰) روپئے ماہوار اساتذہ کی تنخواہ کا بجٹ ہے، کالج کی روز افزوں ترقی اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے کھجرانہ روڈ کے ایک پُرفضا مقام پر چھ ایکڑ زمین حکومت سے حاصل کر کے کالج کی خوبصورت عمارت کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے، تعمیر کے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے ۱۵ لاکھ روپئے کا تخمینہ ہے، اسلامیہ کریمیہ سوسائٹی کے صدر خورشید حسن خاں ایڈوکیٹ اور سکریٹری عبدالحفیظ خاں صاحب ایڈوکیٹ ہیں مجلس منتظمہ میں شہر کے ممتاز حضرات ہیں، ہمارے میزبان حاجی ہارون صاحب (مالک ہارون پٹرول پمپ) بھی اس کالج کی مجلس منتظمہ میں ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کالج میں جلسے کا وقت دس بجے صبح تھا لیکن چھاؤنی جامع مسجد سے یہاں پہونچتے پہونچتے کچھ دیر ہوگئی، مجمع منتظر تھا، جلسے کی کارروائی کا آغاز مولوی عثمان صاحب ندوی کی قرأت سے ہوا، اس کے بعد رفیق محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی نے حضرت مولانا مدظلہ کا تعارف کرایا، ڈاکٹر صاحب کی تعارفی تقریر کے بعد موقع کی مناسبت، طلبہ کی نفسیات اور ماحول کی رعایت کرتے ہوئے حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا۔

میری جانب سے بس کالج کے لڑکوں کو دعا کہنا

"پرنسپل صاحب، اساتذہ، معززین شہر اور عزیز طالب علمو!

کسی اسکول یا کالج میں کوئی ایسا مضمون بیان کرنا جس سے دماغ پر زور پڑے اور طالب علموں کو ایسا محسوس ہو کہ وہ کوئی فلسفہ پڑھ رہے ہیں کسی نئے مضمون کا اضافہ کر رہے ہیں یہ بڑے عیب کی بات ہے، میں نے اپنی زندگی ایک استاد کی حیثیت سے شروع کی، جیسا کہ میرے دوست جناب اشتیاق حسین صاحب قریشی نے بیان کیا، اس لئے مجھے طالب علموں کی سائیکالوجی اور ان کے احساسات کا پورا اندازہ ہے، جیسے بلائے جاتے ہیں تو لڑکے خوش ہوتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے ایک CHANGE ہوگا، تفریح ہوگی، نئی نئی صورتیں، نئے نئے لباس نظر آئیں گے، شہر کے دوستوں سے ملاقات ہوگی، ایسے ماحول میں اگر کوئی فلسفہ بیان کرنے لگے، منطق (LOGIC) کی بات کرے تو بڑی زیادتی ہوگی، اور سب سے زیادہ طالب علموں کو اس کے خلاف احتجاج کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

آپ نے اکبر الہ آبادی مرحوم کا نام سنا ہوگا اردو کے بہت مشہور شاعر ہیں، اور ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

اشعار لوگوں کی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں، انھوں نے بڑی بڑی سچائیاں، بڑی گہری باتیں ہنسی مذاق کی زبان اور تفریحی انداز میں بیان کی ہیں، ایک مرتبہ ان کے پاس علی گڑھ انگلو محمڈن کالج کے (جو بعد کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنا) طلبہ کا ایک ڈیپوٹیشن آیا، اور اس نے کہا کہ ہم ایک جلسہ کر رہے ہیں، آپ اس موقع پر علی گڑھ کے طلبہ کے نام کوئی پیغام دیجئے، تو انھوں نے ایک شعر کہا، وہ شعر حقیقت کی پوری تصویر ہے ؎

خود ان کا پوچھ کیا کم ہے کہ میں بھی کچھ کہوں ان سے
مری جانب سے یس کالج کے لڑکوں کو دعاء کہنا

اب اگر میں دعا بھی کرنے لگوں تو آپ عبادت سمجھیں گے کہ لیجئے صاحب نماز کا وقت نہیں پھر بھی دعا ہو رہی ہے، اکبر الہ آبادی نے جس مشکل کو آسان کر دیا تھا، میرے لئے اب وہ بھی مشکل ہے، اکبر الہ آبادی ایک پڑھے لکھے آدمی تھے، قدیم علوم کے بھی اور انگریزی کے بھی، میں نے بھی کچھ پڑھا ہے اور پڑھایا ہے، اس لئے مجھے معلوم ہے کہ کورس کتنا طویل ہوتا ہے، اس زمانہ میں یہ ایک پرابلم (PROBLEMS) بن گیا ہے، (SUBJECTS) اتنے بڑھا دیئے گئے ہیں کہ طالب علم پریشان ہیں کسی بھی مضمون میں کمال پیدا نہیں ہوتا، طلبہ پریشان رہتے ہیں، اس صداقت کا اس مشکل کا احساس کرتے ہوئے میں اپنے طالب علم بھائیوں اور بہنوں کو ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں، اس وقت میرے مخاطب صرف طلبہ اور طالبات ہیں، آپ حضرات تو اس ادارے سے تعلق کی بناء پر آگئے ہیں، آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، آپ میں سے اکثر مسجدوں میں اور کل ٹیگور ہال میں بھی موجود ہوں گے، غالباً آج شام کے جلسے میں بھی آئیں گے لیکن یہ طالب علم اور طالبات پھر ملیں یا نہ ملیں، اس لئے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے ایک کہانی کی صورت میں

www.abulhasanalinadwi.org

پیش کرتا ہوں، کہانی پرانی ہے لیکن کہانی کبھی پرانی نہیں ہوتی، کہانی اگر پرانی ہو تو اسے لوگ شوق اور دلچسپی سے سنتے ہیں۔

ساری عمر ڈبو دی

کہانی یہ ہے کہ طالب علموں کی ایک جماعت پکنک کے لئے گئی، موسم بہت اچھا تھا، ہوا خوشگوار، بھینی بھینی ٹھنڈی ٹھنڈی تھی، انھوں نے پوئنگ کا ارادہ کیا، ایک کشتی کرایہ پر لی اور سوچا کہ دریا کے اس پار اُتر کر تفریح کریں، خوشگوار سماں، دل و دماغ کو گدگدانے والی فضا، طبیعہ کا موڈ اچھا، دریا بھی موج پر تھا، اور ان کی طبیعت بھی موج پر تھی، انھوں نے آپس میں تفریحی جملے کہتے کہتے کشتی چلانے والے کو مخاطب کیا، سستے اس غریب کو اپنا موضوع اور TARGET بنایا، ایک صاحبزادے نے ملّاح سے پوچھا "چچا تم نے کیا کیا پڑھا ہے؟" غریب ملّاح نے جواب دیا "بھیّا میں نے تو کچھ نہیں پڑھا" دوسرے نے کہا جاگرفی تو پڑھی ہوگی؟ ملاح نے ہاتھ جوڑ کر کہا یہ کس آدمی کس ملک کا نام ہے؟ لڑکے ہنسے اور کہا کہ "تمھیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ جاگرفی ایک فن کا نام ہے؟ ایک SUBJECT کو کہتے ہیں" ملّاح چپ ہوگیا، دوسرے صاحبزادے نے پوچھا "تم نے ہسٹری تو پڑھی ہوگی؟" "میں نے یہ بھی نام نہیں سنا" ملّاح نے کہا، تیسرے نے کہا "تم نے الجبرا تو ضرور پڑھا ہوگا، اس کے بغیر تو کام ہی نہیں چلتا" ملّاح بیچارہ پھر شرمندہ ہوگیا، اس طرح لڑکوں نے مختلف مضامین کا نام لیا اور وہ بیچارہ شرمندگی سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتا رہا اور سر جھکائے کشتی چلاتا رہا، اب لڑکوں نے کہا کہ تمھاری عمر کیا ہے؟ اس نے کہا یہی کوئی ۳۰۔۳۵ برس۔

www.abulhasanalinadwi.org

لڑکوں نے کہا کہ "تم نے اپنی آدھی عمر گنوا دی، اگر پڑھتے تو دس پندرہ سال میں گریجویشن کر لیتے"، ملّاح غریب چپ ہو گیا، غریب یونہی کمزور ہوتا ہے اور پھر بے پڑھا ہو تو ڈبل کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کو اس کی غریبی اور بے بسی پر رحم آیا، ہوا تیز چلی، دریا میں طغیانی کچھ طوفان سا آ گیا، اور کشتی اِدھر اُدھر جھوکے کھانے لگی، اب ملّاح کی باری تھی، اس نے کہا "میاں صاحبزادو! تم میں سے کسی کو پیرا بھی آتا ہے"؟ انھوں نے کہا پیرا تو نہیں آتا، اس نے کہا جاؤ "تم نے تو ساری عمر ڈبو دی"۔ ملّاح نے کیسے پتہ کی بات کہی، انھوں نے کہا تھا "تم نے آدھی عمر کھو دی" اس نے کہا "تم نے ساری عمر ڈبو دی" پیرنا بھی ایک فن ہے اگر کسی نے دریا پار کرنا، کشتی کو ساحل پر لگانا نہ سیکھا تو ایسے موقع پر جاگرفی، ہسٹری، تھیمیٹک، لٹریچر، کیا کام آئے گا، یہاں تو سیدھے سیدھے پیرنا جو اگر جاہل آدمی بھی جانتا ہو تو وہی کام آئے گا، اسی سے جان بچے گی، لڑکے اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔

بہت بڑا مسئلہ

یہ بڑی سبق آموز کہانی ہے، آج ہمارے سامنے بہت بڑا مسئلہ ہے، ہمارے طلبہ، اساتذہ، دانشور، مفکر، فلاسفر، مؤرخ، سائنس داں، ریسرچ اسکالرز سب کا مسئلہ ہے کہ وہ علم و فن کے میدان میں تو بہت کچھ کر رہے ہیں لیکن زندگی کے بہتے ہوئے دریا اور اس تیز و تند دھارے سے پار اترنے کا فن وہ نہیں جانتے، ہم میں سے کتنے آدمی ہیں جو یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اس دریا کی حقیقت، اس کی گہرائی، اس کی وسعت، اس کے سرچشمہ سے واقف ہیں، ہم اس سے کامیابی کے ساتھ پار ہو سکتے ہیں؟ زندگی کے دریا میں پیرائی تو کسی استاد کے بغیر نہیں آتی، پیرائی نہ تقریروں سے آ سکتی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

نہ کتابوں سے، پیراکی تو اس فن کے کسی ماہر کی شاگردی سے سیکھی جاسکتی ہے، زندگی کے دریا سے بغیر ڈوبے کنارے پہونچ جانے کا علم و عمل سکھانے کے لئے خدا نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ جامیٹری، الجبرا، تاریخ، جغرافیہ، سائنس اور مختلف علوم و فنون سکھانے آئے ہیں، بلکہ سب نے یہ کہا کہ ہم انسان کو زندگی کے تیز و تند دریا سے کامیابی کے ساتھ کنارے پہونچ جانے کا فن بتانے آئے ہیں۔

ڈوبنا دو طرح کا ہوتا ہے، ایک ڈوبنا تو یہ ہے کہ آدمی دریا کی تہہ تک پہونچ جائے اور مرجائے، دوسرا ڈوبنا یہ کہ گلے گلے پانی میں ڈوبا ہو، دلدل میں پھنسا ہو، نفس پرستی انسان دشمنی جارحانہ قوم پرستی ذات پات کی پرستش اقربا پروری کے دلدل میں پھنسا ہوا اور اس سے نجات کی صورت نہ ہو یہ بھی ڈوبنا ہے۔

پیغمبروں نے علم کی ہمت افزائی کی

خدا کے پیغمبر صرف ایک سچی تلی بات کہتے ہیں کہ ہم اس دلدل سے نکلنے کا فن سکھانے آئے ہیں، اے انسانوں! تمھیں تمھارے علمی کمالات، ذہنی صلاحیت، سائنسی ایجادات، تحقیق و ریسرچ کے ادارے یہ سب مبارک، ہم اس میں دخل نہیں دیتے، ہم اس میں رکاوٹ نہیں بنتے، ہم تو ایک سیدھی سی بات کہتے ہیں کہ اپنے مالک کو پہچانو، تم جس ملک میں رہتے ہو اس کے قانون، دستور، حقوقِ شہریت اور فرائضِ مملکت سے واقفیت جیسے ضروری سمجھتے ہو اور کون سی چیز قانون کے دائرے میں ہے اور کون سی بات خلافِ قانون شمار ہوتی ہے اس کا علم رکھتے ہو، قانونِ قدرت اور مالکِ کائنات کے دستور بتانے کے لئے خدا کے پیغمبر آئے ہیں، انھوں نے ہمیں بتایا کہ یہ کائنات (UNIVERSAL) ایک خالق نے

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا کی اور وہی اس کو کنٹرول کر رہا ہے، پیدا بھی اس نے کیا اور (GOVERN) بھی وہی کر رہا ہے، وہ بلا شرکت غیرے ہم سب کا، پوری کائنات کا خالق و مالک اور منتظم ہے۔

پیغمبر علوم و فنون اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی ہمت شکنی نہیں کرتے بلکہ ہمت افزائی کرتے ہیں کم سے کم میں کسی ایسے پیغمبر سے واقف نہیں جس نے کہا ہو کہ دنیا میں آنکھیں بند کر کے رہو، دماغ سے کام نہ لو، بے سوچے سمجھے اناڑی پن کی باتیں کیا کرو، میں نے جتنے پیغمبروں کے حالات پڑھے ہیں سب میں یہی ہے کہ وہ عالموں کو دانشوروں کو پسند کیا کرتے تھے، پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے، خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ مقرر فرمایا کہ وہ مدینہ کے ناخواندہ بچوں کو پڑھائیں تو انھیں رہا کر دیا جائے گا۔

ایک مرتبہ آپؐ مکان سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو حلقوں میں بیٹھے ہیں، ایک حلقہ کے لوگ اللہ اللہ کر رہے ہیں، ذکر الٰہی میں مشغول ہیں، اور دوسرے حلقہ میں سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ چل رہا ہے، آپؐ نے ذکر کے حلقہ والوں کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، لیکن فرمایا کہ میں معلم اور متعلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، میرا پسندیدہ حلقہ پڑھنے پڑھانے والوں کا حلقہ ہے آپؐ نے علم کی اس قدر سرپرستی اور ہمت افزائی فرمائی ہے، اس سے زیادہ ہم اس میں اضافہ نہیں کر سکتے، تم شوق سے اسکول، کالج، یونیورسٹی قائم کرو، اسلام نے تعلیم کے بڑے بڑے ادارے عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم کیں۔

جامعہ قرویین، جامعہ ازہر، جامعہ زیتونہ سیکڑوں برس کی قدیم یونیورسٹیاں ہیں، جہاں ساری دنیا سے طلبہ پڑھنے آتے ہیں، اسلام علم کی ہمت افزائی کرتا ہے، مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں نے علم کی بہت خدمت کی، ان میں خود بھی بڑے بڑے عالم تھے لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

پیغمبر اس میں ایک اضافہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ زندگی کا جو دھارا ہے جس میں ہزاروں انسان، صدیوں کی تہذیبیں، علمی ذخیرے، بڑے بڑے مادّی کارنامے ڈوب گئے ہیں، اس دھارے سے بچنے کا علم و فن سیکھو، اس کے بغیر زندگی کا سفینہ سلامتی کے کنارے تک نہیں پہونچ سکتا۔

اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

دنیا کے کسی خطہ کے لوگوں نے جب اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا دیا اور انھوں نے اپنے مدرے کو مرکزی مقام (CENTRAL POINT) بنا کر اس کے گرد گھومنا اور اس کی پیروی کرنا اپنا مقصدِ زندگی بنا لیا، کھاؤ، پیو، موج اڑاؤ (EAT DRINK AND BE MERRY) کا جذبہ جب پوری اجتماعیت میں عام ہوا تو اس دھرتی پر بڑے بڑے طوفان آئے جس میں انسان اور اس کا صدیوں کا اثاثہ بہہ گیا، خدا کے پیغمبر اسی مصیبت سے بچانے کے لئے کہتے ہیں کہ خوب پڑھو، ریسرچ کرو، ترقی کی معراج تک پہونچو، لیکن اپنے مالک کو پہچانو ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو، پارک میں پھولو — جائز ہے غباروں میں اڑو، عرش پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد — اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

خدا کے پیغمبروں نے اپنی ساری محنت اس پر صرف کی کہ لوگ اپنے خالق کو پہچانیں، ہر کام رضائے الٰہی کے لئے کریں، ہر انسان دوسرے انسان کی عزت کرے، اس سے محبت کرے، ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھے، اس کے دکھ درد میں شریک ہو، صرف دولت کو اپنا معبود نہ بنائے، خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہونچائے، مظلوم کی مدد کرے، ظالم کا ہاتھ پکڑے، نفس پرستی کا جو دھارا بہہ رہا ہے، اسے روکنے کی کوشش کرے، خدا کے پیغمبروں نے یہی پیغام دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

عزیز نوجوانو! خوب پڑھو، خوب محنت کرو، کمال پیدا کرو، نام روشن کرو، اپنا بھی اور اپنے والدین، خاندان، ملک، قوم اور اپنے کالج، ہر جگہ سے سند لو، ہر جگہ سے ڈگریاں پاؤ، لیکن اپنے مالک کو نہ بھولو، آدمی کو آدمی سمجھو، اس کا تشکار نہ کرو، جیسے آج کل رشوت کی گرم بازاری میں انسان کو تشکار سمجھا جاتا ہے، ہمارے دفتروں میں بیٹھنے والے کسی ضرورت مند کی خدمت اور سیوا کے بجائے اس کو تشکار سمجھ کر پیسے اینٹھتے ہیں، اس کا خون چوستے ہیں، اس کی مجبوری اور ضرورت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کرپشن کے اس سیلاب کی لپیٹ میں تعلیمی ادارے بھی آگئے ہیں، اسکول اور کالجوں میں داخلہ کے لئے رشوت دینی پڑتی ہے، میڈیکل کالجوں میں تو یہ وبا اور زیادہ ہے، وہاں ADMISSION اب غریب اور متوسط خاندان کے طالب علم کو ملنا محال ہے DONATION کے نام سے ہزاروں روپئے دینے پڑتے ہیں۔

خدا کے پیغمبر نہیں کہتے کہ تم نہ پڑھو اور جاہل رہو، پیغمبر کے غلام بھی یہ نہیں کہتے کہ علم و فن کو بالائے طاق رکھ دو، ان کا مقام اس سے بہت اونچا ہے، وہ یہ اضافہ کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ مشکل کام زندگی کے دریا سے پار ہونا ہے، اس کی فکر، اخلاق، انسانیت اور خوفِ خدا کے ساتھ زندگی گذارو، پیر اکی کا یہ فن نجات کا راستہ ہے، یہ فن مذہب سکھاتا ہے، خدا سے ڈرنے والے انسانوں سے یہ فن آتا ہے، مجھے اندازہ ہے کہ آپ کے یہاں ایسے لوگ ہوں گے جن سے آپ سیکھ سکیں، آپ کو اس فن کے سیکھنے کے لئے مسجد جانا پڑے تو مسجد جایئے، یہ فن جو بھی سکھا سکتا ہو اس کی خدمت میں جایئے، ضرورت پڑنے پر ہمیں اسپتال جانا پڑتا ہے، اسپتال سے آپ ڈرتے ہیں لیکن مسجد سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں آپ کی مسافر نوازی سے متأثر ہوں اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے جن میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ آپ اس کی تقریریں لیکن وقت کم ہے، میں سب کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں، میری دعا ہے کہ مرنے کے بعد ہم اپنے مالک کے سامنے سرخرو ہوں، یہی زندگی کے دریا کو پیرنے کا فن ہے جس کا سیکھنا ہماری فلاح اور نجات کے لئے ضروری ہے۔"

حضرت مدظلہ کی تقریر طلبہ نے سکون اور توجہ کے ساتھ سنی، اس کے بعد کالج کے سکریٹری صاحب نے کالج کی تاریخ، اس کی خدمات اور آئندہ منصوبوں کا ذکر اپنی خیر مقدمی تقریر میں کیا، ان کی تقریر میں باہمی اختلافات کا ذکر بھی تھا، مسلمانوں کے اجتماعی کاموں میں ہر جگہ اختلافات کا مرض عام ہو چکا ہے، اتحاد، ثبیت طرز عمل اور باہمی اعتماد کے ذریعہ زیادہ بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، کالج کے قانونی مشیر شری کلکرنی مہاراشٹرین برہمن ہیں جنھیں اپنے ہم وطن پاریکھ صاحب اور راقم سطور سے مل کر بڑی مسرت ہوئی، کالج کے پرنسپل صاحب اور شعبۂ اردو کے پروفیسر ہاشمی صاحب نے شکریہ ادا کیا، طلبہ کے یونین کے صدر جسبیر سنگھ چاولا نے حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے رفقا کی گلپوشی کی۔

اسلامیہ کریمیہ کالج کے پروگرام کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی، دوپہر کا کھانا رانی پورہ میں ایک میمن تاجر حاجی علی صاحب کے مکان پر تھا، کھانے پر بیرونی مہمان اور مقامی احباب کی بڑی تعداد مدعو تھی۔

آر۔ ایس۔ ایس کا وفد

ٹیگور ہال میں حلقۂ پیام انسانیت کے جلسے اور وہاں کی تقریروں کا اندراج کے

www.abulhasanalinadwi.org

عوام وخواص، مسلم وغیر مسلم حلقوں میں بڑا شہرہ اور چرچا تھا، مختلف جماعتوں کے ذمہ داروں اور کارکنوں نے ملنے کی خواہش ظاہر کی، اپنے یہاں مدعو کرنا چاہا، ہمارے مصروف پروگرام میں گنجائش کم تھی، تاہم اس موقع کو ہم نے غنیمت سمجھ کر ملاقات وتعارف کے لئے اپنے آرام وراحت کے لمحات کا بھرپور استعمال کیا، ٹیگور ہال کے جلسے میں راشٹریہ سیوک سنگھ کے عہدہ داران اور کارکنوں پر مشتمل بڑی تعداد شریک تھی، اُن لوگوں کی ملاقات کی خواہش پر تین بجے دوپہر کا وقت دیا گیا، ٹھیک وقت پر مدھیہ پردیش آر۔ ایس۔ ایس کے سنچالک، مہا منتری، منتری آرگنائزر، آفس سکریٹری، ان عہدہ داروں اور کارکنوں پر مشتمل آٹھ نو افراد کا وفد ہماری جائے قیام ہارون منزل پہونچا، جناب عبدالکریم صاحب پاریکھ، ڈاکٹر اشتیاق حسین اور راقم سطور سے وفد کی ایک گھنٹہ تک خوشگوار ماحول میں گفتگو رہی، وفد نے ٹیگور ہال کے جلسے اور حلقۂ پیام انسانیت کے اغراض ومقاصد سے اپنی گہری دلچسپی اور اچھے تأثرات کا اظہار کیا، ہم لوگوں نے اس ملک میں انسانیت واخلاق، محبت ورواداری، مختلف مذہب وکلچر کے احترام اور ہندوستان کی رنگارنگ تہذیب کے ساتھ انسانی وحدت کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا جس سے وفد کے ارکان نے مکمل اتفاق کیا، وفد کے ممتاز رکن شری پرانچے اور کئی ارکان مہاراشٹرین تھے، راقم سطور نے مرہٹی زبان میں ان سے تبادلۂ خیالات کیا، یہ چیز ان کے لئے بڑی مسرت انگیز تھی، ۱۹۱۵ء میں ایک مہاراشٹرین برہمن ڈاکٹر کیشوبلی رام ہیڈگیوار نے اس تحریک کو شروع کیا تھا، ۱۹۴۰ء میں اس تحریک کے بانی پہلے سنچالک ڈاکٹر ہیڈگیوار کی موت کے بعد سرسنچالک کے عہدہ پر ایک دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

مہاراشٹرین برہمن، مادھورائے گولوالکر کا (جو گورو گولوالکر کے نام سے معروف تھے) تقرر ہوا، آر۔ ایس۔ ایس کے تیسرے سرسنچالک بالا صاحب دیورس بھی مہاراشٹرین برہمن ہیں، اس ہندو احیاء پسند تنظیم کا اثر شمالی ہندوستان میں زیادہ ہے لیکن قیادت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، آر۔ ایس۔ ایس ہائی کمانڈ مہاراشٹرین برہمنوں کے ہاتھ میں ہے، اس تحریک کا مقصد ہندوؤں کو متحد اور منظم کرنا ہے، اس کے لٹریچر سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالص مسلم دشمنی کی بنیاد پر اسے شروع کیا گیا، مسلم دورِ حکومت کی تاریخ کو مسخ کرکے ہندوؤں پر مظالم کی داستانیں گڑھ کر، موجودہ دور کے مسلمان کو جارح، مذہبی جنونی اور بھارت کے ٹکڑے کرنے والا کہہ کر، نوعمر بچوں اور غیر پختہ نوجوانوں کے ذہن کو مسموم کیا جاتا ہے، ان میں اپنے وجود و بقاء، قدیم تہذیب و معاشرت، دھرم اور سنسکرتی، ملک اور قوم کی حفاظت کے نام پر ایسا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے جس کے ڈانڈے جارحیت اور اسلام دشمنی سے جا ملتے ہیں، ایمرجنسی کے زمانہ میں جیل میں مسلم تنظیموں کے کارکنوں کی رفاقت نے مسلمانوں سے ان کی وحشت کو کسی حد تک کم کیا۔ اس زمانہ میں سیاسی مصالح کا یہ تقاضہ تھا کہ مسلم دشمنی، تنگ نظری اور جارحانہ قوم پرستی کو کم کر دیا جائے، مگر اس تحریک کا فکری سرچشمہ، اس کے بانی کے عزائم و خیالات، اس کے ذمہ داروں کی کتابیں، اس کے کارکنوں کی تربیت، اس سے متأثر طلبہ کی تنظیم وِدّیارتھی پریشد کی سرگرمیاں، اس فکر سے متأثر ادیبوں اور صحافیوں کی تحریریں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کے چند کارکنوں اور ذمہ داروں کے ساتھ جیل کی رفاقت و ملاقات، انھیں ان کی بنیادی فکر سے ہٹاتے اور جارحانہ عزائم سے دستبردار

www.abulhasanalinadwi.org

کرانے میں قطعاً ناکافی ہیں، اس میدان میں مسلسل محنت و جدوجہد، قلب ماہیت کی کوشش و دعا کا عمل جاری رہنا ضروری ہے۔ ؎

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

ابھی تک اس تحریک کے عام کارکنوں، بلکہ ذمہ داروں میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، اس کا ذاتی طور پر ہمیں اندازہ ہوا، ماہ نومبر میں رفیق محترم عبدالکریم صاحب پاریکھ کے ہمراہ آر۔ ایس۔ ایس کے کل ہند مرکز ہیڈگیوار بھون ناگپور جانا ہوا، وہاں مرکزی لیڈروں سے دیر تک گفتگو رہی پھر اسی سال جنوری میں سرسنچالک بالا صاحب دیورس کی لکھنؤ آمد پر ملاقات و گفتگو کے بعد اندازہ ہوا کہ اُن کے ذہن کی گتھیوں کو سلجھانے اور دل بدلنے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے، اگر اس تحریک کو مسلمانوں کے دانشور طبقہ اور اہل علم اور صاحب دل بزرگوں نے نظر انداز کیا تو مستقبل میں ملک و ملت کے لئے یہ بہت بڑا خطرہ بن سکتی ہے۔

اندور یونیورسٹی میں

آر۔ ایس۔ ایس کے وفد سے گفتگو جاری تھی کہ عصر کی اذان ہوگئی، اذان کی آواز سن کر حضرت مولانا اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے، وفد کے ارکان کا موصوف سے تعارف کرایا گیا، حضرت مولانا نے سب سے خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا، اور وفد کے ارکان کو انسانیت و اخلاق کے پرچار اور فرقہ وارانہ نفرت اور طبقاتی کشمکش کو دور کرنے کا مشورہ دیا، وفد نے بہت احترام سے حضرت مولانا کے ارشادات کو سُنا،

www.abulhasanalinadwi.org

نماز کی صف بندی کے وقت وفد نے رخصت چاہی، ان لوگوں کے جانے کے بعد حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو بیٹھنے کا مشورہ دینا چاہئے تھا تاکہ وہ دین مساوات کا طریقۂ عبادت بھی دیکھ لیتے، نماز غیر مسلموں کو متأثر کرتی ہے، ہم لوگوں کو اپنی اس کوتاہی پر افسوس ہوا، ہمارے میزبان حاجی ہارون صاحب، سرفراز صاحب، ہارون بن حاجی حبیب نے چائے ناشتہ سے وفد کی تواضع کی گفتگو کے دوران اُن کے علاوہ مولوی زبیر ندوی، مولوی ولی اللہ ندوی، قاضی عبد المجید صاحب اور کئی احباب موجود تھے۔

نماز عصر کے بعد اندور یونیورسٹی کیمپس جانا ہوا، یونیورسٹی گیسٹ ہاؤس میں پروفیسر ڈاکٹر اقبال صاحب نے عصرانہ دیا تھا عصرانے میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر شریک ہونے والے تھے لیکن ایک ضروری میٹنگ کی وجہ سے عین وقت پر انھیں اپنا پروگرام تبدیل کرنا پڑا، یونیورسٹی کے رجسٹرار، اساتذہ کے مسلم اور غیر مسلم ممبران، معززین شہر کی معتدبہ تعداد عصرانے میں شریک تھی، مغرب سے قبل تک GET-TOGETHER سلسلہ جاری رہا، واپسی میں ہولکر ہاسپٹل میں مولانا معین اللہ صاحب ندوی کے بھانجے کی عیادت کے لئے حضرت مدظلہ اور ہم سب پہونچے، اُن کی طبیعت تشویشناک حد تک خراب تھی، مغرب کی نماز اپنی جائے قیام میں پڑھی، شب کا کھانا حاجی عبد الرزاق میمن سپاری والے کے یہاں محلہ رانی پورہ میں تھا، کھانے سے فارغ ہو کر کچّی مسجد میں (جس کے امام و خطیب مولوی ولی اللہ ندوی ہیں) نماز پڑھی، کچّی مسجد کو راقم سطور کچھی برادری کے نام سے موسوم کچھی مسجد سمجھتا تھا، لیکن اندور میں معلوم ہوا کہ یہاں مسجدوں کے نام اس قسم کے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

کچی مسجد، پکی مسجد، اوپر والی مسجد، نیچے والی مسجد، سفید مسجد، کالی مسجد، چھوٹی مسجد، بڑی مسجد، مسجدوں کے نام اندور کی خصوصیت ہے، کسی اور شہر میں مسجدوں کے اس قسم کے نام نہیں سنے تھے۔

درس تفسیر قرآن کا عظیم الشان جلسہ

مولانا ابوالبرکات صاحب فاروقی نے برسوں سے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا ہے، آج محلہ رانی پورے کے ایک عظیم الشان جلسے میں اُن کے اس درس کے پانچویں دور کا اختتام تھا، تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد انھوں نے ایک پُرجوش تقریر کی جس میں حضرت مولانا کا تعارف اُن کے دینی اور علمی مقام کا ذکر کیا اور اہل اندور کی اس خوش نصیبی پر مبارکباد دی کہ عالم اسلام کی ایک نابغۂ عصر شخصیت کی زیارت اور اُن کے ارشاداتِ عالیہ کو سننے کی سعادت انھیں نصیب ہوئی، حضرت مولانا مدظلہٗ ہنوز جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے، مولانا ابوالبرکات صاحب نے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تفصیلی تعارف کرایا، اس کے بعد سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تفسیر بیان کی، مولانا ابوالبرکات صاحب کے بعد راقم سطور نے افتتاحی تقریر کی، دورانِ تقریر حضرت مدظلہٗ تشریف لے آئے، میں نے تقریر روک دی مگر حضرت مولانا نے تقریر جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی، میرے لئے سب سے مشکل مرحلہ حضرت مولانا کی موجودگی میں تقریر کرنا ہوتا ہے، لحاظ اور رعب کی وجہ سے زبان لڑکھڑا جاتی ہے، مضامین کا ورود، خیالات کی ترتیب، جملوں کی ساخت سب بے قابو ہو جاتے ہیں، چند منٹوں میں اپنی بات ختم کر کے میں نے اجازت چاہی، اُس کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا کی تقریر ہوئی، مجمع ہزاروں کی تعداد میں تھا، لیکن سکون وخاموشی کی چادر تنی تھی، مولانا نے خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت "لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ ۗ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ" الخ تلاوت کرکے فرمایا:

قرآن مجید کا اعجاز

"دوستو! اور بھائیو! آپ کے اس محبت وخلوص اور اس بڑے مجمع کو دیکھ کر پتھر دل بھی موم ہوجائے اور اس کا بھی جی چاہے کہ اس کے پاس جو بڑی سے بڑی پونجی اور سوغات ہے وہ پیش کردے، سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے سچے طالب اور اللہ کے مخلص بندے کہیں جمع ہوجائیں تو ان کا بڑا حق ہے لیکن میرے پاس دینے کے لئے کیا ہے؟ ہم سب فقیر ہیں، جھولی پھیلائے ہوئے ہیں، ہاں قرآن مجید نے ہماری جھولی میں کچھ خیرات ڈال دی ہے۔

ہم اگر غنی ہیں تو اسی قرآن مجید کے خزانۂ عامرہ سے، قرآن مجید کے مطالعہ سے کچھ موتی ہاتھ لگ جائیں تو ہم آپ کو پیش کریں، یہ انسانیت اور آدم کے پورے کنبے کو دینے کے لئے کافی ہے۔

بڑے بڑے فرمانرواؤں، سرمایہ داروں اور دولت مندوں کو دینے کے لئے اگر کوئی چیز ہے اور جو اضافہ کرسکتی ہے، دنیا بدل سکتی ہے، قسمت چمکا سکتی ہے، وہ قرآن مجید کی بھیک ہے۔

قرآن مجید تحت الثریٰ سے اٹھا کر افلاک وثریا پر پہونچا سکتا ہے، اور

لے سورۃ النساء ۔ ۱۲۳

جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں، ان کو منھ کے بل گرا دیتا ہے، یہی قرآن مجید جس نے عرب کے خانہ بدوشوں، صحرا نشینوں کو جن کے پاس پیٹ بھر کھانے کو تھا نہ تن ڈھانکنے کو تھا، کہاں سے کہاں پہونچا دیا، جو ساربان تھے ان کو جہانبان بنا دیا ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

یہی قرآن مجید ہے جس نے عرب کے بدوؤں کو، خانہ بدوشوں کو جن پر دنیا کو توجہ بھی نہ ہوتی تھی۔

"جہاں بان و جہاں دار و جہاں آرا"

بنا دیا انھوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو پاؤں سے روندا اور ان کے تختِ سلطنت پر ایسے بے تکلف بیٹھے جیسے بوریے پر بیٹھتے ہیں ؎

در نیستان حرا خلوت گزید — قوم و آئین و حکومت آفرید
ماند شبہا چشم او محرومِ نوم — تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

غارِ حرا میں ایک کملی پوش نے چند راتیں گذاریں، ایک قوم پیدا کر دی، ایک آئین دیا، ایک حکومت بنا دی، اس کی آنکھیں چند راتیں نیند سے محروم رہیں لیکن اس کی قوم تختِ خسروی پر سونے کے قابل ہو گئی، اس نبیٔ اُمّیؐ کے غلام قیصر و کسریٰ کے تخت پر قابض ہو گئے۔

قرآن مجید مٹی کو اکسیر بناتا ہے، اور جو اس کی ناقدری کرتا ہے، وہ اکسیر ہوتا ہے تو اس کو مٹی میں تبدیل کر دیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بے لاگ قانون ہے، یہ دو دھاری تلوار ہے، اگر اس کا استعمال صحیح نہیں ہوا، ناقدری کی گئی تو

www.abulhasanalinadwi.org

قوموں کا کام تمام کر سکتی ہے، اللہ کا قانون بے لاگ ہوتا ہے اور ہر غیور قانون کسی حد تک بے لاگ ہوتا ہے، ہر باعزت شخص کے بات کی لاج ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے، حکومتوں کا قانون جب نافذ ہو جاتا ہے تو اس کا احترام لازمی ہو جاتا ہے۔

اللہ کے دو قانون

اللہ تعالیٰ کے دو قانون ہیں، پہلا قانون جس سے ہمیں دن رات واسطہ پڑتا ہے، وہ اس کا طبعی اور تکوینی قانون ہے، اس نے دنیا میں جو چیزیں پیدا کی ہیں، ان میں کچھ خاصیت رکھی ہے۔

جس کے سپرد جو خدمت کر دی، وہ اس سے ذرا بھی سرتابی نہیں کرتا، پہاڑ کو حکم دیا کہ کھڑے رہو، دریاؤں کو حکم دیا کہ بہتے رہو، ہوا کو حکم دیا کہ چلتی رہے، سورج و چاند کو حکم دیا کہ روشن رہیں، آگ کو حکم دیا کہ جلائے، جب تک ہم حکم نہ دیں کہ "یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ" اے آگ! ٹھنڈی اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر، اگر یہ حکم نہ آتا تو آگ کی مجال نہ تھی کہ وہ کام نہ کرتی جس کی خاطر پیدا کی گئی ہے، جلانا اس کی فطرت ہے، اور یہی اس کی بندگی، شرافت اور معقولیت ہے۔

خدا نے دواؤں میں تاثیر رکھی، درخت کی پتیوں، گھاس اور کونپلوں، کنکر اور پتھروں میں تاثیر رکھی، نمک میں تاثیر رکھی، آپ نے یہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ نمک نے نمکینی کا کام چھوڑ دیا، بعض چیزوں میں اس نے مٹھاس رکھی اور سینکڑوں برس سے وہ مٹھاس دے رہی ہیں، کیسی کیسی تہذیبیں آئیں اور کیسے کیسے

www.abulhasanalinadwi.org

واقعات ہوئے، طبیب حاذق پیدا ہوئے اور ان کے مطب قائم ہوئے، دنیا کیسے کیسے باجبروت اور جری لوگوں کے ہاتھوں میں آئی لیکن چیزوں میں جو خاصیت قدرت نے رکھی تھی وہ بدستور قائم ہے، دنیا کے نظام میں خدا کا قانونِ تکوینی بے لاگ، غیر جانبدار، عالمگیر اور دائمی ہے کوئی اسے معطل نہیں کرسکتا۔

اعمال خاصیت رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دوسرے قانون کا تعلق کفر و ایمان، شرک و توحید، اخلاق و اخلاقی، علم و عمل سے ہے، یہ بھی اپنی خاصیت رکھتا ہے، یہ قانون بچوں کا کھیل نہیں کہ کوئی اسے کھلونا بتائے یا معطل کردے یا اس کے نتائج سے انکار کردے، یہ بات اللہ تعالیٰ کے قانون، اس کی حکمت اور ربوبیت کے خلاف ہے کہ ہم سوئی کی خاصیت، سنکھیا کی خاصیت، گلِ بنفشہ کی خاصیت اور تمام چیزوں کی خاصیت کے قائل ہوں، ہم خدا فراموش انسانوں کی تیار کی ہوئی دوائیوں کے قائل ہوں، مگر اعمال کی خاصیت پر ہمارا یقین نہ ہو۔

اعمال کی خاصیت اور اچھے اور بُرے نتائج کا علم ہمیں پیغمبروں کے ذریعہ ملا، جو انسانی تاریخ کے سب سے باکردار، سب سے سچے، سب سے نیک انسان تھے۔

شرک و توحید، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی خاصیت کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن مجید میں خدا کے آخری پیغمبر کے ذریعہ پوری نسل انسانی کے لئے آیا ہے، بندہ، خدا کی بندگی، تابعداری کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے، اس کے ذریعہ دنیا میں امن و امان، لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے، دشمنی دور اور عداوتیں کافور

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی ہیں، ملک نہ اسے فرقہ پرست کہتا ہے نہ قوم پرست۔

اللہ تعالیٰ نے ظلم کرنے کو حرام قرار دیا ہے، یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ حکومت شرک کے ساتھ تو قائم رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی، ظلم کا نتیجہ ضرور نکلے گا، ظلم رنگ لاکر رہے گا۔

وہ سلطنتیں جن کا دنیا میں ڈنکا بج رہا تھا، مشرق سے مغرب تک جن کا طوطی بولتا تھا، ان کا چراغ گل ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ ظلم چاہے آدمی کرے یا سلطنت کرے، ظلم میں یہ خاصیت ہے کہ وہ جلاکر راکھ کردے گی، وہ ظالم کو پچھاڑ دے گی، ہم لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ سیاسی چالاکی، مکر و فریب، جوڑ توڑ و غیاری اور عیاری سے لوگ اقتدار حاصل کرلیتے ہیں، قرآن مجید صاف صاف کہتا ہے، "وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ" اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ عزت و دولت میں دیتا ہوں لیکن اس سے دل نہ لگانا، تمام پیغمبروں نے اعمال کی خاصیت اور نتیجہ کو بیان کیا ہے، حدیث میں آتا ہے "الصدق ینجی والکذب یھلك" سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے، ہم آپ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی سچا ہے، لیکن ترقی سے محروم، اور فلاں آدمی جھوٹا ہے، مکار ہے اور اسے ترقی ہو رہی ہے، اور اس کا اقبال ہے لیکن یہ سب ہماری نظر کا قصور ہے، ہماری ناسمجھی کا نتیجہ ہے۔

شریعت جوان ہے

میرے بھائیو! ذرا انصاف کرو، بیشمار ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جنھیں ہم پاؤں سے مسل سکتے ہیں، دریا ئیہ کرسکتے ہیں، جانوروں کو کھلا سکتے ہیں، اُن کی

www.abulhasanalinadwi.org

خاصیت کے تو ہم قائل ہوں اور قرآن مجید کے اعلانات کی صداقت، اعمال کے نتائج اور اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبروں کے ارشادات پر ہمیں یقین نہ ہو، قرآن مجید نے اسراف کی ممانعت کی ہے، لیکن ہم آنکھ بند کرکے روپیہ اُڑائیں گے، گھر پھونک تماشہ دیکھیں گے، غلط رسوم پر پانی کی طرح روپیہ بہائیں گے لیکن بچّوں کی تعلیم کے لئے مدرسے مریضوں کے شفاخانے قائم کرنے سے ہمیں دلچسپی نہ ہو، سستی شہرت اور شہر میں چرچا ہو، دھوم مچے اس کے لئے سب کچھ کریں گے، کیا آپ سمجھتے ہیں خدا کا قانون مؤخر اور مفلوج کر دیا جائے گا؟ ہم مسلمانوں نے یہ سمجھا ہے کہ خدا کا قانون غیروں کے لئے تو ہے، ہمارے لئے نہیں، آگ کا شعلہ اپنا کام کرتا ہے اور ہماری صورت دیکھ کر کوئی رعایت نہیں کرتا، تو کیا خدا کا قانون پاسداری اور جانبداری برتے گا؟

آج مسلمانوں کی زندگی بتا رہی ہے کہ انھوں نے خدا کے قانون کو بے لاگ نہیں سمجھا، جیسے پہلے لوگ سمجھتے تھے، مجھے ایک بزرگ کی بات بہت پسند آئی، ایک بوڑھی عورت ان سے بیعت ہونے کے لئے آئی، انھوں نے اسے بے پردہ سامنے بیٹھ کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا، اس بڑھیا نے کہا حضور میں بوڑھی اور آپ بھی بوڑھے تو کیا حرج ہے ایسے ہی بیعت کر لیں، ان بزرگ نے جواب دیا۔

"بڑی بی! یہ صحیح ہے کہ ہم دونوں بوڑھے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جوان ہے، اور وہ رہتی دنیا تک جوان رہے گی"۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"[1] کہہ کر اس کی ابدی جوانی کا اعلان کر دیا گیا، وہ ہمیشہ جوان رہے گی، جب چارج دیا جائے گا تو ویسے ہی جوان رہے گی، جیسے غارِ حرا میں اس کی

[1] سورۃ المائدہ — ۳

www.abulhasanalinadwi.org

آب و تاب تھی، وہی قرآن وہی شریعت جو مکہ سے مدینہ جاکر، عرفات کے میدان میں تکمیل کو پہونچی، آج بھی تر و تازہ، زندہ و تابندہ ہے، سلطنتیں بوڑھی ہوتی ہیں، تہذیبیں بوڑھی ہوتی ہیں، فلسفے بوڑھے ہوتے ہیں، آدمی بوڑھے ہوتے ہیں، لیکن سنت و شریعت جوان رہتی ہے، چونکہ شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے، اس لئے تم میرے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے سکتی ہیں چاہے تم بوڑھی ہو تمہارے ہاتھ میں رعشہ، چہرے پر جھریاں ہوں لیکن شریعت نوجوان ہے اور ایسی جوان کہ اس کے برابر کوئی جوان نہیں۔

جنھیں خود نہیں معلوم کہ کل کیا ہوگا؟

مسلمان بھائیو! ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شریعت ریٹائرڈ ہو چکی ہے، شریعت نے بہت زمانے تک خدمت کی، صدیوں خدمت کرتی رہی اور اب ریٹائرڈ ہو گئی لیکن خدا اعلان کرتا ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" میں نے دین کو مکمل کر دیا، قیامت تک کے لئے تمہارے لئے اسلام کو منتخب کر لیا، اگر تمھیں عزت حاصل کرنی ہے، نجات پانی ہے تو اس کا راستہ یہی ہے "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ"[1] ہم حکومت سے عزت کے طلب گار ہوتے ہیں، جن کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، مارچ ۱۹۷۷ء کی نہ جانے کون سی تاریخ تھی، میں خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے رائے بریلی کا رہنے والا ہوں، جہاں گذشتہ حکومت کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔

[1] سورۃ المنافقون — ۸

www.abulhasanalinadwi.org

رات سویا تو اندرا جی کی حکومت تھی، صبح نماز کے لئے مسجد پہونچا تو معلوم ہوا کہ ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، ان حکومتوں میں عزت پانے کے لئے لوگ خدا کے قانون کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں، اُن کو خبر نہیں کہ رات کو سوئیں گے تو کیا صبح اسی حکومت کے زیر سایہ ہوں گے؟ میں اسی حکومت کو نہیں کہتا یہ شروع سے چلا آرہا ہے ؎

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شئے ہے
نہیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارہ

یہ سب کے ساتھ ہوا، عباسیوں کے ساتھ ہوا، رومیوں کے ساتھ ہوا مغلوں کے ساتھ ہوا، عباسی خاندان نے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال تک حکومت کی، ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بجتا رہا، اور وہ امیر المومنین کہلاتے رہے لیکن اُن کی بھی کتاب تہہ کر کے رکھدی گئی، اسی طرح ہندوستان میں مغلیہ خاندان عرصہ تک حکمراں رہا اور پھر زوال کا شکار ہوا، کوئی بھی حکومت ہو چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم بے سہارا اور ناقابل اعتماد ہے، اس سے اپنی قسمت وابستہ کرنا عقل مندی نہیں۔

اسلام اللہ کے حکم کا نام ہے

میرے بھائیو! اصل چیز یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی بدلنی چاہئے، اپنی زندگی کو قانون الٰہی کے مطابق بنانا چاہئے جس کے بغیر عزت، سکون اور اطمینان کی صورت نہیں، ہزار جتن کرو، کسی بھی پارٹی میں شامل ہو جاؤ، کتنے ہی سرمایہ دار ہو جاؤ حقیقی عزت نہیں ملے گی، حقیقی اطمینان و سکون نصیب نہیں ہوگا، جب تک

www.abulhasanalinadwi.org

قانون الٰہی کے مطابق زندگی نہ ڈھالو گے، جو حقائق مقرر کر دیئے گئے، جو فروع طے کئے گئے، جو اعمال مقرر کئے گئے، ان پر عمل کرو، جو ناجائز ہے اسے ناجائز سمجھو، اگر سلطنت خدا کی نافرمانی سے ملتی ہو تو اسے ٹھکرا دو، اس پر لعنت بھیجو، اگر خدا کی اطاعت میں سلطنت و دولت جاتی ہو تو خدا کا شکر ادا کرو، صحابہ کرامؓ نے یہی کیا، اسلام اللہ کے حکم کا نام ہے، وہ کسی قومیت کسی خاندانی نسبت کا نام نہیں۔

میرے بھائیو! آپ کا مجمع دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، یہ نہ سمجھئے گا کہ میں آپ کے سامنے تقریر کر رہا ہوں، میں آپ کو کسی غلط فہمی میں بھی نہیں رکھنا چاہتا، میں آپ کو یہ بھی اطمینان نہیں دلاتا کہ تمام نمازیں معاف، ایک رات میں اتنا پڑھ لیجئے تمام گناہ معاف، آپ جو چاہے کریں، میں آپ کے سامنے حقائق پیش کر رہا ہوں، اپنی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالئے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی زندگی میں داخل کیجئے۔

خدا کے احکام پہلے اپنے اوپر نافذ کیجئے

رانچی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا عظیم الشان اجلاس تھا، ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک مجمع کا اندازہ تھا، مسئلہ پرسنل لا کے تحفظ کا تھا میں انہی دنوں امریکہ سے واپس آیا تھا، میرے پاؤں میں تکلیف تھی، منتظمین جلسہ کے اصرار پر مجھے بھی جانا پڑا، جلسے میں بڑی پرجوش اور مدلل تقریریں ہوتی رہیں، لوگ اشتیاق سے سن رہے تھے، جب میری تقریر شروع ہوئی تو مجمع منتظر تھا، میں حکومت کو ایسا للکاروں گا کہ حکومت کا تختہ ہی ہل جائے گا، خدا کا شکر ہے کہ میں حکومت سے نہیں ڈرتا لیکن میں نے کہا کہ اللہ کے بندو! تم حکومت سے کہتے ہو کہ وہ تمہارا شخصی قانون باقی رکھے،

www.abulhasanalinadwi.org

کیا تم نے بھی اس قانون کو باقی رکھا ہے، تمھارے گھروں میں تمھاری زندگی میں اس قانون پر عمل ہے، اگر اس قانون پر تم عمل نہیں کروگے تو زبردست حکومتیں بھی اس کو باقی نہیں رکھ سکتیں، سب سے پہلے تمھیں خدائی احکامات کو اپنے پر نافذ کرنا چاہیئے۔

تم کہتے ہو کہ ہم جان دیں گے لیکن اس قانون میں ترمیم نہ ہونے دیں گے، بتاؤ تم نے اس قانون کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ کتنے ہی آدمیوں نے دوسروں کے کھیت اور جائداد پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، کتنے ہی ان حقوق کو تم نے ادا نہیں کیا جو قرآن مجید کی سورۂ نساء میں نازل ہوئے ہیں، نکاح، طلاق اور وراثت کے سلسلے میں تم قرآن، حدیث اور خدا کی شریعت پر عمل نہیں کرتے، کب طلاق دینی چاہیئے؟ مطلقہ کے حقوق کیا ہیں؟ اس کا نفقہ کتنے دن تک ہے؟ اور وہ کہاں رہے گی؟ ان سب پر غور اور عمل نہیں کرتے، تمھاری بیویاں جو اللہ تعالیٰ کی نام کی برکت سے تمھاری شریک زندگی اور رفیقۂ حیات بنیں، بیگانہ سے بیگانہ ہوئیں، رفیقِ سفر بن گئیں کیا تم اُن کے حقوق ادا کرتے ہو؟ یہ جو ہزاروں انسان یہاں بیٹھے ہیں کیا ان کے گھر والے مطمئن ہیں؟ اگر ہم نے اپنی شریعت پر عمل نہیں کیا تو لاکھ دستوری تحفظ کے باوجود وہ خطرہ میں ہے، حکومت سے بھی مطالبہ کیجیے اور زندگی میں بھی اس کو جاری کیجیے، رانچی کے لوگ نہ جانے مجھ سے کس پُرجوش تقریر اور حکومت کو للکار سننا چاہتے ہوں گے لیکن میں نے انھیں پہلے اپنے گھروں کو اپنی زندگی کو درست کرنے کی ہدایت کی، آپ کو بھی ایسے لوگ مل جائیں گے، جو آپ کی ذمہ داریاں بھی کم کردیں گے اور نمازیں بھی

www.abulhasanalinadwi.org

معاف کروادیں گے، پانچ وقت کی نماز کا بدل نذرانے کو بنا دیں گے یہ بھی کہیں گے کہ قیامت کے دن ہمارے جھگڑے کو پہچان کر اس کے نیچے آجانا، بغیر حساب کتاب کے جنت مل جائے گی، لیکن میں آپ کو اس غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا، اس لئے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی بدلئے، اپنی زندگی کو قرآن مجید کے سانچے میں ڈھالئے، پھر دیکھئے کہ آپ ہی آپ ہوں گے "اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"[1] خدا کی عزت و جلال کی قسم پھر آپ کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جل سکتا، آپ عمل کر کے تو دیکھئے۔

آیئے ہم اپنی زندگی بدلیں، دین کے اکثر قوانین ہم کو معلوم ہیں اور جو معلوم نہیں اس کو معلوم کریں، اور اپنی زندگی اسلام کے مطابق ڈھالیں، اسلام کے قانونِ اخلاق، قانونِ معاشرت کے مطابق بنائیں، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیا عزت اور محبوبیت عطا فرماتا ہے، کیسی برکت اور رحمت نازل ہوتی ہے، کیسی مشکلات آسان ہوتی ہیں، جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے۔

بھائیو! آخر میں یہ کہوں گا کہ اپنے عزیز اقربا، خاندان اور برادری کے حقوق پہچانیئے، ملک و قوم کے لوگوں اور برادرانِ وطن کے ساتھ محبت اور برابری کا سلوک کیجئے، اُن کے ساتھ عدل کا معاملہ کیجئے سب کی قدر کیجئے، ایماندار بنئے، ہر ایک کا ہمدرد بنئے، ہر ایک کے کام آیئے، ہر ایک کے لئے دعائے خیر کیجئے، ہر ایک کا بھلا چاہئے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ آنکھوں پر بٹھائے جائیں گے، آپ دل میں جگہ دیئے جائیں گے، سب نفرتیں اور عداوتیں ختم ہو جائیں گی۔

اندور آج جس حال میں ہے انشاء اللہ کل اس سے بہتر ہوگا، زندگیاں

[1] سورۃ آل عمران - ۱۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

بدل جائیں گی، یہ پیغام ہے اس پر عمل کیجئے، یہ جلسے، یہ مسجدیں، یہ مدرسے اسی پیغام کو پہنچانے کا ذریعہ ہیں اور ان کا اصل مقصد یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

حضرت مولانا تقریر فرما کر قیام گاہ تشریف لے گئے، عبدالکریم پاریکھ صاحب کی تقریر جاری تھی، درس قرآن مجید پاریکھ صاحب کا اصل موضوع ہے، گذشتہ ۲۵ سال سے ناگپور کی جامع مسجد میں ہر اتوار کو پابندی سے وہ درس دیتے ہیں، مجلس تعلیم القرآن کے ذریعہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی ایک کامیاب تحریک وہ چلا رہے ہیں، قرآن کے ترجمہ اور تفہیم میں مدد کے لئے "لغات القرآن" نامی انھوں نے ایک لغت تیار کی ہے جس سے معمولی اردو داں بھی قرآنی الفاظ کے معانی دیکھ کر کسی حد تک ترجمہ سمجھ سکتا ہے، درس قرآن مجید کے اس جلسے میں پاریکھ صاحب نے مفصل تقریر کی، رات ۱۲ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا، مولانا ابوالبرکات صاحب کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا، ہم اپنی قیام گاہ پہونچے تو ایک ساعت شب ہو چکی تھی، رات خاصی بیت چکی تھی، تاہم ہمارے میزبان حاجی ہارون صاحب اور اُن کے صاحبزادوں نے راقم سطور اور پاریکھ صاحب کی رعایت سے چائے کا اہتمام کیا، ڈاکٹر اشتیاق صاحب شب کو چائے نہ پینے کے اصول پر سختی سے کاربند رہتے، ایک آدھ بار کے علاوہ ہم لوگوں کو ان کی تو یہ شکنی میں کامیابی نہیں ہوئی رات ہی ہم نے اپنا سامان درست کیا، کل علی الصبح دھار، مانڈو، دیپالپور روانگی تھی، مولوی ولی اللہ ندوی، مولوی فضل اللہ ندوی نے اور وہ احباب جنھیں صبح دھار جانا تھا، ہارون منزل ہی میں قیام کیا، دیوا اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ لوگ وہاں کے پروگرام کے لئے بہت مُصر رہے لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے معذرت کردی گئی۔

اندور سے دھار (۷ دسمبر ۱۹۷۶ء)

حسب معمول صبح صادق سے قبل بیدار ہوئے، آج سفر کی ہماہمی تھی اپنے بستر اور غیر ضروری سامان کو یہیں چھوڑ کر اور نماز سے فارغ ہو کر صبح ۸ بجے کاروں کا کارواں دھار روانہ ہوا، صبح کا پُرکیف سماں تھا، صاف و شفاف پختہ سڑک سے گذرتے اردگرد کے سرسبز و شاداب ماحول میں جابجا کھجوروں کے درخت اور اس خطہ میں نخلستان کا منظر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ کبھی یہاں ان قافلوں کا پڑاؤ ہوگا جو ساری دنیا میں۔ ع

مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی — کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

اس نخلستان کو "عبدالرحمٰن اوّل" جیسے احساسات رکھنے والا کوئی عرب آج بھی دیکھ لے تو اپنے جذبات کی ترجمانی اقبالؒ کے اشعار سے کرے گا ؎

میری آنکھوں کا نور ہے تو — میرے دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ہوں میں — میرے لئے نخلِ طور ہے تو
غربت کی ہوا میں یار و رہو — ساقی تیرا نم سحر ہو
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے — مومن کا مقام ہر کہیں ہے

دھار، مالوے کے پرمار خاندان کی راجدھانی تھی جس کی بنیاد دسویں صدی عیسوی

کے اوائل میں سردار اپندر یا کرشن راج نے رکھی تھی، یہ بہت قدیم شہر ہے، پرمار شہنشاہیت کے زمانہ میں پورے ہندوستان میں تعلیمی، ثقافتی، تہذیبی مرکز کی حیثیت سے اس کی شہرت تھی، مشہور و معروف راجہ بھوج کی ۱۰۱۸ء میں مالوا کے دارالسلطنت دھار میں تخت نشینی ہوئی تھی، اس نے ۴۰ برس تک کامیاب حکومت کی، اس راجہ کی شہرت علم و فن کے مُربّی اور عادل و مُنصف کی حیثیت سے تاریخ میں محفوظ ہے، علم ہیئت، فن تعمیر، علم عروض اور دیگر علوم و فنون کی اکثر کتابیں اس کے نام سے منسوب ہیں۔

ایک روایت

بھوج نامی راجہ غالباً ایک سے زائد گذرے ہیں کسی راجہ بھوج کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ معجزۂ شق القمر دیکھ کر ایمان لایا تھا، آئینۂ اودھ کے مصنف نے اس کے متعلق سُنی ہوئی روایت درج کی ہے لیکن تاریخ و سیر میں اس واقعہ کا تذکرہ نہیں، نواب شاہجہاں بیگم والیۂ بھوپال اپنی تاریخ "تاج الاقبال" میں لکھتی ہیں کہ "دھار میں عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ چنگال رح مکہ معظمہ سے مالوہ آئے جن کے ہاتھ پر راجہ بھوج اسلام لایا، اس سے قبل وہ معجزۂ شق القمر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لا چکا تھا" معلوم ہوتا ہے کہ رئیسہ بھوپال کو اس قصیدہ کے اشعار سے یہ خیال ہوا جو حضرت چنگال رح کے مزار پر کندہ ہیں جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

www.abulhasanalinadwi.org

چو وقت آمد کہ خورشید حقیقت — شود طالع دریں بلدائے دیجور
رسد ایں شیر مرد از مرکز دیں — دریں دیر کہن با جمع جمہور
بزد بر ہم تماثیل و بتاں را — مصلا ساختہ آں معبد زور
چوں رائے بھوج دیدش از مزاست — مسلماں گشتہ با اہل ہمہ سور
بنور شرع روشن گشت ایں قصر — رسوم شرک شد معدوم و مدحور
ز ہجرت مقصد پنجاہ و نہ بود — کہ تاریخش مجدد گشت مسطور

آخری شعر سے واضح ہوتا ہے کہ ۷۵۹ھ میں آپ کا دوبارہ مزار تعمیر ہوا ہے، آثارِ مالوہ کے مصنف کے خیال میں جس راجہ بھوج نے حضرت موصوف سے کلمۂ توحید پڑھا ہے، وہ اس وقت کا کوئی مقامی راجہ ہوگا، راجہ بھوج متوفی سنہ ۶۴۱ کے عہد میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد شروع نہیں ہوئی تھی، سین کے مطالعہ سے راجہ بھوج کے عہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا پایا جاتا ہے، راجہ بھوج سنہ ۵۴۲ میں تخت نشین ہوا اور سنہ ۶۴۱ میں فوت ہوا، اس حساب سے سن ہجری کا نفیس اسال آتا ہے۔

کرنل ٹاڈ مؤرخ تاریخ راجپوتانہ کی تحقیق میں ۵۶۷ھ میں راجہ بھوج گدی پر موجود تھا، ۵۷ سال بکرمی سن کے بعد سن عیسوی کا آغاز ہوا ۵۶۷ھ میں ۵۷ عدد کو شامل کر دیا جائے تو سنہ ۶۲۴ بکرمی ہوتا ہے، اس وقت راجہ بھوج زندہ تھا۔

اسلام کا داخلہ

چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں مسلمانوں نے دھار پر قبضہ کیا، تقریباً چار سو سال تک وہ یہاں کے حکمراں رہے، مالوہ اور اس کے نواح میں چشتیہ سلسلے کی

www.abulhasanalinadwi.org

اشاعت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے جن خلفاء کے ذریعہ ہوئی ان میں شیخ کمال الدینؒ بہت ممتاز ہیں، شیخ کمال الدینؒ شیخ نصر اللہ بن بابا فریدؒ کے پوتے تھے، حضرت محبوب الٰہیؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے، شیخ نے انھیں ایک چنبیلی کا پھول دیا اور کہا کہ تم مالوہ جاکر رہو، اپنے شیخ کے فرمان پر انھوں نے مالوہ کا رُخ کیا، دھار میں سکونت اختیار کی اور ارشاد و تلقین میں مصروف ہوگئے، سلاطین مالوہ کو ان سے بڑی عقیدت تھی، سلطان محمود خلجی (م ۱۵۳۱ء) نے شیخ کی قبر پر گنبد اور متعلقین سلسلہ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی، مصنف "سیر الاولیاء" نے لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں شیخ کمال الدینؒ دھار سے دہلی تشریف لے آئے تو انھوں نے ان سے ملاقات کی تھی "در عہد سلطان محمد تغلق در شہر دہلی از دھار کہ مقام سکونت او بود آمدہ کاتب حروف بخدمت ایں بزرگ بسبب رعایت حقوق خاندان معظم ایشاں کہ یا باء و اجداد کاتب حروف داشتند رفتہ بود"۔

شہنشاہ اکبر نے ۱۵۹۸ء میں دھار کا دورہ کیا تھا، ۱۴۰۵ء میں دلاور خاں نے لاٹ مسجد بنائی، یہ نام لوہے کے ایک ستون کی وجہ سے مشہور ہوا، شیخ کمال الدینؒ کا مقبرہ اور مسجد چودھویں یا پندرھویں صدی عیسوی کی تعمیر کردہ ہنوز اچھی حالت میں موجود ہے، شمالی سمت کی بلندی پر ایک قلعہ کے آثار ہیں، جس کے پتھر سرخ ہیں، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے محمد بن تغلق نے چودھویں صدی میں تعمیر کیا، یہاں ایک گنج شہیداں ہے، جس میں چالیس شہداء مدفون ہیں۔

۱۷۳۱ء تک یہاں مسلمانوں کی حکمرانی رہی، بعد میں مرہٹہ اس پر قابض ہوگئے،

www.abulhasanalinadwi.org

پوار خاندان کی ریاست تھی جس کا بانی آنند راؤ پوار نامی مرہٹہ سردار تھا، ۱۷۴۳ء میں اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا جیونت راؤ پوار جانشین ہوا جو پانی پت کی جنگ میں مقتول ہوا، ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے یہ ریاست ضبط کر لی گئی تھی، جو بعد میں واپس کر دی گئی۔

وگیان بھون میں جلسہ

پروگرام کے مطابق دھار میں قاضی عبد القدوس صاحب (برادر اکبر مولانا ابو البرکات صاحب) کے یہاں ناشتہ کر کے ہمیں جلد مانڈو پہونچنا تھا لیکن ہماری کار جب شہر میں داخل ہوئی تو ایک ہال کے سامنے چوراہے پر کئی حضرات منتظر ملے، ان سے معلوم ہوا کہ اس مختصر وقت میں ایک مخصوص جلسہ رکھا گیا ہے تاکہ شہر کے مسلم اور غیر مسلم مستفید ہوں۔

قاضی عبد القدوس صاحب نے ناشتہ کا بڑے پیمانہ پر اور پُر تکلف انتظام کیا تھا، ناشتہ سے جلد فارغ ہو کر پاریکھ صاحب، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب اور راقم سطور جلسہ گاہ پہونچے اور جلسے کی کارروائی شروع کر دی، راقم سطور کے افتتاحی کلمات کے بعد جناب عبد الکریم صاحب پاریکھ نے تقریر کی، دوران تقریر حضرت مولانا مذظلہ اور مولانا معین اللہ صاحب ندوی ہمارے میزبان قاضی عبد القدوس صاحب کے ہمراہ تشریف لے آئے، پاریکھ صاحب نے اپنی تقریر مختصر کر دی، بعد حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں محبت، بھائی چارہ اور بلا تفریق مذہب و ملت سب کی خدمت پر زور دیا، جلسے میں سابق مسٹر شری پردھان صاحب، مقامی میونسپلٹی کے صدر اور کئی سربرآوردہ غیر مسلم شریک تھے، ان لوگوں کو حلقۂ پیام انسانیت کا لٹریچر دیا گیا، ایک مقامی غیر مسلم ایڈوکیٹ نے شکریہ کی رسم

www.abulhasanalinadwi.org

ادا کی اور ہار پھول سے مہمانوں کا استقبال کیا۔

دھار کے مسلمانوں کے فخر و مسرت اور غیر مسلموں کے اچھے تأثرات کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہمارا قافلہ شہر کے ان تاریخی آثار کو دیکھتا ہوا (جن کا ذکر گذر چکا) "ناشاد" شادی آباد یعنی مانڈو روزانہ ہوا، دھار سے مانڈو ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے، چلتی کار میں حضرت مدظلہ کی ایماء پر راقم سطور نے شہر شادماں، مانڈو کی تاریخ اور وہاں کے تاریخی آثار پر ایک کتابچہ "شادی آباد" پڑھ کر سنائی جو قاضی عبدالقدوس صاحب سے حاصل ہوئی تھی، قاضی عبدالقدوس صاحب مالوہ کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں جس کا مسودہ اپنے ساتھ لائے تھے، قاضی صاحب کی یہاں کی تاریخ پر گہری نظر ہے، دھار اور مانڈو کے سفر میں وہ ہمارے بہت اچھے رہنما (گائیڈ) ثابت ہوئے، شہر شادماں، مانڈو قریب آگیا، جا بجا مسلمانوں کی سطوتِ رفتہ کے نشان نظر آئے ؎

تلك الآثار تدل علينا فانظروا بعدنا الى الآثار

ناشاد شادی آباد ــ مانڈو

اندور سے ساٹھ میل، دھار سے ۲۲ میل مہو سے ۵۸ میل، زتلام سے ۶۱ میل کے فاصلے پر مالوہ کی بے نظیر راجدھانی مانڈو واقع ہے، مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اس کا نام شادی آباد پڑ گیا تھا، اب یہ ناشاد شادی آباد، اس کی تاریخی عمارتیں، اس کے آثار اپنے بانیوں کی شوکت و سطوت کی داستانِ پارینہ دُہرا رہے ہیں، سلاطینِ مالوہ کے تمدنی، ثقافتی اور تاریخی کارنامے آج اس قدر غبار آلود ہیں کہ ان پر عام لوگوں کی نگاہیں نہیں پڑتیں، ہندوستان میں تاریخی لحاظ سے صرف دارالخلافہ دہلی کا نام

www.abulhasanalinadwi.org

روشن ہے، یہ دہلی کی خوش قسمتی ہے، ورنہ بہار، بنگال، دکن اور مالوہ اپنے دورِ عروج میں دہلی سے کچھ کم نہیں تھے، اور یہ انہی کی بہاریں تھیں جو دہلی میں نظر آنے لگیں آج بھی حسرت کدۂ مانڈو کے ذرّہ ذرّہ سے تاجدارانِ مالوہ کی عظمت کی جھلک، علم و فضل کی شعاع، اور رفیّاضی کی تنویر ایسی نظر آتی ہے کہ دیکھنے والے تصویرِ حسرت بن جاتے ہیں، فردوس ارضی مانڈو، مشرق سے مغرب تک پانچ میل اور شمالاً جنوباً چار میل تک پھیلا ہوا ہے، پہاڑی پر عالیشان سنگین قلعہ کی وسعت سیاحوں کو محوِ حیرت کر دیتی ہے، قلعہ کا حصار بقول مورّخ فرشتہ ۱۹ کوس اور حسبِ پیمائش شہنشاہ نورالدین جہانگیر ۱۲ کوس ہے، جہاں کسی زمانے میں شاہی نقارے بجتے تھے، اب وہاں موت کا سا سناٹا ہوتا ہے یا جنگلی جانوروں کی گونج سنائی دیتی ہے۔

مانڈو کی وجہ تسمیہ

مانڈو کی وجہ تسمیہ تاریخ فرشتہ، کتاب "سیر المتاخرین" اور تزک جہانگیری میں اس طرح درج ہے کہ مانڈو یا منڈو ایک لوہار کا نام تھا، قدیم زمانہ میں ایک بھیل اس کے پاس ہنسیا لے کر آیا اور کہا کہ پتھر پر گھسنے سے یہ پیتل کا ہو گیا ہے، اس کو بدل دو مانڈو سمجھ گیا ہنسیا بدل دی بھیل سے پتھر کا نشان پوچھا اور اس کی نشاندہی سے اٹھا لایا، راجہ جے سنگھ اس وقت بھیلوں کے علاقہ پر قابض تھا جس کا دارالحکومت دھار تھا، ایک روز مانڈو آہن گر اس راجہ کے پاس گیا اور تنہائی میں کہا کہ میرا ارادہ ایک شہر اور قلعہ آباد کرنے کا ہے بشرطیکہ نام میرا ہو اور ملکیت تمھاری، راجہ نے منظور کیا، مانڈو لوہار نے سنہ ۳۷۲ ہجری میں پہاڑی پر بنیاد قائم کر کے ایک حصار میں شہر بسایا جس میں ایک لاکھ

www.abulhasanalinadwi.org

مکان تھے، اس لوہار کے نام سے قلعہ مانڈو آج تک مشہور ہے لیکن افسانہ معلوم ہوتا ہے، تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی وقعت نہیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ ریاست مالوہ کے راجہ بانجھ دیو کے نام پر اسے مانڈو سے موسوم کیا گیا۔

مسلم دورِ حکومت

سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں ۱۳۰۱ء میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا، اُس وقت سے ۱۳۵۷ء سلطان محمد شاہ تغلق کے اخیر عہد تک یہ سلطنتِ دہلی کے ماتحت رہا، اس کے بعد دلاور خاں غوری ـــــ نے تختِ دہلی سے علیحدگی اختیار کی اور مالوہ میں خود مختار سلطنت قائم کی، دلاور خاں غوری جس کا اصل نام حسین تھا، سلطان شہاب الدین غوری کے خاندان سے تھا، وہ سلطان فیروز شاہ تغلق اور اس کے بیٹے سلطان محمد شاہ کے زمانہ میں صوبہ مالوہ کا ناظم رہ چکا تھا، سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد دلاور خاں خود مختارانہ حیثیت سے صوبہ مالوہ پر حکومت کرتا رہا، لیکن صحیح طور پر وہ ۱۴۰۱ء (۸۰۳ھ) میں اس وقت مالوہ کا بادشاہ ہوا جب کہ اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا، ۸۰۳ھ سے ۹۶۷ھ تقریباً ۱۶۳ سال تک دس بادشاہ گذرے ہیں، جس میں ہوشنگ شاہ، اور سلطان محمود خلجی کے کارنامے قابلِ ذکر ہیں، انھوں نے اس سلطنت کو استحکام و وسعت، قوت و سطوت اور شان و شوکت کے اعتبار سے اس مقام پر پہونچادیا تھا کہ ہندوستان میں سوائے سلطنت گجرات کے کوئی دوسری حکومت اس کی ہمسر نہ تھی۔

۹۶۷ھ میں شہنشاہ اکبر نے اس علاقہ کو فتح کیا، ۱۱۵۶ھ تک یہ سلطنتِ دہلی کے ماتحت رہا، مغل سلطان ناصر الدین محمد شاہ نے ۱۱۵۶ھ میں بالاجی راؤ پیشوا کو

www.abulhasanalinadwi.org

مالوہ کی سندِ حکومت عطا کی جب سے یہ خطہ تختِ دہلی سے علیحدہ ہوا۔

عظمت رفتہ کا مرثیہ

ہماری کار پیچ در پیچ راستوں سے گذرتی ہوئی وندھیاچل پہاڑی سلسلہ کی دو ہزار فٹ بلندی پر واقع شہر شادمان مانڈو میں داخل ہوئی پہاڑوں کے قدرتی حصار نے اس شہر کو ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے، کیسے حوصلہ بلند اور آہنی عزم کے مالک تھے وہ مجاہد جنھوں نے اس ناقابلِ تسخیر شہر کو فتح کیا، ہماری کار ریسٹ ہاؤس کے سامنے رکی جو کسی قدیم محل میں ترمیم کر کے بنایا گیا ہے، ریسٹ ہاؤس کی عمارت کے سامنے جہاز محل، دائیں بائیں جھیلیں چاروں طرف سبز مخملی فرش اور حسین مناظرِ قدرت، اپنے زوال اور ویرانی میں اس کے حسن و دلآویزی کا یہ عالم ہے تو شاید اپنے دورِ عروج میں اس کی نظیر و مثال ہندوستان کا کوئی خطہ نہ ہوگا، مغل شہنشاہ جہانگیر نے تو یہاں فردوس بریں کی لطافت محسوس کی اور اپنی تزک میں لکھا کہ "میں نے موسم بہار میں مانڈو سے بڑھ کر فرحت بخش، روح افزا، دلکش و دلفریب مقام کوئی اور نہیں دیکھا"۔

اندور کے احباب ایک بس میں مانڈو پہونچ گئے تھے، ظہر کی نماز باجماعت ریسٹ ہاؤس کی چھت پر ادا کی گئی، اذان کی آواز اور نماز کا یہ منظر اس فردوس گم گشتہ کے آسودۂ خاک خدا کے بندوں کے لئے یقیناً روحانی مسرت کا باعث ہوا ہوگا، نماز کے بعد سب ساتھی حضرت مولانا مدظلہ کے ارشادات کو سننے کے لئے سمٹ آئے، مولانا نے اثر و تاثر کی ایک خاص کیفیت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم اس وقت اس خطے، اس شہر میں ہیں جس کو کسی زمانہ میں "شادی آباد" کہا جاتا

تھا، اور اب اس کو ناشاد شادی آباد کہنا صحیح ہوگا، اور یہی خطہ ناشاد نہیں بلکہ اس وقت ہم سب ناشاد ہی ہیں ـــــ دو وجوہ سے ایک تو یہ کہ یہاں کی فضا ناشاد ہے، فضا کا اثر دل و دماغ پر پڑتا ہے ـــ دوسرے ہم یوں ناشاد ہیں کہ ہم نے نااہلی کا ثبوت دیا اور اس زمین کی وراثت سے محروم کر دیئے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب اُن کی قوم نے ان کا دامن پکڑ کر کہا "اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا"[1] تو انھوں نے کہا "قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ"[2] موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی مدد چاہو، صبر سے کام لو، حقیقت تو یہ ہے کہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہے وارث بنائے اور انجام خیر متقین کا ہے۔

جہاں اس وقت ہم جمع ہیں، وہاں چاروں طرف قیریں، محلوں کے کھنڈرات، گذرتے ہوئے قافلوں کے نشانات پھیلے ہوئے ہیں، اقبال کا یہ شعر بے اختیار یاد آتا ہے ؎

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

اور خاص طور پر میں تو اقبالؒ ہی کے الفاظ میں یہ کہہ سکتا ہوں ؎

میں کہ میری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام زندگی کھوئے ہوؤں کی جستجو

جہاں جاتا ہوں تو وہ پرانا زمانہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور پوری تاریخ نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے، آپ یہی خیال کیجئے کہ سلطان ناصر الدین کا محل ہے، وہ یہاں داد عیش دے رہا ہے، یہاں شہر کے مختلف مقامات پر اللہ کے بندے علم و معرفت کے

[1] الاعراف - ۱۲۹ [2] الاعراف - ۱۲۸

www.abulhasanalinadwi.org

چراغ جلائے ہوئے بیٹھے ہیں، اور اس کو اپنے دامن سے پناہ دے رہے ہیں کہ بجھنے نہ پائے، بادشاہ بھی ہیں، فقیر بھی ہیں، یہاں جس جگہ آپ کے قدم پڑیں سمجھئے کہ یہاں کسی اللہ کے بندے کی پیشانی کبھی ٹکی ہوگی، اور کبھی اس پر اسلامی فوجیں گذری ہوں گی، جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کئے

اور عربی کا شاعر کہتا ہے ؎

خَفِّفِ الوطأ مَا أظُنُّ أدِيمَ الأرضِ إلّا مِنْ هٰذِهِ الأجسادِ
وَقَبِيحٌ بنا وإنْ قدمُ العهد وَهَوانُ الآباء والأجدادِ
سِرْ إنِ اسْتطعتَ فی الهواء لا اختیالاً علی رُفاتِ العبادِ

اے بے خبر مسافر! ذرا آہستہ آہستہ، سنبھال سنبھال کر قدم رکھ، یہ خاکی فرش جو نظر آتا ہے خاک کے ذرّوں سے نہیں بنا، بلکہ یہ گوشت کے ریشوں اور لاشوں کے ڈھیر سے بنا ہے، یہ لاشیں بچھی ہوئی ہیں، فرشِ خاکی یا پتھر نہیں۔

یہ بڑے عیب کی بات اور باپ دادا کی توہین ہے زمانہ چاہے کتنا ہی پُرانا ہو جائے کہ تو ان کے کاسۂ سر پر اپنا پاؤں رکھ گذرے۔

ہو سکے تو تم فضا میں خراماں خراماں، اکڑتے ہوئے اور ناز و نخوت کے ساتھ چلو لیکن اللہ کے بندوں کی لاشوں پر سے اور ان کے جسم کے ٹکڑوں پر سے نہ چلو۔

عبرت کی بستی

مرزا مظہر جانِ جاناں شہید نے کہا ہے ؎

www.abulhasanalinadwi.org

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں

یہ عبرت کی ایک بستی ہے یہ عبرت زادے ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ یہاں کسی چیز کو بقا نہیں، اس خطہ پر حکومت کرنے والوں پر جنھوں نے اپنی قوت اور سطوت کے نقش قائم کر دیئے، پہاڑوں کو تسخیر کیا پتھروں کے جگر کاٹ کر نہریں بہائیں، خشکی پر عیش و عشرت کے جہاز محل کھڑے کر دیئے، آج کوئی آنسو بہانے والا نہیں، قرآن مجید نے اس قسم کے زوال کی تصویر کشی کی ہے "كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ"[1] کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے، جو وہ چھوڑ گئے کتنے ہی عیش کے سروسامان تھے، جن میں وہ مزے کر رہے تھے، ان کے پیچھے دھرے رہ گئے، یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا، نہ آسمان ان پر رویا، نہ زمین نے ان پر نوحہ کیا اور ان کو مہلت بھی نہیں دی گئی۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ[2] ہر چیز فانی ہے بقا صرف اللہ کو ہے۔

سب کو فنا ہے آج جو باقی ہیں، ان کی بقا کی کوئی ضمانت نہیں، فنا کا جب سلسلہ چلتا ہے تو سلطنتیں ختم ہوتی ہیں، اگر ایک چراغ بجھتا ہے تو ہر چراغ بجھ سکتا ہے، پہلا چراغ اگر نہ بجھتا تو امید ہوتی کہ ہمارا چراغ نہ بجھے گا، لیکن جب ایک چراغ گل ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چراغ گل ہو سکتا ہے۔

اس وقت ہم ایک ایسی تاریخی جگہ پر بیٹھے ہیں، جس کے چاروں طرف بڑے بڑے

[1] الدخان - ۲۵-۲۹ [2] القصص - ۸۸

www.abulhasanalinadwi.org

بادشاہوں کے کرّ و فر، سطوت و جبروت اور شان و شوکت کے نشانات پھیلے ہوئے ہیں، کوئی چپہ اس سے خالی نہیں، لیکن جیسا کہ ہمارے والد صاحب (مولانا حکیم عبدالحی صاحبؒ ناظم ندوۃ العلماء) نے اپنی کتاب "یادِ ایام تاریخ گجرات" میں گجرات کے باخدا اور باعظمت سلاطین، وہاں کے اہلِ کمال کے حالات، علوم اسلامیہ، فنونِ لطیفہ اور فنِ تعمیر کی ترقیوں کے بعد ان کے زوال کی داستان بیان کرنے کے بعد لکھا ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمّل تھا ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں اک شور تھا غل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی نہ تھا جز خاک کچھ باقی بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

اس سے ہمیں عبرت لینی چاہئے اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے، جن سے آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل ہوں، ہمیں اپنے اندر داعی کے صفات پیدا کرنا چاہئے صاحبِ دعوت ملّت اور جماعت کی بہار کبھی خزاں سے نہیں بدلتی، باقی سلطنتوں، حکومتوں کے زوال کا کیا شکوہ ہے ؎

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شئ ہے
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارہ

یہ حکومتیں آتی جاتی ہیں "تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ"[1] لیکن دعوت کا کام باقی رہتا ہے، اخلاق کا اثر دائمی رہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝[2]

اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، اس سرزمین کے

[1] آل عمران ـ ۱۴۰ [2] الأعراف ـ ۱۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، جیسے ہم نے یہ کتنوں سے مالا مال کر دیا تھا، اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا، کیونکہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا، اور فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا گیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، یہاں کے آسودانِ خاک پر اپنی رحمت کی چادر ڈھانپ دے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے، ہزار کمزوریوں کے باوجود وہ اسلام سے نسبت رکھتے تھے، اس نسبتِ گرامی پر فخر کرتے تھے، اس کے نام پر محل بناتے تھے، شہر آباد کرتے تھے، ان کے اندر ایمان کا ذرّہ تھا، اور ایمان کا ذرّہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

انھوں نے علم اور علماء کی سرپرستی کی، مشائخ کا اکرام کیا، اپنے شہروں کو انھوں نے علوم و فنون کا مرکز بنایا، جہاں وہ بیٹھ جاتے تھے، مشرق و مغرب کے اہلِ کمال اور اہلِ دل وہاں کا رُخ کرتے تھے، یہ اُن کی سرپرستی کرتے تھے، اُن کو ہر طرح سے مطمئن کر کے دین اور علم کی خدمت کے لئے فارغ کر دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہی چیز قبول ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کی ستّاری اور غفّاری فرمائے گا۔

تذکرۃ الابرار میں بڑی تعداد میں ان اولیاء اللہ کا تذکرہ آتا ہے، جن کا تعلق مانڈو سے تھا، وہ سلاطین جنھوں نے مسجدیں بنائیں، مدرسے قائم کئے، قلعے تعمیر کئے، ان کی شان و شوکت دیکھ کر نہ جانے کتنے لوگ دائرۂ اسلام میں آئے ہوں گے، یہ ان کے نامۂ اعمال میں بہت بڑی دولت ہے، آیئے ہم سب ان کے لئے ایک ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں اور ان کی مغفرت کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

دعا کریں "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ"[۲]

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ان کی روحیں آج ہمارا استقبال کر رہی ہیں، اور خوش ہو رہی ہیں کہ یہ قافلہ آیا ہے جو اسلام کا نام لیوا ہے، الحمدللہ اس میں کئی حافظ، عالم، قرآن کے فاضل اور دین کے مبلغ ہیں، مجھے صاف محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری آمد سے یہ خوش ہوئے ان کو تسکین ہوئی، اُن کو روحانی غذا پہونچی، میں آپ سب سے یہ کہوں گا کہ یہاں جو وقت گزرے گا اس میں ایک بار سورۂ یٰسین پڑھ کر بلا تفریق تمام صلحاء، علماء اور سلاطین کے لئے ایصال ثواب کریں، آیئے اب سورۂ فاتحہ پڑھ کر ان سب کے لئے دعا کریں "اللّٰھم صلی علی محمد وّعلی آل محمد کما صلّیت علی ابراھیم انک حمید مجید۔ الخ۔

کارِ جہاں بے ثبات

شیخ سعدیؒ کا سلطنت عباسیہ اور خلیفہ مستعصم باللہ کے زوال پر مرثیہ جس کا مطلع ہے ؎

آسماں را حق بود گر خوں بیارد بر زمیں
بر زوالِ ملک مستعصم امیر المومنین

مسلمانوں کی فردوس گم گشتہ اندلس کے زوال پر کردعلی کی کتاب

[۱] الحشر۔ ۵۹ [۲] المؤمنین۔ ۷

www.abulhasanalinadwi.org

"حاضرُ الاندلس وغابرها" میر و میر قاضی ولی محمد خاں کا "سفرنامۂ اندلس" اقبالؒ کی نظم مسجد قرطبہ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

سلسلۂ روز و شب نقشِ گرِ حادثات — سلسلۂ روز و شب اصلِ حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ — جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز و شب ساز ازل کی فغاں — جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ مجھ کو پرکھتا ہے یہ — سلسلۂ روز و شب صیرفیِ کائنات
تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا — ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات
آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر — کارِ جہاں بے ثبات کارِ جہاں بے ثبات

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نو، منزلِ آخر فنا"

ان میں کچھ ایسی تاثیر ہے کہ آج بھی اسے پڑھتے ہوئے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، ناشاد، شادی آباد یعنی مانڈو کے ماحول سے ہر شخص متأثر تھا، جہاں زمانہ کی بے ثباتی، حکومتوں کے ادبار اور شان و شوکت کے زوال کی داستانیں چپہ چپہ پر ثبت ہیں، غم و یاس کی اس کیفیت و فضا میں حضرت مولانا کے سوز گداز میں ڈوبے ہوئے کلمات نے لوگوں کو اشکبار کر دیا، یہ تقریر نہ تھی بلکہ شادی آباد کے زوال کا مرثیہ تھا، مولانا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور مجمع نے بھیگی پلکوں اور گلوگیر آواز میں آمین کہا، حضرت مولانا کی ہدایت پر ساتھیوں نے سورۂ یٰسین پڑھ کر اس شہر خموشاں کے متوفین کو ایصال ثواب کیا۔

اب تاریخی آثار دیکھنے کا پروگرام تھا، ہم کار میں بیٹھے، حضرت مولانا بلند آواز سے سورۂ یٰسین تلاوت فرما رہے تھے، میں نے ٹیپ ریکارڈ میں اسے محفوظ کر لیا،

www.abulhasanalinadwi.org

اب جب بھی اسے سنتا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا شادی آباد کے آسودانِ خاک کی روحیں اس تحفہ پر مسرور و ممنون ہوں۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است

شہر شادی آباد مانڈو، کوہ بندھیاچل کے پہاڑی سلسلہ کی دو ہزار فٹ بلندی پر اس طرح واقع ہے جیسے زرق برق ملکہ نے مرصع تاج پہن رکھا ہو، اس گھاٹی کے وادی نما علاقے میں وسیع و عریض کشادہ میدان پھیلے ہوئے ہیں جن سے یہ مقام بہت پُر فضا بن گیا ہے، سبز پوشاک پہنے ہوئے مانڈو میں اُبلتے چشمے، شور مچاتے آبشار اور جھرنے، ہزاروں فٹ نشیب میں دور دور تک بکھرے ہوئے سبزہ زار، ہرے بھرے مخمل جیسی گھاس کے میدان، بل کھاتی ہوئی جھیلیں اور جھرنے، سیاحوں کو دعوت نظارہ دیتے ہیں۔

۱۳۰۴ء میں خلجیوں نے مانڈو کو تسخیر کر کے سلطنتِ دہلی میں شامل کیا، ۱۴۰۱ء میں اس صوبہ کے گورنر دلاور خاں نے دہلی سے آزاد مملکت بنائی، ۱۴۰۱ء سے ۱۵۲۶ء تک پہلے غوریوں اور پھر خلجیوں نے مالوہ پر حکمرانی کی اور پایۂ تخت مانڈو ہی رکھا، ان حکمرانوں کے دور میں مانڈو نے خاصی ترقی کی انھوں نے یہاں اپنی فتح و کامرانی پر ایک عظیم سات منزلہ "منارۂ فتح" (TOWER OF VICTORY) بنایا، سنگ مرمر سے اشرفی محل، عظیم جامع مسجد، ہوشنگ شاہ کا مقبرہ اور شاندار جہاز محل تعمیر کئے۔

قلعہ مانڈو کے بارہ دروازے ہیں، ایک کا نام گاؤڑی دروازہ ہے، اس کے پاس ایک مسجد ہے، اس پر ایک عبارت کندہ ہے لیکن عبارت کا پتھر جا بجا سے

www.abulhasanalinadwi.org

ٹوٹ گیا ہے، اس لئے پوری عبارت پڑھنا مشکل ہے، دوسرے دروازے کا نام دہلی دروازہ ہے، اس کے سامنے شاہانِ غوری اور خلجی کے محلات ایک میل تک چلے گئے ہیں، ان میں سے اکثر شکستہ اور بعض بعض گر کر پتھر، چونے کا ڈھیر ہو گئے ہیں، ایک پختہ تالاب پر عالیشان عمارت جہاز کی شکل کی بنی ہے، یہ جہاز محل ہے، یہ ۳۶۰ فٹ لمبا، ۵۰ فٹ چوڑا ۳۳ فٹ اونچا ہے، یہ محل کپور تالاب اور مینج تالاب کے دو آبے پر واقع ہے، اس کو SHIP PALACE بھی کہتے ہیں، یہ پُر فضا، پُر رونق اور صناعی کا اعلیٰ نمونہ ہے، وسیع و عریض نین کشادہ ہال ہیں، درمیانی شہ نشین کی چھت پر آسمانی اور زرد قلم کاری اور پچی کاری کے کام ہیں، اس کے جنوب میں خوبصورت وضع کا غسل خانہ ہے، اسی کے قریب ایک ۷ منزلہ محل ہے، اس سے متصل ہنڈولا محل موٹی چوڑی دیواروں پر مشتمل ہے، جو ۷۷ ڈگری زاویہ پر مخروطی تعمیر کی گئی ہیں، اس کی ترچھی جھکی ہوئی دیواروں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے جھول رہی ہوں، اس کی تعمیر انگریزی حرف (T) کی وضع پر ہے، اوپر کی بناوٹ ۱۰۰ فٹ طویل، ۶۰ فٹ چوڑے اور ۳۵ فٹ اونچے ہال پر ہے، اس محل میں بادشاہ کی آمد کے لئے خفیہ راستے تھے، شاید یہاں دربار منعقد ہوتا ہو، اس کا بیرونی منظر نہایت سادہ لیکن پُر شکوہ ہے۔

اس کے قریب اصطبل کی پختہ وسیع عمارت ہے جس میں سیکڑوں گھوڑوں کے تھان ہیں، اس کے بعد ایک باغ اور جھروکہ محل ہے جو اب منہدم ہے، اس کے آگے چینی مسجد تھی جس میں چینی کا روغن کیا ہوا تھا، وہ بھی منہدم پڑی ہے، اس کے آگے بادل محل اور نقار خانہ تھا، شاہی کارخانے کے سیکڑوں مکانات تھے، وہ اب "خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا"[1] پڑے ہیں، اس کے آگے تالاب اور چار محل کی عمارت تھی اور مکی محل بنا ہوا تھا جس میں مکہ معظمہ کے مسافر اترتے تھے۔

[1] البقرہ - ۲۵۹، الکہف - ۴۲، الحج - ۴۵

www.abulhasanalinadwi.org

مینج تالاب کے جنوب، محلات کے کھنڈر میں چمپا باؤلی ہے، جہاں کا پانی گل چمپا سے مشابہت رکھتا تھا، باؤلی کے ساتھ پُر پیچ زمین دوز راستے تھے، جو مخصوص پوشیدہ، خلوت گاہوں میں نکلتے تھے، جھیل اور کنوئیں کی ٹھنڈی ہوا سے یہ کمرے ہر وقت اس وقت اس درجہ ٹھنڈے رہتے تھے کہ گرمی اور تمازت کی ٹھنڈک بھی ان پر اثر نہ کر پاتی ہوگی، کنوئیں سے متصل ٹھنڈے اور گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حمام تھے، اس محل سے قریب ہی دلاور خاں کی مسجد ہے جو ۱۴۰۵ء میں تعمیر ہوئی تھی، اس کے بام و در آج اذان سے محروم اور نمازیوں کے نہ ہونے پر مرثیہ خواں ہیں، یہ مسجد مانڈو کی قدیم ترین تعمیرات میں سے ایک ہے، جو خاص طور پر شاہی خاندان کے افراد کے ادائیگیٔ فرض کے لئے بنوائی گئی تھی۔

بے کسی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق

مانڈو کی سب سے شاندار عمارت جامع مسجد ہے، جو دمشق کی جامع اموی کا چربہ معلوم ہوتی ہے، یہ افغان طرز تعمیر کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے، اس کی تعمیر ۱۴۵۴ء میں ہوئی، مسجد ۲۸۸ مربع فٹ وسیع و عریض ہے، جس کے مشرق میں باب الداخلہ ہے، جس پر خوش نما گنبد ہے، داخلہ پر زینے بنے ہوئے ہیں، سنگ مرمر سے تراشا ہوا دروازے کا چوکھٹ نہایت ہی خوشنما اور اس پر کی گئی نقاشی قابلِ دید ہے، دروازۂ مسجد پر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں ؎

مسجد عالی بنائے معبد گردوں مقام — ہست ہر کس طیش ہمسر بیت الحرام
از دو تعظیم قدوس چوں کبوتر در حرم — قدسیاں اندر طواف او بعز و احترام
بانیٔ ایں بیت اقدس خسرو غوری ہوشنگ — ثانیٔ محمود و مسعود و شہاب الدین سام
ز اقتضائے حادثات و ہم ز اوضاع فلک — چوں بر آمد آفتاب عمر او بالائے بام

www.abulhasanalinadwi.org

گفت با محمود خلجی نور عینین منیت — از رہ روشن دل آں شاہ دار احتشام
در ترقی ہائے عمرانات و دفع دشمناں — می کنم بر تو وصیت من بجہد و اہتمام
ہم برائے اتمام مسجد جامع کہ من — طرح آں افگندہ ام چوں مسجد والائے شام
صورت الطاف حق سلطان علماء الدین کہ ہست — مظہر انوار دیں مرآت حاجات انام
کرد از تاریخ سال ہشت صد و پنجاہ و ہشت — ہم بحکم ایں وصیت ایں عمارت را تمام

دروازے سے گذر کر اندرونی ہال میں جو پردہ کی جالیاں ہیں وہ خوش رنگ حاشیہ دار استرکاری کی ہوئی ہیں، چھت پر حملہ اکسٹھ گنبد ہیں، جن میں سے تین بہت بڑے سائز کے ہیں، مغرب میں ایک بڑی کمان میں محراب و طاق ہیں، طاق کی بناوٹ اور استرکاری میں سنگ سیاہ استعمال کیا گیا ہے، یہ غالباً مسجد کا زنانہ حصہ ہے، اب اس حصہ میں چمگادڑوں اور کبوتروں کا مسکن ہے، ان کی ہزاروں آوازوں کی بازگشت صحن مسجد میں ایسی معلوم ہوتی ہے، جیسے کسی کارخانے کی مشینیں مسلسل چل رہی ہوں، مسجد میں ۲۳ منار، ۳۶ محرابیں ہیں۔

حضرت مولانا نے اور اکثر ساتھیوں نے اس ویران مگر عالیشان مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی، مسجد کے بانیوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس مسجد کی آبادی اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بازیابی کی اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی۔

مسجد کے روبرو اشرفی محل کے کھنڈرات ہیں، جو کبھی عالیشان مدرسہ تھا، مولانا ابوالبرکات صاحب کی دوربین سے مسجد کے مصلے پر سے یہ عمارت صاف نظر آتی تھی، حسرت کے عالم میں مسجد سے باہر نکلے، حضرت مولانا کے زبان پر غالب کا یہ شعر تھا ؎

بے کسی ہائے تمنا کہ عبرت ہے نہ ذوق
بے بسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

www.abulhasanalinadwi.org

جامع مسجد کے دروازے پر کچھ آبادی ہے، پاریکھ صاحب نے اور میں نے یہاں مانڈو کی مشہور املی خریدی، اس املی کی جسامت آم سے بڑی، چھوٹے پپیتے کے مشابہ ہوتی ہے خول سخت ہوتا ہے اور اندر آخروٹ کی طرح مغز جس میں کھٹاس ہوتی ہے، جامع مسجد سے متصل شاہ عبداللہ شطّارؒ کا مزار ہے، یہ بزرگ غیاث الدین شاہ کے عہد میں خراسان سے مانڈو تشریف لائے تھے، بہت سی قبریں اس مزار کے گرد احاطہ میں ہیں، قبرستان کے قریب ایک بڑا محل بنا ہے، محل کے رُوبرو خانۂ باغ تھا جو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا ہے، اس کے قریب اشرفی محل کے کھنڈرات درسِ عبرت بنے ہوئے ہیں، اس محل میں کبھی لاکھوں طلائی اشرفیاں جڑی ہوئی تھیں، ۶۰ سال سے زائد عرصہ گذرا کہ ایک شخص کو یہاں ایک اشرفی ملی اس نے آنند راؤ راجۂ دھار کے نذر کی، ۳۰ ماشہ وزن تھا، کلمۂ طیبہ اس پر نقش تھا، اب اس مکان کا نہ در ہے نہ دیوار، پتھر چونے کا بڑا انبار ہے، یہ پہلے درسگاہ تھی، بعد میں اسے اس کے بانی محمود شاہ (۱۴۳۶ء تا ۱۴۳۹ء) کے مقبرہ میں تبدیل کر دیا گیا، سنگ مرمر کے زرد تراشے ہوئے چبوترے پر محمود شاہ کا مزار ہے، دیواروں کی زیبائش میں سیاہ، سفید، زرد رنگ کے سنگ مرمر استعمال ہوئے ہیں، ایک منارۂ فتح بھی اس درسگاہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے، جو چتوڑ کے رانا کو شکست دے کر بطور یادگار بنوایا گیا ہے، یہ سات منزلہ سڈول منارہ شاید ۱۵۰ فٹ بلند تھا، یہ تینوں عمارتیں اگرچہ جلد ہی منہدم ہو گئیں لیکن اس کا ملبہ اور کھنڈرات آج بھی جاذبِ نظر اور دیدہ زیب ہیں۔

جامع مسجد کے پیچھے ہوشنگ شاہ کا مقبرہ ہے، اس مقبرہ کی بنیاد خود ہوشنگ شاہ

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۴۰۵ء تا ۱۴۳۴ء) نے رکھی، اس کی تکمیل اس کے جانشین محمود خلجی نے ۸۴۳ھ میں زر کثیر صرف کرکے کی، یہ اب تک قائم ہے، اس مقبرہ کی کرسی بہت بلند، ہشت پہلو سنگ مرمر کی ہے اور دروازے کا احاطہ سنگ سُرخ کا ہے، مقبرہ کے احاطہ میں بیسیوں قبریں سنگ ماش کی بنی ہوئی ہیں، متعدد حجرے ہیں گنبد کے لداؤ اور دیواروں میں ریاضی کے اصول پر ایسے سوراخ رکھے گئے ہیں کہ ان میں ہوا نفوذ کرتی اور منجمد ہو کر پانی کے قطرے گنبد سے ٹپکتے تھے، عوام اس کو ہوشنگ شاہ کی کرامت تصور کرتے ہیں، مقبرہ کے مغرب میں ایک بڑا لنگر خانہ بنا ہوا ہے، جہاں ہزاروں فقراء اور محتاجوں کو کھانا ملا کرتا تھا، مقبرہ ہوشنگ شاہ کے طرز تعمیر سے متاثر ہو کر شہنشاہ شاہجہاں نے تاج محل کی تعمیر سے قبل ماہرین تعمیرات اور معماروں کی ایک جماعت کو آگرہ سے مطالعہ اور مشاہدہ کی غرض سے یہاں روانہ کیا تھا۔

یہاں غنچہ وہاں گُل تھا

ایک تاریخی آثار، اس کی ویرانی یا کھنڈر دیکھ کر ہمارا قافلہ دوسرے تاریخی مقام کی طرف بڑھتا، دریابانی وقفہ میں حضرت مدظلہ کوئی حسب حال شعر، جملہ یا آیت پڑھتے، ایک موقع پر یہ اشعار پڑھے تو سناٹا چھا گیا، تفریحی فضا پر سنجیدگی طاری ہو گئی اطراف کا ماحول درس عبرت بن گیا ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں اک شور تھا غل تھا

www.abulhasanalinadwi.org

کھلی جب آنکھ نرگس کی، نہ تھا جز خاک کچھ باقی
بتاتا یا عیاں رو رو، یہاں غنچہ وہاں گل تھا

"بتاتا یا عیاں" پر حضرت نے ہمارے گائڈ جناب قاضی عبدالقدوس صاحب کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا ۔ حضرت مولانا جب یہ اشعار پڑھ رہے تھے تو میں ٹیپ ریکارڈ آن کرکے انھیں ٹیپ کرلیا تھا، حضرت کی نگاہ پڑی تو فرمایا کہ میں نے "بتاتا یا عیاں" کہہ کر قاضی عبدالقدوس صاحب کی طرف اشارہ کیا تھا ٹیپ ریکارڈ اسے کیسے محفوظ کرے گا، اس پر قاضی عبدالحمید صاحب نے کہا "حضرت ہوسکتا ہے، آئندہ ایسے ٹیپ ریکارڈ بھی ایجاد ہوں جن میں یہ بھی محفوظ ہوجائے"۔

قاضی عبدالقدوس صاحب اس دیار کی تاریخی معلومات کے چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا ہیں، وہ جس تفصیل اور جزئیات کے ساتھ ایک ایک چیز کا تعارف کراتے تھے، اس کو دیکھتے ہوئے حضرت نے ۔ ع

بتاتا یا عیاں رو رو، یہاں غنچہ وہاں گل تھا

کہہ کر قاضی عبدالقدوس صاحب کی پوری تصویر کشی فرمائی۔

جامع مسجد اور احاطہ مقبرہ سے ملحق تر تو لیا تھا، جو گر گیا ہے، مگر دروازوں کے نشانات باقی ہیں، اس کے آگے ساغر تالاب ہے، جس کو اب ساگر تال کہتے ہیں، اس کے آگے بازار اور میلوں تک شہر آباد تھا، جامع مسجد کے جنوب کی طرف جو شہر تھا، وہ بالکل ویران ہے، صرف دریا خاں کا مقبرہ اور چند تالاب ہیں، تالاب کا نام موتی چور، رنگ راتا تالاب ہیں، اس تالاب پر اکبر خاں کا مقبرہ ہے، اس کے ستون ہاتھی کے پاؤں کی شکل کے ہیں، اس سے آگے دریا خاں کی بیگم کا مقبرہ ہے، پھر معافی خاں کا مقبرہ ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

پھر مسجد و باولی خلیلی خاں کا مقبرہ، اعظم ہمایوں کا مقبرہ اس کے بعد لالہ باغ تھا جس کی پختہ روشوں کا کہیں کہیں نشان باقی ہے، اس کے بعد دور تک عمارتوں کے نشانات پائے جاتے ہیں، اس کے بعد ایک عالیشان مسجد ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

بقالِ خوب و وقتِ سعد و فرخ سال و مہ انور — چہارم ماہ شہر اللہ روز جمعہ سعد اکبر
ببین سی پنج و ہشت صد سال از ہمیں ہجرت — شمردہ بود او زیں ماہ در حکم عرب یکسر
کہ شد دیں مسجد اسلام را بنیاد در عالم — کہ سقف و گنبد او سود سر بالا کند اختر
بنائے مسجدِ عالی مغیث الدین و الدنیا — الغ اعظم ہمایوں خاں ہفت اقلیم و نہ کشور
زدستِ ہمت او شد مرتب ایں چنیں مسجد — کہ کس دارالامان خواند کسے کعبہ کند باور
مرتب شد بہ سلخ ماہ شوال ایں بنائے خیر و یا برکت — کہ باد ایں خیر اندر زمانۂ اعمالِ خاں مضمر
مزین کرد شانِ خطۂ محمود شہر و الا — بود ایں بر زمین کو تا ماند بہ چرخ اختر

اس مسجد سے متصل ایک پختہ سرائے ہے، اور مغربی جانب ساگر تال اور دو مقبرے ہیں، داہنی طرف ایک وسیع امام باڑہ تھا، جو اب منہدم ہو گیا ہے، صرف ایک الان سبیل خانہ کا باقی ہے، اس پر کندہ ہے "دم آب بخور بیاد حسین" یہاں سے کچھ فاصلہ پر پہاڑ کے نشیب میں پتھر کا ایک مکان ہے، اس میں جا بجا پانی چھڑتا ہے اور حوضوں میں پہونچتا ہے، یہ مکان دلچسپ اور پُر فضا ہے، اس پر یہ بیت کندہ ہے ؎

تواں کردن تمامی عمر را مصروف آب و گل
کہ شاید یک دمے صاحبدلے ایں جا کند منزل

اس بیت کے نیچے مظفر خاں ۹۸۲ھ کندہ ہے، بقول قاضی عبد القدوس صاحب یہ شاہ بوانچ خاں کا محل ہے، اسے نیل کنٹھ بھی کہا جاتا ہے، اسے بعض سادھوؤں نے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنا مسکن اور ہندوؤں نے پوتر استھان بنا لیا ہے، یہاں مورتی اور چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں، ہندو سیاح بڑی عقیدت سے یہاں آتے ہیں، اس عمارت کے ایک پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے :-

"جلوس ۴۴ سنہ موافق ۱۰۰۸ھ اعلیٰ حضرت جہاں پناہ فلک بارگاہ ظل اللہ اکبر شاہ متوجہ فتح دکن بودند اینجا عبور افتادند"

دوسری جانب یہ اشعار کندہ ہیں ؎

تا کے گوئی بچرخ شد خانۂ ما — خندند بما دیر دل دیوانۂ ما
ز افسانہ دیگراں بیا عبرت گیر — زاں پیش کہ بشنوند افسانۂ ما
دیدم چندے نشستہ در وقت پگاہ — بر کنگرۂ مقبرۂ نوشیران شاہ
فریاد کناں زادمی عبرت می گفت — کو آں حشمت و منال و آہ جاہ

اس مقام تک پہونچنے کے لئے کئی بڑی بڑی سیڑھیاں اترنا پڑا، مولوی مشتاق علی ندوی نے (جو آج کل کامیاب ڈاکٹر ہو گئے ہیں) یہاں تک رہنمائی کی، واپسی میں زینہ چڑھنے کا مرحلہ سخت تھا، مسلسل چلتے چلتے، کھلی فضا اور شفاف وہاضم پانی نے بھوک کو چمکا دیا تھا لیکن جب اپنے بزرگوں حضرت مولانا مدظلہ اور مولانا معین اللہ صاحب ندوی وغیرہ کو یہ مرحلہ طے کرتے دیکھا تو اپنی کمزوری اور سہل پسندی پر ندامت ہوئی، اس کے نیچے پہاڑ کے غار میں بیرم دیو کی سرائے، شیریں بیگم دختر سلطان محمود خلجی ثانی کا سنگ مرمر کا مقبرہ ایک مسجد اور ایک چھوٹا سا قلعہ بنا ہوا ہے، اس کے اندر دو حوض اور ایک تالاب، دو بڑے حمام ہیں، وقت زیادہ ہو گیا تھا، اس لئے نیچے جانا نہیں ہوا، پہاڑ کی ترائی میں اترنے کے لئے .. سنگین زینے بنے ہوئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

محل ہفت منزلہ جس کی تعریف جہانگیر نے اپنی تزک میں لکھی ہے اب مٹی کا ڈھیر ہے اس کے قریب سلطان محمود خلجی کا دارالشفا ہے جس کو اُس نے ۸۴۹ھ میں تعمیر کرایا تھا، اس شفاخانہ میں ہزاروں مریض زیر علاج رہتے تھے حکیم الحکماء فضل اللہ اس دواخانہ کے مہتمم تھے، قلعہ کے آخری سرے پر سلطان ناصرالدین مانڈوی باقی عمارت کالیہ دیہہ اُجین کا محل ہے، یہ محل اب منہدم ہے ایک حوض جس کو ریوا کنڈ کہتے ہیں باقی ہے، محل کے بڑے دروازے پر ایک کتبہ تھا، اس کا پتھر ٹوٹ گیا ہے آخری سطر باقی ہے، جس پر السلطان العادل الاعظم الخاقان العالم ناصرالدین شاہ ۹۱۴ھ کندہ ہے اور بہت سے محلات کھنڈر پڑے ہیں۔

ریوا کنڈ کے کنارے بازبہادر کا قصر شاہی ہے جس کے چاروں طرف خوشنما صحن اور بیچوں بیچ خوبصورت حوض ہے جنوب میں پہاڑ کی چوٹی پر بازبہادر کی ملکہ روپ متی کا طاؤس تخت ہے کہا جاتا ہے کہ یہ خاتون یہاں سے دریائے نربدا کے درشن کرتی تھی، مالوہ کے دیہاتیوں کی مدھر تانوں اور محبت سے بھرے رسیلے نغموں میں آج بھی بازبہادر زندہ ہے، یہ مانڈو کا آخری خود مختار حکمراں ثابت ہوا، اس نے بڑے ہی منچلے پن سے عنانِ حکومت سنبھالی، رانی روپ متی سے اس کا معاشقہ افسانوی رنگ اختیار کر گیا، ۱۵۶۱ء میں اکبر کے ایک سپہ سالار نے اسے شکست دیکر مانڈو پر قبضہ کر لیا۔

واپسی میں ہماری کار میں نقطۂ صدائے بازگشت (ECHO POINT) پر رُکیں اس مخصوص جگہ کھڑے رہ کر صدا لگانے سے بازگشت سنائی دیتی ہے اللہ اکبر اور مختلف نام لے کر ہر ایک باری باری پکارتا رہا اور بازگشت صاف سنائی دیتی رہی اس موقع پر عبدالکریم صاحب پارکیہ کو حسب حال، حسب موقع ایک آیت سوجھی انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بلند آواز سے "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران ۔ ۲۶)

(کہو! خدایا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے جسے چاہے عزّت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے بھلائی تیرے اختیار میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)

ایک ایک لفظ وہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے رہے اور پورے ماحول میں کلامِ الٰہی کی یہ گونج پھیل گئی، حضرت مولانا نے پاریکھ صاحب کے اس انتخاب کی داد دی ہم سب نے حضرت سے اسی آیت کو پڑھنے کی درخواست کی، حضرت نے اسے بلند آواز سے پڑھا، بازگشت سنائی دیتی رہتی، راقم سطور کو ٹیپ ریکارڈ کے استعمال کا ایک نادر موقع مل گیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و کارسازی کا مشاہدہ ہم کھلی آنکھوں کر رہے تھے آیت "تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ" شادی آباد مانڈو میں کسی تفسیر و تشریح اور دلیل و ثبوت کی محتاج نہیں تھی، تاریخ کی ورق گردانی کیجئے تو ؎

کجا نید شاہانِ جم اقتدار — زہوشنگ و جم تا باسفندیار
فریدوں و کیخسرو و جام کو — کجا رفت شاپور و بہرام کو
ہمہ خاک دارند بالیں و خشت — خنک آنکہ جز نام نیکی نہ کشت
دارا رہا نہ جم، نہ سکندر سا بادشاہ — تخت زمیں پہ سیکڑوں آئے چلے گئے

اندرا گاندھی اور ذوالفقار علی بھٹو کا زوال تو ایسا تازہ ہے کہ یہ ابھی تاریخ کا حصّہ بھی نہیں بنے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سلاطین مالوہ کے علمی و تمدنی کارنامے

۸۰۴ھ میں سلاطینِ دہلی کی اطاعت سے آزاد ہو کر ۹۷۹ھ تک ان گیارہ سلاطین نے اس مملکت پر حکومت کی، دلاور خاں غوری، ہوشنگ بن دلاور خاں، محمد شاہ غوری، سلطان محمود خلجی، سلطان غیاث الدین، سلطان ناصر الدین، سلطان محمود ثانی، قادر شاہ، شجاعت خاں، بازبہادر۔ ان میں ہوشنگ شاہ، سلطان محمود خلجی اور اس کا بیٹا سلطان غیاث الدین خلجی کا دورِ حکومت سیاسی، تمدنی، علمی ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔

ہوشنگ شاہ باحوصلہ، جوانمرد، ہوشمند، فاتح سلطان گذرا، مہماتِ ملکی کی طرف بھی اس کی خاص توجہ رہی اور تعمیرات کا بھی شوق رہا، ۳۰ سال سلطنت کر کے ۸۳۸ھ میں دنیا سے رخصت ہوا "آہ ہوشنگ شاہ نماند" مادہ تاریخِ وفات ہے، مدھیہ پردیش کا ضلع ہوشنگ آباد اسی سلطان کا آباد کیا ہوا ہے۔

سلطان محمود خلجی نے (۸۳۹ھ۔۸۷۳ھ) غوری سلطنت کا خاتمہ کر کے خلجی سلطنت کی بنیاد ڈالی، فرزانگی، تدبر، شجاعت، سیاست، فتوحات، شان و شوکت، عدل و سخاوت میں اس کو نہ صرف مالوہ بلکہ ہندوستان کے دیگر معاصر بادشاہوں پر امتیاز و تفوق حاصل تھا، عیش و عشرت کا اس کی زندگی میں گذر نہیں تھا، اس کی زندگی جہاد تھی اور مشغلہ فتوحات، چنگ و رباب کی جگہ جنگی نقارے اور جیتوں کی بجائے عروسِ تیغ اس کی رفیق و ہمدم تھی، علوم و فنون کا عاشق، بزم عدالت کا نوشیرواں، فیاضی میں ابرِ گہربار، سینہ میں اسلامی درد، دل میں کمزوروں اور مظلوموں کی محبت۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعمیرات سے بھی اسے خاص دلچسپی تھی، روضۂ ہوشنگ شاہ، جامع مسجد، مدارس، شفاخانے، مہمان سرائے، شاہی ایوانات وغیرہ اس کے دور میں تعمیر ہوئے، اس نے ۵۴½ گز بلند جو ہفت منار تعمیر کروایا تھا، اسے دیکھ کر شہنشاہ نورالدین جہانگیر جیسا نقاد حیرت زدہ رہا۔

یہ بادشاہ علماء و اہلِ کمال کا پرستار اور طلبۂ علوم کا سرپرست تھا، اپنے حدودِ سلطنت میں اس نے بکثرت مکاتب و مدارس قائم کئے، علماء اور اہلِ کمال سلطانی قدردانی کی کشش سے دارالسلطنت مانڈو میں اس کثرت سے جمع تھے کہ اس وقت مانڈو شیراز ثانی کہلاتا تھا، فرشتہ لکھتا ہے:۔

"چوں سلطنت او قرار گرفت در تربیتِ علماء و فضلاء کوشید و مدارس ساختہ از اطراف عالم فرستاد و متحدان را طلب داشت و بایجملہ بلاد مالوہ یونان ثانی گشت"

ہندوستان سے باہر بھی سلطان محمود کے کارناموں کی جھلک پہنچی شاہ بخارا نے سفیر بھیج کر اور خلیفہ مستنجد باللہ نے مصر سے خلعت اور منشورِ خلافت بھیج کر محافظ المسلمین کا خطاب دیا۔

فرشتہ کی رائے میں "مالوہ ادبی نفاست میں شیراز و سمرقند سے مقابلہ کرتا تھا"۔

سلطان محمود خلجی کی دریادلی اور علم دوستی سے ایک عظیم الشان مدرسہ جامع مسجد مانڈو کے سامنے قائم ہوا تھا، اس درسگاہ میں تعلیم کے لئے علماء اور محدثین ملک کے مختلف حصوں اور مکۂ معظمہ سے بلائے گئے، ان محدثین میں شیخ عبدالرحمن الخوامی کے دو شاگرد مانڈو آئے تھے، ایک حضرت ابوالفتح بن رضی المکی تھے، ان کا قیام تیرہ سال تک مانڈو میں رہا اور وہ درسِ حدیث دیتے رہے، مانڈو سے واپسی کے بعد ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء میں مکۂ معظمہ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ دوسرے محدث شیخ احمد بن صالح تھے، جن کے والد مکۂ معظمہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

باشندے تھے، اور ہجرت کرکے ہندوستان آگئے تھے، شیخ احمد بن صالح کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی تھی، مگر تعلیم مکۂ معظمہ میں ہوئی تھی، الخواصی کے شاگرد تھے، شیخ احمد بن صالح سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد میں مانڈو تشریف لائے تھے۔

سلطان محمود کا جانشین سلطان غیاث الدین ایک علم دوست اور خدا ترس بادشاہ تھا، اس بادشاہ کی ایک علمی خدمت اس کو تمام پیشرو اور معاصر بادشاہوں میں ممتاز کرتی ہے، علامہ شبلی نعمانی "اعلام وشفاء الغرام" تاریخ مکہ کے حوالے سے اپنے مقالے "مدرسے اور دارالعلوم" میں لکھتے ہیں:۔

"اس عہد میں یہ واقعہ ایک عجیب یادگار ہے کہ ہندوستان کے حکمرانوں میں سے بھی ایک بلند حوصلہ بادشاہ سلطان غیاث الدین نے مکۂ معظمہ میں مدرسہ قائم کرنے کے لئے شریف مکہ کے پاس زرِ خطیر روانہ کیا، ہندوستان کا یہ پہلا بادشاہ ہے جس کے نام سے ایک مدرسہ مکہ میں منسوب کیا گیا ہے، بارہ ہزار مثقال کی زمین خریدی گئی، اور مدرسے کے متعلق بہت سے ایوانات و مکانات تیار ہوئے، ۱۷ محرم ۸۱۴ھ میں بڑی شان و شوکت سے یہ کھولا گیا، ۶۰ طالب علم اسی وقت مدرسہ میں داخل ہوئے، اور سب کے لئے وظیفہ مقرر ہوا، چاروں مذاہب کے مدرس اس میں مقرر ہوئے تھے، اور ہر ایک کا الگ الگ وقت مقرر تھا۔"[1]

سلطان غیاث الدین نے اور چار مدرسے قائم کئے، اس نے تعلیم نسواں کی طرف بھی توجہ دی حرم کی خواتین کو تعلیم دینے کے لئے قابل استانیاں مقرر کی گئیں، اس کے حرم میں ۷ خواتین حافظ قرآن تھیں۔

اسی بادشاہ نے مانڈو کا نام تبدیل کرکے شادی آباد رکھا۔

سلاطین مالوہ کی علم پروری کے زیر سایہ یہ شہر علم کا مرکز بن گیا اس کی خاک سے

[1] مقالاتِ شبلی جلد سوم۔ طبع دوم ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

متعدد اساطینِ علم اٹھے، خاقانی کا مشہور شارح محمد داؤد علی شادی آبادی اسی خاک سے پیدا ہوا، دارالحدیث شادی آباد نے دو نامور محدثین پیدا کئے، ایک شیخ المحدثین شیخ سعد اللہ المنڈوی (مورثِ اعلیٰ مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء) اور دوسرے مولانا علیم الدین المنڈوی۔

شادی آباد مانڈو میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ معاصر محمود شاہی۔ از علی بن محمود الکرمانی "شہاب حکیم"۔

۲۔ تاریخ ناصر شاہی۔

۳۔ مکتوب اشرفی۔ از سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

۴۔ لطائف غیبیہ۔ از شیخ عبداللہ شاہ شطاریؒ۔

۵۔ فصوص الحکم۔ از مولانا علیم الدین شریف۔

۶۔ شرح دیوان انوری۔

۷۔ شرح دیوان خاقانی۔ از محمد بن داؤد علوی شادی آبادی۔

۸۔ نعمت نامہ، دربار ناصر شاہی۔

۹۔ گلزار ابرار۔ از غوثی گوالیاری۔

ابھی دیکھنے کے لئے بہت کچھ باقی تھا لیکن عصر بعد ہمیں دیپالپور کے لئے روانہ ہونا تھا، تین بج چکے تھے، ابھی تک دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا، ہم ریسٹ ہاؤس واپس ہوئے، منیر الدین صاحب اور سبحان صاحب نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا، بہت بڑی جماعت کھانے پر تھی، مانڈو کی آب و ہوا اور بھوک کی شدت میں کھانا بہت لذیذ معلوم ہوا، ویسے بھی اس میں بہت تنوع اور اہتمام تھا، کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کیا، عصر کی نماز

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھی گئی، اور مانڈو پر حسرت بھری الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے ہمارا قافلہ دیپالپور روانہ ہوگیا۔

شادی آباد مانڈو کے کھنڈر آج بھی زبان حال سے اپنے عہد ماضی کے قصے سنا رہے ہیں، مانڈو حادثاتِ زمانہ سے آج خاک کا ڈھیر ہے اور اس کے اولوالعزم سلاطین اس عبرتناک منظر کے نیچے شبِ مالوہ کی خنکی کے اثرات سے میٹھی نیند سو رہے ہیں لیکن اُن کے مٹے ہوئے نقش و نگار فخریہ لہجے میں شاید یہ کہتے ہوں ؎

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز
عشق اندر پسِ من فاتحہ خوانم باقیست

مانڈو سے دیپالپور

مانڈو سے دھار ہوتے ہوئے دیپالپور تقریباً ۴۵ میل ہے دھار سے کچھ پہلے مانڈو سے براہ راست دیپالپور جانے والی سڑک ہماری کار دیپالپور پہونچی، قاضی عبدالحمید صاحب کی کار جس میں مولوی عبداللہ حسنی ندوی، مولوی ہارون ندوی، بھائی عبدالرزاق صاحب اور دوسرے حضرات تھے، دھار رُک کر دیپالپور آئی، اس کے پہونچنے میں تاخیر ہوئی تو سب کو تشویش ہوئی، مغرب کی نماز لبِ سڑک ایک کھلے کھیت میں پڑھی گئی، دیپالپور پہونچے عشاء کا وقت ہوچکا تھا، مولانا ابوالبرکات صاحب اور قاضی عبدالقدوس صاحب کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے مکان پر کچھ دیر ٹھہر کر اور رات کا کھانا کھا کر قاضی محمد امین صاحب کے مکان منتقل ہوئے، رات وہیں قیام رہا، دیپالپور میں ایک شب قیام تھا، صبح اندور واپسی تھی۔

شب میں قصبے کے بھرے بازار میں جلسہ ہوا، حضرت مولانا اپنی طبیعت

www.abulhasanalinadwi.org

کی ناسازی مسلسل سفر کی تکان کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہیں ہوسکے ڈاکٹر انتظار حسین قریشی صاحب، عبدالکریم پاریکھ صاحب اور راقم سطور، مولانا ابوالبرکات صاحب، قاضی عبدالمجید صاحب کے ہمراہ ٹھیک وقت پر جلسہ گاہ پہونچے، تلاوت قرآن مجید کے بعد قاضی عبدالقدوس صاحب نے مہمانوں کا تعارف کرایا، مقامی میونسپلٹی کے ایک غیر مسلم چیرمین نے اس علاقے کی عمومی روایت کے مطابق پھولوں کے ہار پہنا کر مہمانوں کا سواگت کیا، مولانا ابوالبرکات صاحب کی افتتاحی تقریر کے بعد راقم سطور کو خطاب کی دعوت دی گئی، جلسۂ عام چوراہے پر تھا، اس میں غیر مسلموں کی بہت بڑی تعداد شریک تھی، جن میں قصبہ کے ممتاز سربرآوردہ لوگوں کے علاوہ حکومت کے اعلیٰ افسران بھی تھے، اندور کے ٹیگور ہال کے جلسہ کی رپورٹ نے ہمارے وفد کا پہلے سے خاصا تعارف کرادیا تھا، اور ہر مقام پر غیر مسلموں کی بڑی تعداد ہمارے پیام کو سننے کے لئے آتی رہی، حضرت مولانا تشریف نہیں رکھتے تھے، راقم سطور نے کھل کر بات کی، ایک گھنٹہ کی تقریر کا مرکزی موضوع ماتونا کا تدریش تھا، بعد میں جناب عبدالکریم صاحب پاریکھ نے مفصل تقریر کی، مجمع سکون و خاموشی کے ساتھ پورا پروگرام سنتا رہا، یہ ہمارے لئے خوش آئند بات تھی، اور حضرت مولانا کی دعا کی برکت، ہم نے یہاں آمد کے بعد محسوس بھی کیا اور کچھ سرگوشیاں بھی سنیں کہ ہمارے پروگرام سے ہر تعمیری کام اور صحیح دینی خدمت کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرکے ثواب کی امید رکھنے والے بریلوی حضرات کو اتفاق نہیں اور وہ لوگوں کو ہمارے جلسے روکنے کی اور اس میں انتشار پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے والے ہیں، جلسہ گاہ میں ابتدا میں گھٹن اور اجنبیت کی فضا رہی، کچھ لوگوں کی سرگرمیاں مشکوک معلوم ہوئیں، لیکن جب تقریریں شروع ہوئیں تو مجمع کی دلچسپی خاص طور پر غیر مسلموں کی پرسکون سماعت کو دیکھ کر انتشار پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے والوں کو مایوسی ہوئی، دیپالپور کے اس جلسے اور ہمارے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے محمد اسحاق صاحب ایڈووکیٹ نے بڑی حکمتِ عملی، ہمدردی اور تعلق کا ثبوت دیا، پارکھ صاحب کی تقریر کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا، جلسہ گاہ میں حضرت مولانا کے تشریف نہ لانے پر معذرت کر کے صبح ۸ بجے ملاقات کے خواہشمند لوگوں کو آنے کی دعوت دی گئی۔

پیامِ محبت و اتفاق

رات گذری صبح کی نماز کے لئے ہم مسجد پہونچے، یہاں اجنبیت سی محسوس ہوئی، امام صاحب بریلوی مکتبِ فکر کے تھے، یہ مسجد غالباً اس قصبہ کی واحد مسجد ہے، اس کا نظم و انتظام قاضی عبد القدوس کے خاندان سے متعلق ہے لیکن اپنی ملازمت اور مشغولیت کی وجہ سے یہ حضرات باہر رہتے ہیں، برادری میں کچھ ناچاقی تھی، اس کا فائدہ بریلوی حضرات نے اٹھایا، مسجد پر ان کا قبضہ ہے، امام صاحب اور ان کے حواریوں میں ہم ناپسندیدہ مہمان تھے، قاضی عبد القدوس صاحب نے اکرامِ ضیف کے جذبہ سے کہا کہ ہم میں سے کوئی عالم نماز پڑھائے، مگر امام صاحب کو یہ گوارا نہیں ہوا، دیپالپور میں باہمی ناچاقی اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو اور دین و علم کے خادموں کو خارج از اسلام اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کا معاذ اللہ دشمن سمجھنے والے گروہ کی شر انگیزی اور افتراق بین المسلمین کی مذموم کوششوں کو دیکھ کر بڑا افسوس ہوا، یہاں مختصر وقت کا بڑا حصہ انقباض اور گھٹن میں گذرا، اس ماحول کی اصلاح صحیح دینی تعلیم اور دعوت دین کے ذریعہ ہی ممکن ہے، حضرت مدظلہ اور مولانا معین اللہ صاحب نے اس پر مقامی لوگوں کو خصوصی توجہ دلائی۔

صبح کی نماز کے بعد تالاب تک چہل قدمی کے لئے جانا ہوا، راستے میں جنیوں کا

www.abulhasanalinadwi.org

ایک مندر تھا جس کا طرز تعمیر اسلامی تھا معلوم ہوا کہ یہ اصلاً مسلم دور حکومت کی کوئی عمارت یا مقبرہ ہے جس میں بعد کے دور میں مندر بنا دیا گیا، واپسی میں قبرستان میں استاذ گرامی مولانا معین اللہ صاحب ندوی کے اعزہ کی قبروں پر فاتحہ پڑھی، ناشتہ مولانا معین اللہ صاحب کے برادر نسبتی ماسٹر صغیر صاحب کے یہاں ہوا جس میں مقامی حضرات اور بیرونی مہمانوں کی بڑی تعداد مدعو تھی، ناشتہ سے فارغ ہوئے تو ہماری قیام کا ایک بڑا کمرہ ملاقات کے خواہشمند لوگوں سے بھر چکا تھا، ہمارے میزبانوں نے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا تھا، اندرون خانہ خواتین کی بڑی تعداد تھی، کمرہ میں گنجائش کم تھی، باہر چبوتروں پر بڑی تعداد میں لوگ بیٹھے تھے۔

رات کے عام جلسے میں صبح ملاقات کا اعلان ہوا تھا، اس لئے صبح کی اس مخصوص نشست میں غیر مسلم بھی آگئے، ان میں دو سکھ سردار صاحبان بہت نمایاں تھے، یہ رات کے جلسے میں بھی شروع سے آخر تک بہت توجہ اور عظمت سے ہماری باتیں سنتے رہے اور اس وقت خاص طور پر حضرت مولانا کی زیارت کے لئے آئے تھے، مولانا نے اس قضیہ کی ضرورت کو محسوس فرما کر اتحاد و اتفاق، دین پر ثابت قدمی، علم دین کے حصول کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے پر خصوصی توجہ دلائی، موقعہ کی مناسبت سے آپ نے آیت قرآنی "وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا" تلاوت کرکے فرمایا:۔

"میرے بھائیو! میں نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے پر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے روادار نہیں تھے، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

فضل سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے، اللہ نے دلوں کو ملا دیا، یہ آیت ایک واقعہ سے متعلق ہے، جب مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو خدا کی بندگی اور عبادت مشکل ہو گئی اور وہاں کے لوگوں نے اپنی ناسمجھی سے اس بات کو نہیں سمجھا کہ یہ ہمارا بھلا چاہتے ہیں، یہ ہمیں زمین کی پستی سے اٹھانا چاہتے ہیں، ذلت و رسوائی کی زندگی سے نکال کر ایسی قوم بنانا چاہتے جس سے ساری دنیا میں روشنی پھیلے۔

ساری دنیا میں محبت عام ہو، ساری دنیا میں اختلافات اور جھگڑے ختم ہوں، ساری دنیا کے انسانوں کو اپنی زندگی کا مقصد معلوم ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت دی ہے، شجاعت، سخاوت، محبت اور دولت کی جو نعمت عطا کی ہے، اس کا صحیح استعمال کریں، جو صلاحیتیں چھوٹی چھوٹی، معمولی باتوں میں صرف ہو رہی ہیں، قومیں قوموں سے لڑ رہی ہیں، ملک ملک کے دشمن ہیں، برادریوں میں ہزار جھگڑے ہیں، خدا کی نافرمانیاں عام ہیں، ایسی باتیں سرزد ہو رہی ہیں کہ جن سے خدا ناراض ہوتا ہے، اس کا غضب بھڑکتا ہے، جنگل میں جانور جس طرح جانوروں کا شکار کرتے ہیں، اس طرح انسان انسان کا شکار کر رہا ہے۔ ؎

تعجب ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

اسلام یہ چاہتا تھا کہ ان کو پستیوں سے اٹھا کر بلندی تک پہونچا دے، لیکن مکہ کے لوگ اسے نہیں سمجھے، ان کے اندر یہ جذبات کام کر رہے تھے کہ فلاں خاندان، فلاں گھر کا کوئی شخص اتنا بڑھ جائے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی زندگی مکہ میں دشوار ہو گئی تو انھیں اپنے محبوب وطن کو چھوڑ دینا پڑا۔

وطن ہر شخص کو پیارا ہوتا ہے لیکن زندگی کا مقصد اس سے زیادہ عظیم تر ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اوس وخزرج کی معرکہ آرائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرو جب مکّہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو یہاں ایک دوسری مصیبت تھی، یہاں دو بڑے برادر یاں تھیں اور دونوں عرب تھے، مگر عرصہ سے ان میں دشمنی تھی، ہر برادری اپنی خوبی اور دوسرے کی خرابی بیان کرتی جب کوئی بڑا مقصد سامنے نہیں ہوتا تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں لڑائیاں ہوتی ہیں، میں زمیندار خاندان کا فرد ہوں، میرے نانہال کا بڑے زمینداروں میں شمار تھا، ہمارے علاقہ میں زمینداری کے دور میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں لڑائی ہوتی، مقدمے چلتے اختلاف ہوتا، کسی بیول کے درخت، حد بندی یا دو کھیتوں کے درمیان کی مینڈھ پر۔ یا یہ کہ میں گذر رہا تھا فلاں نے سلام نہیں کیا، بس لڑائی چھڑ جاتی یا ٹکٹ ہوتا، بچوں کو ہدایت کی جاتی کہ فلاں کے گھر نہ جائیں، بچے ان باتوں کو کیا سمجھتے، انھیں کھیل ملا دیتا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ علم سب کو ملائے، لیکن آج دنیا میں کھیل ملاتا ہے، ایک ملک کی ٹیمیں دوسرے ملک جاتی ہیں، سب مل جل کر کھیلتے ہیں، بڑے افسوس کی بات ہے کہ علم نہ ملائے اور کھیل ملائے سنجیدگی نہ ملائے تفریح ملائے۔

جب کوئی بڑا مقصد سامنے نہیں ہوتا، انسانی دنیا میں جو آگ لگی ہوئی ہے، جو خرابی ہے، خدا کے غضب بھڑکانے والے انسانیت کی ذلت وپامالی کے جو واقعات ہو رہے ہیں اُن کا درد واحساس جب نہیں رہتا تو بچوں کی طرح کھیل تماشوں میں جی لگتا ہے یا ایسے معمولی معمولی اختلافات کو لوگ اہمیت دینے لگتے ہیں جن پر رنج بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتا ہے، اور ہنسی بھی آتی ہے، مدینہ والوں کا بھی حضورؐ کی آمد سے پہلے یہی حال تھا، اوس وخزرج کے لوگ آپس میں ایسے لڑتے تھے، ایک دوسرے کے خون سے پیاس بجھاتے تھے گویا اس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ مقصد نہیں، یہ جذبہ ان میں برسوں سے تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مدینہ پہونچے تو ان کے سامنے بڑا مقصد آیا، بڑی حقیقتیں کھلیں تو اُن کی کایا پلٹ گئی، اب وہ آپس میں شیر وشکر، یک جان و دو قالب ہو گئے، انھوں نے اپنے ماضی کو بالکل بھلا دیا، مدینہ میں آباد یہودیوں کو یہ پسند نہیں تھا، انھوں نے لڑانے کی بہت کوشش کی بعض مرتبہ دورِ جاہلیت کے وہ اشعار سنائے جن میں قبائلی عصبیت اور جاہلی حمیّت کا ذکر تھا، اوس وخزرج نے اس کا اثر قبول نہیں کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبّت نے ان عداوتوں کو دھو دیا تھا، اُن کو اپنا ماضی ایسا ذلیل معلوم ہونے لگا کہ اسے سوچ کر اُن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، جب کوئی مشترکہ خطرہ یا مشترکہ محبوب سامنے آجاتا ہے، جیسے کعبہ کے گرد سب جمع ہو جاتے ہیں ایک لباس میں ایک کلمات کے ساتھ، ویسے ہی کعبۂ مقصود سامنے آجاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی رضا کا حصول، اللہ کے بندوں کی خدمت، اُن کے دُکھ درد دُور کرنے کا جذبہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی حقیر معلوم ہوتی ہیں کہ اُن کے تصور سے متلی آتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقع پر ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "ٹھوکر مارو ایسی گندی چیز کو" واقعہ یہ تھا کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک کنوئیں پر لڑائی ہو گئی، ایک نے اپنے قبیلہ کو آواز دی، دوسرے نے اپنے حمایتیوں کو دہائی دی، تو حضورؐ نے فرمایا چھوڑو یہ بڑی ذلیل حرکت ہے حضورؐ کی تربیت اور اسلام کی برکت سے مہاجرین و انصار

www.abulhasanalinadwi.org

میں ایسا انقلاب آیا کہ میدانِ جنگ میں زخموں سے چور ہیں اور نزع کے عالم میں پیاس لگی ہے پانی آتا ہے تو دوسرے زخمی کی طرف اشارہ کرکے اسے پہلے پلاتے پر اصرار کرتے ہیں، ایثار کا یہ جذبہ، اسلام کے رشتہ، مقصد سے عشق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے پیدا کیا تھا، اس رشتہ کا نشہ ایسا طاری ہوگیا کہ مدینہ کے انصار نے مکہ کے مہاجرین کو اپنی دکان، اپنے کھیت، اپنی جائداد میں برابر کا شریک کیا۔

شرک کے بعد سب سے ناپسندیدہ چیز باہمی رنجش

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد سب سے زیادہ جس چیز کی مذمت کی ہے وہ باہمی رنجش ہے، حدیث میں آتا ہے کہ شبِ برأت یعنی نجات کی رات کو جس میں عام مغفرت و معافی ہوتی ہے، جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے، تین آدمیوں کو پروانۂ مغفرت نہیں ملتا، ماں باپ کا نافرمان، عادی شرابی اور وہ شخص جس کے دل میں کسی مسلمان بھائی کی طرف سے بغض و کینہ ہو، آپؐ نے خاص طور پر رشتہ داریوں کا خیال کرنے کی تاکید فرمائی ہے، کل ہی ٹیگور ہال کے جلسے میں پاریکھ صاحب نے ایک حدیث سنائی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "میرے رب نے مجھے تو باتوں کا حکم دیا ہے، ان میں یہ بھی ہے کہ "الّتی اصل من قطعنی واعفو من ظلمنی واُعطی من حرمنی" میں اس سے رشتہ جوڑوں جو میرا رشتہ ناطہ کاٹے، اس کو معاف کروں جو مجھ پر ظلم کرے، اس کو عطا کروں جو مجھے محروم کردے۔

جو دوستی اور محبت کا معاملہ کرے اس سے اچھے تعلقات رکھنا کوئی کمال نہیں، اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ جو دشمنی کرے، نقصان پہونچائے اس سے حسن سلوک کیا جائے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا یہی عمل تھا، شیخ سعدیؒ نے اسی کو کہا ہے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا　　دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام　　کہ با دوستانت خلافست و جنگ

میں نے سنا ہے کہ مردانِ راہِ خدا دشمنوں کا دل بھی میلا نہیں کرتے تھے، تمھیں یہ مقام کیونکر میسّر آسکتا ہے کہ تمھیں اپنے دوستوں سے لڑنے سے فرصت نہیں۔

میں نے خود ایسے اللہ والوں کا نمونہ دیکھا ہے، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہندوستان کی تقسیم کے مخالف تھے، وہ ہندوستان میں مسلمانوں کو رکھنا چاہتے تھے، پاکستان کے قیام سے انھیں اتفاق نہیں تھا، اس وجہ سے انھیں بہت تکلیف دی گئی، توہین کی گئی، بعض مرتبہ تو ان کی جان پر بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بچایا، سیدپور میں لوگ ان پر پتھر پھینک رہے تھے اور مولانا مدنیؒ آنکھیں بند کئے مراقبے میں بیٹھے، چوٹ لگ رہی تھی، اور آپ صبر و ضبط کئے رہے، پھر اللہ نے ان گستاخی کرنے والوں اور ایذا پہونچانے والوں کے ساتھ جو کیا وہ کیا، کوئی تالاب میں ڈوب کر مرگیا، کوئی پاگل ہوگیا، لیکن دیکھنے والوں نے مجھ سے بیان کیا اور خود میں نے دیکھا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد جب یہاں کانگریسی حکومت قائم ہوگئی تھی، جب وہ مخالفین سامنے آتے تو بڑی خوشدلی کے ساتھ ملتے، اگر کوئی اپنے رویّے کی معافی چاہتا تو فرماتے کہ کوئی بات نہیں، مجھے کوئی شکایت نہیں، آپ اطمینان رکھیں لیکن جو بات سُنانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ حضرت مولانا مدنیؒ رو رو کر دعا فرماتے تھے کہ "یا اللہ اب ان کو معاف فرما، یا اللہ میری طرف سے اُن کو معاف فرما، میری طرف سے دار و گیر نہ فرما، میری ذات سے کوئی نقصان نہ پہونچا"

www.abulhasanalinadwi.org

اور حضرت علیؓ کا واقعہ کہ ابن ملجم نے جب زہر میں بجھا ہوا خنجر مارا، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ شربت کا پیالہ لے کر آئے تو فرمایا "کسی کو اس سے باز پرس کا حق نہیں، اگر میں زندہ رہا تو میں جانوں اور وہ، اور اگر میں مر گیا تو مرنا مقدر میں ہے ہی"

بھلا بتایئے دنیا میں جو جھگڑے ہیں ان کی اب کہاں گنجائش ہے، قومی جھگڑے ہوں، ملکی جھگڑے ہوں، فرقہ وارانہ جھگڑے ہوں، خاندان برادری کے جھگڑے ہوں، ان واقعات کو سننے کے بعد بھلا ان کی کہاں گنجائش ہے سب محبت ہی محبت ہے، سب رحمت ہی رحمت ہے کوئی اس کا تجربہ کر کے دیکھے کہ زندگی میں کیا مزہ آتا ہے، خاندانی ناچاقیاں ہر جگہ ہوتی ہیں، خود ہمارے خاندان میں بھی ایک زمانہ میں یہ کمزوری رہ چکی ہے ہر چیز کے ساتھ ایک نہ ایک کمزوری لگی رہتی ہے، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ہمارے والد صاحبؒ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "اصلاح" ہے ہم مولوی معین اللہ صاحب سے کہیں گے کہ وہ رسالہ چھپوا کر یہاں گھر گھر پہونچایا جائے کیونکہ یہ کتاب بہت درد سے لکھی گئی ہے اس وقت سے الحمد للہ وہ بات ختم ہو گئی، اور یہ خاندان ہی کے متعلق نہیں بلکہ جس بستی میں جانا ہوا وہاں یہی سنا ہے، اس کی وجہ سے بہت بے برکتی ہوتی ہے ایسی بے برکتی کہ وہاں رہنے میں وحشت ہوتی ہے، وہاں رہنے کا مزہ نہیں، پھر اس میں شیطان کود پڑتا ہے اور اس کو مذہبی رنگ دے دیتا ہے، عقیدے اور مسلک کا نام دے دیتا ہے، شیطان کی اس سازش اور شر سے پناہ مانگئے اور اللہ والے بن جایئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ کے یہاں "راشننگ" نہیں

اللہ تعالیٰ کا قرب، اس کی معرفت، اس کی محبت ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اس راہ میں کچھ محنت و کوشش کرے، ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کو ایسی مقبولیت اور محبوبیت عطا ہوئی کہ ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرت ہمارے یہاں تشریف لائیں، لوگوں کے اس جذبہ اور اشتیاق کو دیکھ کر وہ فرماتے تھے، مجھ میں کچھ نہیں، اگر ہے تو صرف یہ کہ میں نے کچھ عرصہ تک اللہ کا نام لیا، یہ سب اس کی برکت ہے، آپ لوگوں میں سے کوئی لاہور لے جانا چاہتا ہے، کوئی راولپنڈی، کوئی کراچی تو کوئی رائے پور، یہ سب اللہ کے نام کا خلوص کے ساتھ ذکر کرنے کی برکت ہے کہ تم پروانہ وار گرتے ہو، تم خود اللہ کا ذکر خلوص سے کیا کرو، تم بھی اُس کی برکت پاؤ گے۔

دوسری بات یہ کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دیجئے، مدرسوں میں بھیجئے، یہاں مدرسہ قائم کیجئے، دین کی دعوت کی محنت کیجئے، آپ کے یہاں کے طلبہ دور دور تک گئے ہیں، حرم بھی جا چکے ہیں، سارے بزرگوں کی ان پر نظرِ کرم ہے، یہیں کے مولوی ابوالبرکات ہیں جنھوں نے اندور میں بڑا مدرسہ قائم کیا ہے، ایک بڑا جلسہ وہاں کیا، کتنے ہی آپ کے یہاں کے طلبہ مدینہ منورہ میں اور ندوہ میں پڑھ رہے ہیں، دین کی خدمت کر رہے ہیں، کوئی یونیورسٹی میں کام کر رہا ہے، اپنے لڑکوں کو پڑھائیے، اللہ سے تعلق قائم کیجئے، مسجد میں کچھ دیر بیٹھ کر اپنی پچھلی زندگی پر آنسو بہائیے، پھر اللہ سے عہد کیجئے، دعا مانگئے، اللہ تعالیٰ آپ کو وہی خصوصیات عطا فرمائے گا، جو اس نے آپ کے بزرگوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

عطا کی تھیں، اس کے یہاں راشننگ نہیں، اس کا رزق ختم نہیں ہوتا، ہمیں آپ لوگوں سے محبت ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں دوبارہ حاضری ہوئی، ورنہ زندگی میں ایک بار کہیں گئے تو دوبارہ جانا نہیں ہوا، آپ کی محبت ہی ہمیں کھینچ کر لائی ہے۔

عورتوں کو بھی ولایت نصیب ہو سکتی ہے

اپنی بہنوں سے بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا نام لیجئے، ولایت صرف مردوں کا حصہ نہیں، عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ مقامِ ولایت نصیب فرماتا ہے، حضرت رابعہ بصریؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ کو ولایت کا مقام حاصل تھا، یہ خواتین بھی خدا کو یاد کرتی تھیں، یہ نہیں سمجھتی تھیں کہ میں فلاں ولی کی والدہ ہوں، بلکہ خود عمل کرتی تھیں، حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے میری والدہ کی دعاؤں سے ملا ہے، ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، آپ بھی مصلّے پر بیٹھنا اور خدا کو یاد کرنا سیکھئے، اللہ کا نام جو بھی سچائی سے لے گا وہ اثر کئے بغیر نہیں رہے گا، مہندی کے پتوں کو رگڑنے سے اس میں رنگ پیدا ہوتا ہے۔ ؎

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

اس کو آپ سے بہتر اور کون جانتا ہے کہ مہندی گھس جانے کے بعد رنگ لاتی ہے، تھوڑی سی محنت اللہ کا نام رٹنے میں کیجئے، جو کچھ مانگنا ہو، اس سے مانگئے، اللہ کے نام میں بڑا اثر ہے، اللہ کے نام میں جو رنگ ہے، وہ کسی چیز میں نہیں، بچوں کی بہتر سے بہتر دینی اور اخلاقی تربیت کیجئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔"

تقریر ختم ہوئی، ہم سب روانگی کی تیاری میں لگ گئے، دورانِ تقریر ایک

www.abulhasanalinadwi.org

دلچسپ واقعہ ہوا، ٹین کی چھتوں پر دھماکوں کی آواز سے سب چونک اٹھے، معلوم ہوا کہ بندر چھلانگ لگا رہے ہیں اور اُچھل کود کر رہے ہیں، حضرت مولانا نے اس پر ایک دلچسپ جملہ فرمایا کہ "معلوم ہوتا ہے انھیں بھی کسی نے بھیجا ہے، شاید انھیں ہماری باتوں سے اتفاق نہیں"۔ دیپالپور کے ماحول کے پس منظر میں اس معنی خیز جملے کا مجمع نے بہت لطف لیا۔

رخصتی مصافحوں اور معانقوں کے بعد اب اندور واپسی تھی، وہاں اس وقت کچی مسجد رانی پورہ کے تبلیغی اجتماع میں حضرت کا بیان تھا، دیپالپور سے اندور کا راستہ معلومات افزا گفتگو میں کٹا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ دورہ اور یہاں کا استقبال مولانا معین اللہ صاحب ندوی (جو اسی علاقے کے باشندے ہیں) کے طفیل اور ان کے تعلق اور کوشش کا نتیجہ ہے، حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے ۱۹۳۳ء کا وہ دن اور وہ منظر یاد ہے جب دو شریف، صالح اور خاندانی بچے ندوہ کے کتب خانہ میں نظر آئے معلوم ہوا کہ یہ اندور کے علاقے کے ہیں، اور ندوہ میں پڑھنے آئے ہیں، یہ تھے مولانا معین اللہ صاحب ندوی اور ان کے حقیقی بھائی مولوی نور اللہ ندوی مرحوم، مولوی نور اللہ مرحوم ندوہ سے فراغت کے بعد لکھنؤ طبیہ کالج میں پڑھ رہے تھے کہ بیمار ہوئے اور عین عالمِ جوانی میں انتقال فرما گئے۔

گفتگو میں وقت گذر گیا، ہم اندور میں داخل ہوئے اور سیدھے رانی پورہ کی کچی مسجد پہونچے، ہم لوگوں کو دیپالپور سے نکلتے نکلتے کچھ تاخیر ہو گئی تھی، یہاں سب لوگ منتظر ملے، مسجد کا اندرونی حصہ اور صحن سامعین سے بھر چکا تھا، حضرت مدظلہ نے پہونچتے ہی تقریر شروع فرما دی، آغاز میں تاخیر سے پہونچنے پر معذرت فرماتے ہوئے کہا:۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت غیور ہے

"میں معافی چاہتا ہوں کہ ہم بہت دیر میں پہونچے، وہاں کے لوگوں نے ایسی محبت اور اشتیاق کا مظاہرہ کیا کہ جلدی کرتے کرتے اتنی دیر ہوگئی، آپ یہاں دیر سے بیٹھے ہیں، آپ کو ثواب ملتا رہا، شاید اس کا آپ کو اندازہ بھی نہ ہو، آپ میں سے بہت سے بھائی یہ سمجھتے ہوں گے کہ وقت ضائع ہوا، اتنی دیر ہم نے کوئی اور کام کیا ہوتا لیکن ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ نماز کے انتظار میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے، نماز تو نماز ہی ہے، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی نیک کام میں آدمی نیک ارادے سے بیٹھ جائے تو وہ نیکی ہی میں شمار ہوگا، ہم اور آپ جو اس وقت ذکر کر رہے ہیں، اس کا شمار ثواب ہی میں ہو رہا ہے، خدانخواستہ اگر تبلیغ میں ثواب ملے اور نماز قبول نہ ہو تو کیا فائدہ، ثواب ہی اصل چیز ہے، اگر یہ بیٹھے بیٹھے مل جائے تو سبحان اللہ، انتظار میں مل جائے تو سبحان اللہ، آپ نے اپنا وقت ہمارے انتظار میں گذارا وہ انشاء اللہ ضائع نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، ہر چیز میں اس کی ایک سنّت ہے، سخاوت اور فقر اسی کا عطیہ ہے، وہ واہبِ لعطایا ہے، وہّاب ہے، قہّار ہے، منّان و احسان کرنے والا ہے، وہ بے نیاز ہے، وہ غنی ہے، وہ حکیم ہے، اس نے یہ سنّت طے کر لی ہے کہ جو چیز اس کی نگاہ میں قیمتی ہے اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ جس چیز پر بندہ کی محنت و مال صرف ہوگا، اس کا اس کے دل میں

www.abulhasanalinadwi.org

قدر اور احترام ہوگا، مفت کی چیز کی قدر نہیں ہوتی، دین سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے، اللہ کا سودا بڑا گراں ہے، اور اللہ کا سودا کیا ہے؟ اس کی رضا ہے، جنت ہے، دین کی قیمت یہ ہے کہ اس کی قدر کی جائے، اس کا حق ادا کیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے محنت کا معیار مقرر نہیں کیا، جہاں سر کٹانے کی ضرورت ہے وہاں سر کٹایا جائے، جہاں سر جھکانے کی ضرورت ہو وہاں سر جھکایا جائے۔

مقصد یہ ہے کہ ہم میں دین کی قدر ہو، اور دین بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتا، بغیر سیکھے نہیں آتا، جوتا کا ٹھتا، کپڑے سینا، مکان بنانا جب سیکھنا پڑتا ہے، بغیر محنت کے اور بغیر سیکھے آجائے ایسا ممکن نہیں، ایک پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا غیور ہے، اس کی غیرت کے یہ منافی ہے کہ وہ دین کی دولت جس کو چاہے دے دے، خواہ وہ لینا چاہتا ہو یا نہ لینا چاہتا ہو، اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں، اگر سر کے بل، آنکھوں کے بل، پلکوں کے بل آؤ گے تو وہ تم کو دے دے گا، اگر اس کے بعد بھی عطا کر دے تو عنایت ہی عنایت ہے، اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ ہم نے بہت محنت کی تھی، ہم کو تو ملنا ہی چاہئے تھا تو "ملنا ہی چاہئے" کا قانون اللہ کے یہاں نہیں ہے۔ وہ کسی جھونپڑی کے مکین کو اٹھا کر تخت سلطنت کا مالک بنا دیتا ہے اور کسی کو بت خانہ سے اٹھا کر حرم کا پاسبان اور اس کا امام بنا دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ کون تھے؟ وہ چلے تھے اسلام کا خاتمہ کرنے کے لئے، لیکن امیر المومنین عمر فاروقؓ بن گئے، اور کبھی وہ مسجدوں سے نکال کر بیت خانہ میں پہنچا دیتا ہے، بہرحال اللہ تعالیٰ بہت غیور ہے، اور دین کوئی راستے میں پڑا ہوا مال نہیں ہے کہ اٹھا لیا جائے، بلکہ اس کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے، علمؔ کتنی محنت و مشقت

www.abulhasanalinadwi.org

کے بعد حاصل ہوتا ہے کن کن مراحل سے گذر کر وہ روٹی سامنے آتی ہے، جسے ہم کھاتے ہیں، دین بغیر محنت و کوشش کے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ ہمارے رات دن کے مشاغل، ہمارے کمانے کھانے کی مصروفیات میں دین کس طرح آسکتا ہے؟ دین زبردستی گلے کا ہار نہیں بنتا، دین تو ہماری ضرورت ہے، اسی سے ہماری زندگی بنے گی، بھائیو! دین کے لئے کچھ کرنا چاہئے، اس کو سیکھنے اور اپنی زندگی میں پیوست کرنے کے لئے کچھ طریقے ہیں، پہلے ایک دور گذرا ہے کہ دین کی حقیقت، اس کی کیفیت کو پانے کے لئے لوگ بڑا مجاہدہ کرتے تھے، یکسوئی حاصل کرنے کے لئے خانقاہوں میں ذکر و شغل کرتے تھے کسی اللہ والے کی خدمت میں زندگی کے دن گذار دیئے جاتے تھے، یہ بھی ایک طریقہ تھا۔

آج کے مشغول زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک مقبول بندے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے دین سیکھنے سکھانے کے لئے یہ ایک طریقہ بتایا ہے جو آپ کے تبلیغی کام کے نام سے پوری دنیا میں چل رہا ہے، اس کام کا مقصد اور بنیادی پیام یہی ہے کہ دین کوشش اور مشق سے آئے گا، وقت فارغ کر کے جب تک ہم اس کو نہیں سیکھیں گے، اس وقت تک یہ نہیں آسکتا، حج کرنے سے پہلے حج سیکھنا ضروری ہے، تبلیغ میں اسی لئے باہر نکلنے کی دعوت دی جاتی ہے، اس کا مقصد تجارت اور کاروبار سے چھڑانا نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بہتر تجارت، صحیح طریقہ سے کاروبار اور خدا کی یاد کے ساتھ بازار میں بیٹھنے کی مشق کرانا ہوتا ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ مسجد کے کونے میں بیٹھ کر خدا کی یاد کرنے سے ذکر الٰہی کی مشق نہیں ہوتی ہے بلکہ بازار میں جب خدا کی یاد اور اس کے ذکر کی مشق ہوگی تب وہ مشق مسجد میں بھی کام آئے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دین میں دنیاداری اور دنیا میں دینداری

ایک بزرگ نے کسی شخص کو طواف میں بہت آہ وزاری کرتے دیکھا، وہ الحاح وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگ رہا تھا، اس کے آنسو ایسے رواں تھے کہ ہر شخص اس کی حالت دیکھ کر متأثر تھا لیکن جب انھوں نے اس کے قلب پر نظر کی تو اس میں ذرّہ بھر بھی خدا کی یاد کی لگن اور استحضار نہیں پایا، انہی بزرگ نے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا جس کی دکان پہ گاہکوں کی ایسی بھیڑ تھی کہ سلام کے جواب اور سر اٹھانے کی مہلت اُسے نہیں ملتی تھی لیکن اس کا قلب یاد الٰہی سے معمور تھا، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی دکانداری اسے اللہ سے غافل نہ ہونے دیتی "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ"[1]

ذہن دینی ہو تو دنیا بھی دین بن جائے گی اور اگر ذہن غیر دینی ہے تو خالص دینی خدمت بھی پکّی دنیا داری ہوگی۔

ایسی تجارت جس میں دین سے غفلت نہ ہو اس کی مشق دین کے لئے کچھ وقت نکالنے سے ہوگی۔

آپ بہت دیر سے بیٹھے ہیں، کہنا یہی ہے کہ یہاں آکر ہمیں بڑی خوشی ہوئی، یہاں بڑے اچھے لوگ ہیں، بڑی نرم زمین ہے، بڑا اچھا شہر ہے، ہمارے بڑے بڑے جلسے ہوئے، ٹیگور ہال کے جلسے میں پورے شہر کا مکھن اور جوہر جمع ہو گیا تھا لیکن ہمیں اس کا افسوس رہا کہ اتنے بڑے شہر میں جس پیمانہ پر تبلیغی کام ہونا چاہئے ویسا نہیں اس کی کوشش کرنی چاہئے، تبلیغی کام ایمان کی دعوت کا کام ہے، یہ تمام کاموں کی روح ہے۔

[1] النور — ۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

جسم کا مدار روح پر ہے اور روح کی زندگی ایمان پر ہے، جب ایمان کی دعوت کا کام ہوگا تو دین کے ہر کام میں جان پیدا ہوگی"۔

نئی زندگی کا مژدہ

حضرت سید احمد شہیدؒ کے حالات میں پڑھا ہے کہ سیدؒ صاحبؒ کے اصلاحی دورے جن جن مقامات پر ہوتے تھے، وہاں ایمان و اخلاق کی بہار آجاتی تھی، لوگوں کی زندگیاں بدل جاتی تھیں، عادی مجرم اُن کے ہاتھ پر توبہ کرکے عابد و زاہد بن جاتے تھے، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی عام فضا پیدا ہو جاتی تھی، "سیرت سید احمد شہیدؒ" میں خدا کے ایک محبوب بندے کے حالات پڑھے تھے، آج خانوادۂ سیدؒ شہیدؒ کے ایک فرزند اور انہی سے نسبت گرامی رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے کے سفر کے برکات و ثمرات کا مشاہدہ آنکھیں کر رہی تھیں، کچی مسجد کے تبلیغی اجتماع کے بعد مولانا ابوالبرکات صاحب کی قیام گاہ آئے جہاں خواتین کی بہت بڑی تعداد حضرت مولانا سے بیعت کی منتظر تھی، حضرت نے کلمۂ طیبہ پڑھا کر انھیں توبہ کرائی، اس عمارت کی نچلی منزل کے ہال میں جہاں مدرسۂ ریاض العلوم کا دفتر ہے، مردوں کی بہت بڑی تعداد جس میں بیشتر تعلیم یافتہ نوجوان تھے، حضرت مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، حضرت نے ابتدا میں ایک تقریر فرمائی جس میں بیعت کی اہمیت، ذمہ داری، اُس کا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا ثابت کیا، صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے ہاتھ پر عہد کیا تھا، اور پھر دل کی گہرائی سے یہ کلمات پڑھے جسے مجمع دُہرا رہا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی مالک معبود نہیں، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

یا اللہ! ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، جھوٹ بولنے سے، پرایا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان لگانے سے، نماز چھوڑنے سے، اور سب گناہوں سے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کئے، چھوٹے ہوں یا بڑے، اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سب حکموں کو مانیں گے، تیرے رسول پاکؐ کی تابعداری کریں گے، یا اللہ! تو ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے گناہوں کو بخش دے ہمیں توفیق دے نیک عملوں کی، اپنے رسول پاکؐ کی تابعداری کی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ تو توبہ ہوگئی، ہم نے بھی توبہ کرلی، آپ نے بھی توبہ کرلی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر قائم رکھے، خلافِ شرع تمام کاموں سے بچیں، شادی بیاہ کی چیزیں ہوں یا رسم و رواج کی سب میں شریعت کا لحاظ رکھیں، نماز کی پابندی کریں، موت کو ہمیشہ یاد رکھیں، مرکر سب کو اللہ کے یہاں جانا ہے، وہاں سوائے اللہ کی رحمت کے اور کچھ کام نہیں آئے گا، یہاں جو کچھ نیک عمل کیا وہی کام آئے گا، ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تسبیح تیسرے کلمے کی اور ایک تسبیح استغفار کی روزانہ پڑھا کریں، چوبیس ۲۴ گھنٹے میں کسی وقت، اس کے بعد حضرت نے دعا فرمائی۔

بیعت کے وقت مجھ سے قریب بیٹھے ہوئے ایک نوجوان کو جس کے چہرے پر متانت و سنجیدگی اور رشد کے آثار چھلک رہے تھے، میں نے مبارکباد دی ــــــ

www.abulhasanalinadwi.org

یہ تھے میاں خالد ــــ مولوی معاذ ندوی، مولوی زبیر ندوی کے برادر خورد، مولوی معاذ ندوی ان دنوں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں، گذشتہ سال محب محترم مولانا سعید الاعظمی ندوی کی معیت میں مملکت سعودی عربیہ کے دارالسلطنت ریاض میں منعقدہ موتمر فقہ اسلامی میں شرکت کے بعد حج بیت اللہ اور زیارت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت نصیب ہوئی تھی، مولوی معاذ اور مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ندوی طلبہ وقار عظیم، سعید احمد، اقبال مسعود، ابوسفیان، اعلی احمد، سجاد نعمانی، محفوظ اعظمی حلیمی وغیرہ نے جس اپنائیت وخلوص کا معاملہ کیا، اس کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر گیا، اس مبارک سفر کے نقوش ذہن میں اُجاگر ہیں اور صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے کے منتظر۔

ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، یہ طے پایا کہ نماز ظہر گرین لینڈ کالونی میں ادا کی جائے، گرین لینڈ کالونی شہر کے مضافات میں ایک خوبصورت کالونی ہے، یہاں ظہرانے کی دعوت عبدالمجید غوری صاحب غوری برادران کے یہاں تھی، ان کا ٹرانسپورٹ کا کاروبار ہے، سلجھے ہوئے خیال کے پڑھے لکھے اور ہمارے پورے سفر میں اور تمام پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، ہماری کار گرین لینڈ کالونی میں غوری صاحب کے خوبصورت کاٹیج کے سامنے رکی، دو منزلہ مکان کے سامنے شامیانہ لگا ہوا تھا، اسی میں نماز ادا کی گئی، پھر کھانا ہوا، کھانے کا تنوع اور معیار دیکھ کر حضرت مدظلہ نے ہم لوگوں سے کہا کہ آئندہ جب بھی حلقۂ پیام انسانیت کا سفر ہو اس میں کھانے پینے، رہائش وغیرہ میں پوری سادگی کو ملحوظ رکھا جائے، ہماری خاطر یہ اسراف اور دعوتوں میں مسابقت مناسب نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

یوہرہ نوجوان کی آپ بیتی

کھانے سے فارغ ہو کر حضرت مولانا اور مولانا معین اللہ صاحب ندوی اپنی قیام گاہ ہارون منزل روانہ ہو گئے، پاریکھ صاحب، ڈاکٹر اشتیاق صاحب اور راقم سطور کو یہ ہدایت دی کہ یہیں غوری صاحب کے یہاں کچھ دیر آرام کر کے اندور ہائی کورٹ یار ایسوسی ایشن کے جلسے میں شریک ہوں، عبد المجید غوری صاحب نے ہم تینوں کی راحت و آرام کا بڑا اہتمام کیا تھا، آرام کا یہی وقت تھا جو میں نے پروفیسر محمد حسین (لیکچرر کرسچن کالج) کو دیا تھا، یہ یوہرہ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی جماعت اور اس کے سربراہ کی بعض پندشوں سے سخت نالاں تھے، انھوں نے جو تفصیلات سنائیں وہ راقم سطور کے لئے نئی نہیں تھیں؛ اس معاملہ میں اپنا نقطۂ نظر میں نے پیش کیا، جن چیزوں میں کسی انسان کے الوہیت کے مقام کا شائبہ ہو مثلاً اس کو سجدہ کرنا وغیرہ یا جو انسان صاحب تشریع بن کر ایسے قوانین و رسوم وضع کرے جو دین و اخلاق اور عام سماجی انصاف کے منافی ہوں تو اس سے ہمیں اتفاق نہیں، حضرت مولانا نے بھی یہی بات بھوپال میں اس یوہرہ وفد سے کہی تھی، جو وہاں کے عامل صاحب کی قیادت میں حضرت مولانا سے ملنے آیا تھا، یہ بات زیادہ دنوں تک چلنے والی نہیں، نئی نسل میں بغاوت کے اس رجحان کو روکنا مشکل ہو جائے گا، بہتر یہ ہے کہ غیر مطمئن گروہ سے افہام و تفہیم کی بنیاد پر ان کی جائز شکایتیں رفع کر کے اور مناسب مطالبات تسلیم کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے ــــ اس مسئلہ کا ایک سنگین پہلو جو پروفیسر محمد حسین صاحب نے بیان کیا، یہ ہے کہ اپنی برادری سے دفعتاً کٹ

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے لوگوں کو جب ملت کے سوادِ اعظم کی ہمدردی نصیب نہیں ہوتی تو وہ بہائی، عیسائی یا کسی اور غیر مسلم طبقہ میں شامل ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ انسان سماج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، شادی بیاہ، موت وغم اور نہ جانے زندگی میں ایسے کتنے مواقع آتے ہیں، جب اسے سماج کی ضرورت پڑتی ہے۔

میں نے پرفیسر صاحب کی گفتگو سن کر یہ بھی کہا کہ آپ کا ترقی پسند گروپ (یو ہرہ پرگتی منڈل) اپنے داخلی مسئلہ میں غیر مسلموں خاص طور پر ان لوگوں کو اپنا رہنما بنائے ہوئے ہے، جو حمید دلوائی ذہن کے ہیں، خود پروگیسو گروپ میں اصغر علی انجینئر جیسے غیر محتاط شخص کی قیادت جس کی تحریریں حمید دلوائی کی فکر سے متاثر معلوم ہوتی ہیں، مسلم دانشوروں اور عوام وخواص میں آپ کی تحریک کو مشکوک بنا دیتی ہیں، اور اُن کی ہمدردی اور تعاون کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں، آپ کی قیادت کو یہ چاہئے تھا کہ جن تنظیموں اور شخصیتوں پر ملت کی اکثریت کو اتفاق ہے، ان سے مل کر اپنا مسئلہ پیش کرتے، انھیں ثالث بناتے، ان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے سربراہ سے باہمی گفت وشنید کی راہ ہموار کرتے، تارکنڈے کمیشن تک نوبت پہونچانے سے پہلے یہ مرحلہ ضروری تھا، میں نے ان صاحب کو حضرت مولانا سے ملانے کا وعدہ کیا، وہ رخصت ہوئے چند لمحے آرام کیا تھا کہ چار بج گئے، وضو سے فارغ ہو کر عبد المجید صاحب غوری کے بھائی کے مکان پر چائے پی، جن کا خوبصورت مکان اسی کالونی میں ہے، ایک اور صاحب کے اصرار پر جو پڑوس ہی میں رہتے تھے، دوبارہ چائے پینی پڑی، اس کالونی میں محبت وخلوص کی فضا ملی، عبد المجید صاحب غوری اپنی کار میں پہلے کھجرانہ روڈ پر اسلامیہ کریمیہ کالج کی زیر تعمیر عمارت کے معائنہ کے لئے لے گئے، وہیں نماز عصر ادا کی، ہارون رشید صاحب بھی ہمراہ تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

کالج کی نئی زمین بہت کشادہ اور لب سڑک واقع ہے، اطراف کا ماحول پرسکون ہے، اگر یہ عمارت جلد تکمیل کو پہونچ جائے تو کالج کے شایانِ شان ہوگی، اس وقت بعض وجوہ کی بنا پر تعمیر کا کام بند ہے، اللہ تعالیٰ باہمی اختلافات کو ختم فرما کر ملّت کو ثبات انداز میں فلاحی کام کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ہم لوگوں نے اس سلسلے میں بعض مفید مشورے دیئے جنھیں کالج کے انتظامیہ اور اشاعت کے ممبران نے پسند فرمایا، یہاں سے رخصت ہوکر ٹھیک ساڑھے چار بجے ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن پہونچے جہاں کے صدر کی طرف سے تقریر کی دعوت اقبال احمد صاحب ایڈوکیٹ دوپہر کو دے گئے تھے۔

اندور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن میں

ٹیگور ہال کے پروگرام میں اندور کے وکلاء کی بڑی تعداد شریک تھی، ان کی خواہش تھی کہ بار ایسوسی ایشن میں حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کی تقریروں کا خصوصی پروگرام ہو، بار ایسوسی ایشن کے صدر اور سکریٹری کا یہ پیام لے کر اقبال صاحب ایڈوکیٹ آئے تو وقت کے سلسلے میں اتفاق نہیں ہو پا رہا تھا، بار ایسوسی ایشن کے لئے دن کے ڈیڑھ بجے کا وقت موزوں تھا اور ہمارے نظام الاوقات میں اس کی گنجائش نہیں تھی، آخر شام کا وقت طے ہوا حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگ اس سے نمٹ لیں، پاریکھ صاحب، ڈاکٹر صاحب اور راقم سطور نے یہ طے کیا کہ اگر وہاں پہنچ کر ضرورت محسوس ہوئی تو بہرحال حضرت مولانا کو زحمت دی جائیگی، ہائی کورٹ کے عظیم الشان عمارت کے کمپاؤنڈ میں ہماری کار داخل ہوئی تو وکلاء کی بڑی تعداد کو منتظر پایا، جلسے میں ابھی

www.abulhasanalinadwi.org

دس منٹ باقی تھے، لیکن بار ایسوسی ایشن کا ہال وکیلوں اور جج صاحبان سے پُر ہو چکا تھا، ٹھیک وقت پر ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی نے تعارفی تقریر شروع کی، ادھر عبدالمجید صاحب غوری ہم لوگوں کے ایماء سے حضرت مولانا کو لانے کے لئے ہارون منزل روانہ ہوئے، ڈاکٹر صاحب کی تعارفی تقریر کے بعد عبدالکریم صاحب پاریکھ کی تقریر شروع ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت مولانا اور مولانا معین اللہ صاحب ندوی اپنے میزبان حاجی ہارون صاحب کے ہمراہ تشریف لے آئے، وکلاء نے کھڑے ہو کر حضرت کا استقبال کیا، حضرت نے پاریکھ صاحب کو اپنی تقریر جاری رکھنے کا اشارہ کیا، پاریکھ صاحب اپنی خطابت کے جوہر سے پورے سفر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو متأثر کر چکے تھے، اس تعلیم یافتہ طبقہ اور قانون دانوں کی مجلس میں اُن کی حسب حال تقریر کو بھی بڑی دلچسپی اور خاموشی سے سُن رہا تھا۔

عصر اور مغرب کے درمیان یوں بھی وقت کم ہوتا ہے، پاریکھ صاحب نے اپنی تقریر کو ختم کیا اور بار ایسوسی ایشن کے صدر مسٹر ایس، ڈی سانگھی ایڈووکیٹ نے (جن کا شمار مدھیہ پردیش کے ممتاز قانون دانوں میں ہے) حضرت مدظلہٗ سے تقریر کی درخواست کی، حضرت نے اپنی تقریر میں فرمایا:۔

میری زندگی کا تاریخی دن

"میرے فاضل اور معزز دوستو! آج کا دن میری زندگی میں تاریخی دن ہے، اس لئے کہ میں اپنی زندگی میں دو مرتبہ کورٹ گیا ہوں، ایک مرتبہ تو ترجمان INTERPRETER کی حیثیت سے، بہت زمانہ ہوا ہمارے شہر لکھنؤ میں ایک صاحب ہمارے COLLEAGUE تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

اُن پر کسی ایسے بائی لاز (BYLAWS) میں جو میونسپلٹی کے ہوتے ہیں کہیں قائم ہو گیا، وہ عربی بولتے تھے اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے تو میں TRANSLATOR کی حیثیت سے کورٹ گیا تھا، لیکن اس دن مقدمہ نہیں ہوا اور خارج ہو گیا، اور میں پیش نہ ہو سکا، دوسری مرتبہ اپنی والدہ کی جائداد کی رجسٹری کے سلسلے میں کورٹ گیا تھا، اور آج کورٹ میں یہ تیسری حاضری میرے لئے HISTORICAL ہے، میں مدعی کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں اس میں تو بڑی زحمت ہوتی ہے، میں آیا ہوں اچھے اہلِ دماغ اور معزز شہریوں کے چیدہ مجمع سے ملنے اور ان سے گفتگو کرنے۔

لیڈر شپ قانون داں طبقہ کے ہاتھ میں

آپ یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی رہنمائی قانون داں طبقہ نے کی اور آج بھی ہندوستان کی لیڈر شپ قانون دانوں (LAWYERS) کے ہاتھ میں ہے، مہاتما گاندھی سے لے کر جواہر لال نہرو تک، سر علی امام، محمد علی جناح، سر تیج بہادر سپرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، بیرسٹر آصف علی، ہندوؤں اور مسلمانوں کے اکثر لیڈر قانون داں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ہندوستان کی جنگ آزادی اسی طبقہ نے لڑی، انگریز جیسی قانونی اور LEGAL دماغ رکھنے والی قوم کا مقابلہ LEGAL طریقہ سے کرنا چاہئے تھا، انگریز اگر کوئی غلط کام کرنا چاہتا ہے تو اسے بھی قانونی اور LEGAL طریقے پر کرنا چاہے گا، اور ٹھیک کام کرتا ہے تو وہ بھی دستوری اور قانونی انداز میں کرتا ہے، اس نے اپنے بڑے بڑے محسنوں مثلاً لارڈ اکلائیو وغیرہ پر جنھوں نے برٹش امپائر کا فاؤنڈیشن (FOUNDATION) رکھا تھا، مقدمہ چلایا، اور برٹش پارلیمنٹ میں برکلے کی تقریریں آپ کو یاد ہوں گی، ہندوستان میں ان کے خلاف

www.abulhasanalinadwi.org

لڑائی بھی وہی لوگ کر سکتے تھے، جو قانون کے ماہر تھے، اور قانون کا جواب قانون سے دے سکتے تھے۔

موت وحیات کی جنگ

اس لئے آپ حضرات اس وقت بھی ملک میں بہت اہم رول (ROLE) ادا کر سکتے ہیں، اس وقت ہمارا ملک ایک خاص اسٹیج (STAGE) پر پہونچ گیا ہے، ایک بہت بڑے بحران (CRISIS) کو FACE کر رہا ہے، یہ (CRISIS) قانون کا نہیں بلکہ انسانیت (HUMANITY) کا ہے، یہ MORAL CRISIS اور (ETHICAL CRISIS) ہے، اس وقت ملک لڑائی کے ایک دوسرے میدان میں داخل ہو رہا ہے، یہ لڑائی زندگی اور موت کی لڑائی ہے، اس لڑائی میں آپ حضرات کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

میں HISTORY کا طالب علم ہوں، میرا مطالعہ یہ کہتا ہے کہ تہذیب (CIVILIZATION) اور سوسائٹی پر دو دور آتے ہیں، ایک اس وقت جب سوسائٹی کا اعلیٰ دماغ، ذہین اور قابل طبقہ (INTELLIGENTSIA) اچھے رخ پر چلتا ہے، CONSTRUCTIVE بن جاتا ہے، تو اس وقت تہذیب کی بہار آجاتی ہے، سوسائٹی اپنے نقطۂ عروج (CLIMAX) پر پہونچ جاتی ہے، پھر ایک دور وہ آتا ہے، جب یہ ذہانت DESTRUCTIVE بن جاتی ہے، وہ پروفیشنل (PROFESSIONAL) بن جاتی ہے، اور اس کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ سوسائٹی ڈوبے گی، یا پار اترے گی، ہمارا سماج تباہ ہوگا یا پنپے گا، انھیں اس اپنی فیس سے مطلب ہوتا ہے، خوش قسمتی جب انسان اور انسانی سوسائٹی کو نصیب ہوتی ہے تو GENIUS لوگ (INTELLIGENTSIA) جو ذہنی صلاحیت رکھتے ہیں، اور عام سطح سے بلند ہوتے ہیں، وہ سوسائٹی کو بچانے کی فکر کرتے ہیں، وہ اپنی ساری

www.abulhasanalinadwi.org

ہو تیاری، سارا TALENT، سارا فن، سارا سائنس، اپنا پورا اسکیل، اپنا تمام EXPERIMENT اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے، سب کچھ داؤں پر لگا کر سوسائٹی کو تباہی سے بچاتے ہیں، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کا انجام کیا ہوگا، پیسہ ملے گا یا نہیں ملے گا، ہمارا پیشہ کامیاب رہے گا، یا ناکام، وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کسی طرح سماج بچ جائے، سوسائٹی ڈوبنے نہ پائے۔

سب ڈوب جائیں گے

اس وقت ہندوستان کو آپ کی ذہانت، آپ کی قانون دانی، آپ کی محنت، آپ کی شرافت کی بے حد ضرورت ہے، یوں سمجھئے کہ ایک کشتی، ایک ناؤ طوفان میں پھنس گئی ہے، خوفناک لہریں منہ کھولے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہی ہیں، اس کشتی میں کچھ کمزور لوگ سوار ہیں، کشتی ڈوبنے کے بالکل قریب ہے، ایسے وقت میں کوئی ایسا ملّاح، ایسا کھیون ہار آجائے جو اس کشتی کو پار لگادے تو وہ بہت بڑا محسن ہوگا، آج ہمارا ملک جس پر مسم کشتی کی طرح سوار ہیں، اس میں سوراخ کیا جارہا ہے، اگر یہ کشتی ڈوب گئی تو اچھے اور بڑے، پڑھے لکھے اور اَن پڑھ، غریب اور مالدار، چھوٹے اور بڑے، بچے اور جوان سب ڈوب جائیں گے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کی مثال دے کر یہ بات فرمائی ہے کہ اگر نیچے کے حصے لوگ اس میں سوراخ کریں تو اوپر کے لوگوں (UPPER CLASS) والوں کو تماشائی نہیں بننا چاہئے، اس لئے کہ کشتی ڈوبی تو وہ بھی نہیں بچیں گے۔

سوراخ ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا، کوئی چھوٹا ہوتا ہے کوئی بڑا، کوئی خوبصورتی سے ہوتا ہے کوئی بدنما، کوئی پھاوڑا مار کر سوراخ کرتا ہے کوئی سائنٹفک

www.abulhasanalinadwi.org

ذریعہ سے سوراخ کرتا ہے، ہماری سوسائٹی کرپٹ (CORRUPT) ہو رہی ہے، پوری سوسائٹی میں مختلف نشتر سے سوراخ کیا جا رہا ہے۔

اب آپ انصاف کیجئے، میں انصاف کا نام اس ہائی کورٹ میں لیتا ہوں اور یہاں انصاف کی دہائی دیتا ہوں۔

آپ کے کامن سنس (COMMONSENSE) کو اپیل کرتا ہوں، بتائیے نیچے سوراخ ہو گیا تو کیا ہم بچیں گے؟ آج یہی ہو رہا، ہندوستان سے باہر بھی میں یار رہا گیا ہوں، تمام دنیا میں یہی ہو رہا ہے، ۱۹۔۲۰ کا فرق ہے کوئی ملک یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہماری سوسائٹی آئیڈیل SOCIETY سوسائٹی ہے، پوری انسانی سوسائٹی کرپٹ ہو رہی ہے، اس میں بغاوت ہے، بے چینی ہے CONFUSION ہے، FRUSTRATION ہے، سب پریشان ہیں، کوئی مطمئن نہیں، سکھی نہیں، اس وقت تمام دنیا کا اور تمام طبقوں کا یہی حال ہے، اوپر کے طبقہ والے یہ نہیں سوچتے کہ ہماری قسمت نیچے کے طبقہ والوں سے وابستہ ہے۔

آپ میدان میں نکل آئیں

انسان اور جانوروں میں فرق ہے، جانور روز مارے جاتے ہیں کوئی بغاوت نہیں ہوتی لیکن ایک انسان مارا جائے تو کھلبلی مچ جاتی ہے، ایک آدمی کسی جرم میں گرفتار ہوتا ہے تو ساری سوسائٹی میں چرچا ہوتا ہے، ہماری فطرت میں، ہمارے NATURE میں ایک دوسرے کا احساس، ایک دوسرے سے تعلق کا جذبہ قدرت نے رکھا ہے، احساس کی یہ دولت اس لئے دی گئی ہے کہ ہم اس سے صحیح کام لیں، اپنے ملک کو اور پورے انسانی سماج کو تباہی سے بچائیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آئیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ حضرات اس بات کی سب سے زیادہ اہلیت رکھتے ہیں، قابلیت رکھتے ہیں۔ ملک کی ناؤ جو منجدھار میں گھر کر ڈانواں ڈول ہو رہی ہے، اس کو بچانے کے لئے اپنا کچھ وقت لگائیں، پیشے کا حرج کریں، اپنے پیسے کو خرچ کریں، اپنی خدمات کو پیش کریں۔

آپ میدان میں نکل آئیں، ملک کے کونے کونے میں پہونچیں، اور کہیں کہ یہ بداخلاقی، انسان دشمنی، کمزور کشی، بددیانتی، ملک دشمنی نہیں ہونا چاہیئے، میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی ذہانت اور صلاحیت کا رُخ کچھ اس طرف بھی پھیریں۔

جنگ آزادی میں وکیل صاحبان جس طرح صفِ اوّل میں تھے آج بھی ملک کو بنانے اور سنوارنے اور اس کی بے لوث خدمت کرنے کے لئے انھیں آگے بڑھنا چاہیئے۔

آپ کا پیشہ ایک معزز پیشہ کہلاتا ہے، مجھے معلوم ہے کہ پہلے زمانہ میں اگر کسی شہر میں کوئی اچھا بیرسٹر، ایڈووکیٹ آتا تھا تو سارے شہر میں اس کی عزت ہوتی تھی، اس لئے کہ انھوں نے اپنی قابلیت اور خدمت کا سکہ ملک میں جما دیا تھا۔

میں اپنی عزت افزائی سمجھتا ہوں کہ آج آپ کے طبقہ سے، سوسائٹی کے دماغ سے مجھے کچھ عرض کرنے کا موقع مل رہا ہے، میں آپ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ انسانیت کے احترام، آدمی کی عزت کے پرچار کے لئے میدان میں آئیں۔

ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں

خدا کے نزدیک انسان بڑا پیارا ہے، آدمی کا آدمی ہونا یہ سب سے بڑی کوالیفکیشن ہے، اس کے علاوہ اسے اور کسی کوالیفکیشن کی ضرورت نہیں، آدمی جس وقت ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اسی وقت اس کے سر پر دنیا کی سلطنت کے

www.abulhasanalinadwi.org

ولی عہدی کا تاج رکھ دیا گیا، ہم انسان کو ہر چیز پر ترجیح دیں، ہم ایک دوسرے کی قدر کریں، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں، ایک دوسرے کے لٹریچر، کلچر، سسٹم، سوسیلائزیشن، ریلیجن کو ایمانداری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔

ہزار برس سے ہندو مسلم بھائی اس دیش میں رہتے ہیں، پڑوسی ہیں، دیوار سے دیوار ملی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک دوسرے کی ابتدائی باتیں، بنیادی چیزیں بھی نہیں جانتے۔

اس کی ایک مثال دیتا ہوں، ایک مرتبہ میں ٹرین میں چند ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا، نماز کا وقت ہوا، ہم نے جماعت سے نماز پڑھی جب ہم نماز میں رکوع اور سجدے میں جاتے ہیں تو اللہ اکبر کہتے ہیں، ہمارے ساتھ سفر کرنے والے ایک ہندو بھائی نے جو پڑھے لکھے آفیسر تھے، نماز کے بعد پوچھا۔

"مولوی صاحب! آپ جب نماز پڑھتے تھے تو کیا اکبر بادشاہ کو یاد کرتے تھے؟"

ملک میں ہر جگہ مسجدیں ہیں، ہر وقت اذان، نماز میں اللہ اکبر کی آواز آتی ہوگی، لیکن انھوں نے کبھی خیال نہیں کیا کہ پوچھیں اللہ اکبر کا مطلب کیا ہے؟ اسے کیوں بولا جاتا ہے؟ اسی طرح ہمارے ہندو بھائیوں کی بہت سی ایسی باتیں ہوں گی، جن کی جانکاری ہمیں ہونی چاہیے، بغیر کسی اہانت کے یہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ہمارے اس سفر میں اس میٹنگ کی بڑی اہمیت ہے کہ ہمیں موقع ملا کہ اپنے خیالات واحساسات (FEELING) آپ جیسے پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں، خدا کرے کہ اور شہروں میں بھی ایسے مواقع بار بار ہوں جس سے ہم ایک دوسرے کو سمجھیں، ہمدردی، محبت، تعلق پیدا ہو، ملنے جلنے سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اس میں بڑے فائدے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے درمیان سوشل تعلقات ہونے چاہئیں، مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کیا سوچتے ہیں، آپ کا مذہب کیا کہتا ہے، آپ بھی میرے بارے میں جانیں، میرے مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

یہ حیرت کی بات ہے کہ غیر ممالک میں ہم ہندوستانی بڑی محبت سے ملتے ہیں، لیکن اپنے وطن میں نہیں ملتے۔

میں جب امریکہ میں تھا، اور میری آنکھ کا آپریشن ہوا تھا، تو اس ہاسپٹل کے ایک ہندو ڈاکٹر میرا ہندوستانی نام دیکھ کر ملنے آئے اور روزانہ بڑی محبت سے ملتے رہے، یہ صرف وطن کا رشتہ تھا، جو پردیس میں محبت کی سوغات بن گیا، یہ بات وطن میں تو اور زیادہ ہونی چاہئے، یہ بہت نامناسب بات ہے کہ آدمی دوسرے آدمی سے ڈرے یا اسے شک کی نگاہ سے دیکھے۔

اس کام میں آپ حضرات کی کوشش کی بڑی ضرورت ہے، آپ جو وقت کورٹ میں دیتے ہیں، اپنے موکلوں کو دیتے ہیں، اس میں سے تھوڑا سا وقت غلط فہمیوں کو دور کرنے اور GOODWILL کی فضا پیدا کرنے، انسانیت کا احترام دلوں میں بٹھانے کے لئے صرف کریں، انسان انسان ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت کا ہو، وہ ہمارا بھائی ہے، اس سے ہمیں محبت کرنی چاہئے، اس سے ساری مصیبت، سارے دکھ درد ختم ہو جائیں گے۔

ہم شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہمیں بلا کر اعتماد کا اظہار کیا، محبت کا مظاہرہ کیا، اور مل کر بیٹھنے کا موقع دیا۔"

انھوں نے پرکاش پردان کیا

حضرت مولانا کی تقریر کے بعد یار الیسوسی ایشن کے صدر شری شمبھو دیال سانگھی

www.abulhasanalinadwi.org

نے اپنے شکریئے کی تقریر میں کہا:۔

آدرنیہ (محترم) مولانا صاحب اور مہمان حضرات! بہت پہلے میں نے ایک کتاب پڑھی تھی، اس کا ٹائیٹل (نام) بتا دوں کیوں کہ اس کا مہتو (اہمیت) ہے، ایک فرنچ رائٹر کی وہ کتاب تھی، اس کا نام تھا 25TH HOUR سب جانتے ہیں کہ 25TH HOUR تو ہوتا نہیں 24TH HOUR ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد ہی یہ تھا پچیسواں[۲۵] گھنٹہ ثابت کرے، اس نے وشو (دنیا) کی سبھی سبھیتاؤں (تہذیبوں) کی تُلنا (موازنہ) کی تھی اور یہ نتیجہ نکالا تھا کہ (24TH HOUR IS PAST) چوبیس[۲۴] گھنٹے ختم ہو چکے ہیں، انسانیت اب تباہی کے کنارے ہے اور کوئی اسے بچا نہیں سکتا، لیکن اس نے آگے لکھا کہ اگر کہیں بہت ہی مدھم روشنی (DIMLIGHT) نظر آتی ہے تو وہ ہندوستان ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے دیش میں مولانا صاحب اور اُن کے ساتھی جنھوں نے اپنی پوری زندگی اس کام کے لئے وقف کی، اور ابھی آپ نے خود دیکھا کہ کیسا پرکاش پردان کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم وکیل لوگ پڑھے لکھے تو ضرور ہیں، لیکن پتہ نہیں کیوں سماج سے بالکل کٹ گئے ہیں، اور سماج کی پرتی ہمارا کوئی یوگ دان ہے ایسا کم سے کم مجھے تو معلوم نہیں ہوتا کہ ہم سماج کے لئے کچھ کر رہے ہیں، اور جو بات مولانا صاحب نے بتائی کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھیں، آپس میں کیسے بھائی چارہ پیدا ہو، اور کیسے ہم انسان کو انسان سمجھیں، واستو (حقیقت) میں کیریکٹر آج وشو (دنیا) کی سمسیا (مسئلہ) بنی ہوئی ہے، اس نظریے سے اپنے یہاں انصاف کا جو طریقہ ہے کہ جج صاحب اس کی بھی بات سُنتے ہیں، اور اس کی بھی بات سنتے ہیں، اور پھر فیصلہ کرتے ہیں، اگر کیول (صرف) اتنی سی بات بھی ہماری

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی میں آجائے کہ ہم اس پکنیک (پارٹی) کو بھی سُن لیں دوسرے پکنیک کو بھی سُن لیں، اور اپنی پروآگرام کو چھوڑ دیں تو واسطویں جو روشنی آپ نے پردان کی اس کا صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے، اور ہندوستان جو دشو (دنیا) کو روشنی دیتا رہا ہے، آگے بھی دشو کو مارگ درشن کر سکتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ مولانا صاحب اور آپ سب صاحبان نے جو مارگ اپنایا، طے کیا، بتایا، اس میں جتنا بھی ہم سہیوگ (تعاون) دے سکیں ہم دیں، میں مولانا صاحب کا بہت آبھاری (ممنون) ہوں، واسطو میں جب ہمارے مہمان پاریکھ صاحب تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا کہ مولانا صاحب کی طبیعت ناساز ہے، اور آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اُن کے کئی کاریہ کرم وپروگرام ہو رہے ہیں تو شاید وہ تشریف نہ لاسکیں تو تھوڑی نراشا (مایوسی) تو ضرور ہوئی لیکن آپ نے ہم لوگوں کو اس لائق سمجھا کہ آپ سب تکلیفوں کے باوجود تشریف لائے، میں بہت بہت آپ کا سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں اُن سے نویدن (درخواست) کروں گا کہ وہ اس وِشئے (موضوع) میں آگے بھی مارگ درشن (رہنمائی) کریں۔

جلسے کے بعد ٹی پارٹی تھی، وہاں بھی بہت اچھی فضا میں چائے نوشی ہوئی، چند کتابیں یار الیسوسی ایشن لائبریری کو پیش کی گئیں جو بہت ممنونیت کے ساتھ قبول ہوئیں، اندور یار کونسل اور یار الیسوسی ایشن کے بارے میں لوگوں نے بتایا کہ یہاں اکثریت جن سنگھی اور آر، ایس، ایس ذہن کے وکلاء کی ہے، لیکن خلوص ومحبت میں ایسی تاثیر ہوتی ہے جو سب کو مسحور کر دیتی ہے اور ہمارا قافلہ اسی متاع بے بہا کو لے کر چلا تھا۔ ع

www.abulhasanalinadwi.org

میرا پیام محبت ہے جہاں تک پہونچے

مدھیہ پردیش کا علاقہ خالص ہندی علاقہ ہے، پاریکھ صاحب اور راقم سطور ہندی میں بخوبی کام چلا لیتے ہیں، حضرت مدظلہ افہام وتفہیم کے لئے انگریزی الفاظ، اصطلاحات کو بکثرت استعمال کرکے اپنا پورا مافی الضمیر بحسن وخوبی ادا کردیتے تھے، اس سفر میں حضرت نے بعض مواقع پر ہندی کے الفاظ ایسے برمحل اور حسب حال استعمال فرمائے کہ مجھے اور پاریکھ صاحب کو اس قوت اخذ پر حیرت ہوئی، پاریکھ صاحب حضرت کی تقریر میں ہندی الفاظ کو شمار کرکے بعد میں بتلاتے تھے کہ آج سات نفط استعمال فرمائے اس تقریر میں ہندی کے پانچ الفاظ تھے۔

مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا ہمیں نماز پڑھتے ہی تہو روانہ ہونا تھا، جہاں ہمارے سفر کا آخری پروگرام تھا، مغرب کی نماز قیام گاہ پر پڑھ کر اندور سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع تہو پہونچے، جہاں کے ہزاروں لوگ اور عظیم الشان جلسہ حضرت اور ان کے رفقاء کا منتظر تھا ــــ عشاء کی نماز تہو کی جامع مسجد میں ادا کی، اس کے بعد جناب عبدالغفور صاحب کے مکان پر کھانا ہوا، اندور اور مقامی احباب کی کثیر تعداد کھانے میں شریک تھی، کھانے سے فارغ ہوتے ہی جلسہ گاہ پہونچے، مولوی عبداللہ حسنی ندوی کی قرأت سے جلسے کا آغاز ہوا تمہیدی تقریر راقم سطور نے کی، حضرت مولانا مدظلہ نے جلسۂ سیرت النبیؐ کی مناسبت سے سیرت کے موضوع پر ایسی تقریر فرمائی جسے سلاست وروانی، ادب وبلاغت، حسن بیان اور اپنے مضامین کے عمق ووسعت میں بے نظیر کہا جاسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سب سے زیادہ پیارا لفظ

خطبۂ مسنونہ اور آیت "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"[1] کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"میرے بھائیو اور دوستو! دنیا کی زبانوں کے لغتوں میں اور انسانی زبان پر چڑھے ہوئے الفاظ میں، کنایوں میں، ادب و شاعری میں خدا کی یاد، اس کی تعریف اور حمد و ستائش میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں اگر یہ سوال کیا جائے، دنیا کے ادیبوں، شاعروں، فلسفیوں، انسانی نفسیات کے ماہروں، نباضوں، دل کی دھڑکن سننے والوں، کان رکھنے والوں، بے زبانی کی زبان والوں جس میں بچوں کی غوں غاں مریض کی کراہ، مجنوں کی بڑ، سب شامل ہے، ہر ایک اپنے دل کی کہانی سناتا ہے، تڑپنے والا الفاظ سے بے نیاز ہو کر اپنی کرب و بے چینی کو ظاہر کرتا ہے، دل کی، روح کی بھی زبان ہوتی ہے، زبان کے ذخیروں میں اور اس ذخیرے میں بھی جس کا کوئی نام نہیں۔ ع

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

بہت سی ادائیں ایسی ہوتی ہیں، حسن والوں، محبت والوں کی، خلوص والوں کی، جن کا ابھی تک کوئی نام ایجاد نہیں ہوا، ابھی تک ان کے لئے کوئی نام ایجاد نہیں ہوا، ابھی تک ان کے لئے کوئی لفظ تلاش نہیں کیا جا سکا جس سے وہ کیفیت ادا ہو، انسان محسوس کرتا ہے کہ زبان سے کہتا ہے، قلم سے لکھتا، شاعری کرتا ہے، تقریر کرتا ہے، اکثر خاموش رہتا ہے، اس خاموش نطق و تکلم کی کوئی کیمرہ مصوری نہیں کر سکتا، کوئی

[1] الانبیاء - ۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

ٹیپ ریکارڈ گرفت نہیں کرسکتا، خود آدمی اسے پوری طرح محسوس نہیں کرتا محسوس کرتا ہے تو ادا نہیں کرسکتا، ان سب کو اگر سامنے رکھ کر پوچھا جائے، انصاف کا نام لے کر پوچھا جائے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا جائے کہ سب سے زیادہ محبوب صفت، سب سے زیادہ محبوب لفظ، جو ساری دنیا کو، خواہ متمدن ہو یا وحشی، نیم برہنہ ہو یا مہذب۔

اس آسمان کے شامیانے کے نیچے، زمین کے فرش پر، آفتاب کو قندیل بنا کر، چاند کو شمع بنا کر ایک سوال کیا جائے کہ بتاؤ سب سے زیادہ پیارا لفظ کون سا ہے تو میں سمجھتا ہوں اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سب کی طرف سے جواب ہوگا کہ "رحم"۔

رحم کا کوئی نشاکی، کوئی فریادی نہیں

قدرت بھی بڑی چیز، علم بھی بڑی چیز، سخاوت بھی بڑی چیز، صنعت بھی بڑی چیز، ذہانت اور دانائی بھی بڑی چیز، مال و دولت بھی بڑی چیز، حکومت و سلطنت بھی بڑی چیز، مگر یہ کسی کے مخالف ہوں گے، کسی کے موافق ان سے ایک نے زندگی پائی ہوگی تو سیکڑوں نے موت کا پیغام، ہزاروں ان کے زندہ کئے ہوئے ہوں گے تو لاکھوں ان کے مارے ہوئے ہوں گے، اُن کے قتیل ہوں گے، ان کے شہید ہوں گے، ہزاروں اگر ان کی تعریف کرنے والے ہوں گے تو لاکھوں کو اُن سے گلہ ہوگا۔

حکومت کو لیجئے، حکومت کتنے لوگوں کی محافظ لیکن کتنے لوگوں کی زندگی سے کھیلتی ہے، اس نے کتنے خون کے دریا بہائے، کشتوں کے پُشتے لگائے، کتنی کھیتیاں اُس نے جلا کر سیاہ کردیں، کتنے ملکوں کے چراغ گُل کردیئے، کتنے خاندانوں کا بیج دنیا سے ختم کردیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

علم کو لے لیجئے تو علم نے کہیں روشنی پیدا کی، کہیں ظلمت پیدا کی، علم نے کہیں حفاظت کا گر سکھایا، تو کہیں قفل شکنی، اور نقب زنی کا فن سکھایا، علم نے کہیں تعمیر کا پیغام دیا تو اس سے کہیں زائد تخریب کا پیغام دیا، علم نے اگر سپر بنائی تو علم نے تلوار بھی بنائی۔

علم نے اگر گرتوں کو سنبھالا تو کتنے ٹھہرے ہوؤں کو گرایا، کوئی ایسی چیز نہیں جس کے دو پہلو نہ ہوں، اور جس کی دھار جس کا عمل بالکل صحیح اور تول پر بالکل پورا اترے۔

لیکن ایک چیز جس کا دنیا میں کوئی شاکی نہیں، کوئی اس کا فریادی نہیں، کوئی اس پر تنقید کرنے والا نہیں، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کا مارا ہوا ہوں، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کا زخمی ہوں۔

وہ ہے صرف رحم دل، وہ ہے صرف رحم۔

رحم کا ہر ایک محتاج ہے

کون ہے دنیا میں جو آج بتادے، مخالفوں میں بتادے، ہمنواؤں بتادے، فاتحوں اور مفتوحوں میں بتادے، جاہلوں اور عالموں میں بتادے، غبی اور ذہین انسانوں میں بتادے، پسماندہ اور ترقی یافتہ قوموں میں بتادے؟ کہ اس کو رحم کی ضرورت نہیں، اس کو رحم سے انکار ہے، اس کو رحمت نہیں چاہیئے؟

ایسا وقت آتا ہے کہ آدمی کو طاقت کی ضرورت نہیں ہوتی، علم کی ضرورت نہیں رہتی لیکن کوئی ایسا وقت نہیں کہ جس میں آدمی کو رحم کی ضرورت نہ ہو،

www.abulhasanalinadwi.org

رحمت کی ضرورت نہ ہو، رحم کا ہر ایک محتاج، ہر ایک قدر دان۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ع

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تیری گلی میں

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں، وہاں شرافت تھی، وجاہت تھی، شہنشاہیت کا تاج بھی تھا، آپؐ تو عظیم ہستی ہیں، آپؐ کے غلاموں کے قدموں میں دنیا تھی، اُن کے غلاموں کے غلام فاتح اور کشور کشا ہوئے، بادشاہ اور شہنشاہ بنے، کہاں عرب کا صحرا اور کہاں ہندوستان اور مالوے کی سرزمین، کہاں افریقہ اور کہاں امریکہ، ہر جگہ عربؐ کے غلاموں نے اپنی کامیابی کے پرچم لہرائے، جس نے پایا آپؐ کی غلامی کی بدولت پایا، روحانیت پائی، طاقت پائی، علم پایا، امن پایا، سلطنت تک پائی، آپؐ کے غلاموں نے یہاں آکر اپنی ذہانت، حسنِ انتظام، فنِ تعمیر، مذاقِ سلیم کے کتنے نمونے قائم کئے ہے

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

جو بھی سیاح ہندوستان آتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں مذاقِ سلیم رکھنے والے کچھ لوگ گذرے ہیں، یہاں ایسے لوگ گذرے ہیں جنھیں کچھ اور ملا ہو یا نہ ملا ہو، لیکن ذوقِ جمال، رعنائیٔ خیال، قوتِ ارادی، سلیقہ مندی ملی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں، کیا اللہ تعالیٰ نہیں کہہ سکتا تھا کہ "آپ کو ہم نے دنیا کا فاتح بنا کر بھیجا" ایسا فاتح جس کے غلاموں نے دنیا کا سب سے بڑا امپائر قائم کیا، انھوں نے مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں اپنی کامیابی کے

www.abulhasanalinadwi.org

پرچم لہرا دیئے، اُن کی حکومت کا جھنڈا چاہے نہ لہراتا ہو، سکہ چاہے نہ چلتا ہو لیکن غلامانِ محمدؐ کے محبت کی فتوحات، محبت کے قلمرو میں ساری دنیا شامل تھی۔

"جو دلوں کو فتح کرلے، وہی فاتحِ زمانہ"

جو تہذیب انھوں نے پھیلائی، جو علوم انھوں نے پیدا کئے، علم کے جو دریا بہائے، محبت کے جو چشمے رواں کئے، اس کے بعد آپؐ کو انسانیت کا سب سے بڑا فاتح، سب سے بڑا مُعلّمِ اخلاق، سب سے بڑا معلّم کہنا بالکل صحیح ہے، اگر خدا یہ کہتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دنیا کا مُصلح اور معلّم بنا کر بھیجا تو دنیا کے کسی گوشے سے یہ آواز نہیں اٹھتی کہ "ہمیں اس میں شک ہے" ساری دنیا کے علماء فضلا، فلاسفہ، مفکرین، مورخین، ناقدین سر جھکا کر کہتے کہ آمنّا وصدّقنا، بے شک آپ دنیا کے سب سے بڑے مُعلّم اور سب سے بڑے مُصلح ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

ہمارے عزیز اسحٰق جلیس صاحب نے آپ کو جو واقعہ سنایا اس سلسلے کی چند مثالیں دیتا ہوں۔

لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں، اس رسم کے تمام قبیلے شکار تھے، حضرت عمرؓ کو جب اپنی اس بچی کا خیال آتا۔ انھوں نے خود زندہ درگور کیا تھا تو آنسو رواں ہو جاتے، وہ کہتے ہیں کہ جب اسے دفن کرنے کے لئے گڑھا کھود رہا تھا تو وہ معصوم کہتی کہ ابّا آپ کے داڑھی میں مٹی لگ گئی ہے اور وہ اسے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے جھاڑنے لگتی، اس کی معصوم اور سلیم فطرت، باپ کے چہرے پر گرد و غبار برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

باپ کا دل نہ پسیجا، اسے ترس نہ آیا، اس نے اسے گڑھے میں دھکا دے کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔

عرب کے دورِ جاہلیت، دورِ بربریت کا یہ ایک نمونہ تھا لیکن اس کے بعد کیسا انقلاب آیا، معلمِ اخلاق ہو تو ایسا ہو، انقلاب لانے والا ہو تو ایسا ہو، چند برسوں میں اس قوم کا حال یہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ ادا کرنے کے لئے صلح حدیبیہ کے موقع پر جانے لگے تو ایک بچی دوڑی ہوئی آئی، اور چچا جان صاحب چچا جان صاحب کہہ کر آپ سے لپٹ گئی، یہ حضرت حمزہؓ کی بچی تھی، جو آپ کے چچا تھے، اور جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے، اب صحابہ کرامؓ میں اس بچی کی پرورش اور سرپرستی کے لئے مقابلہ شروع ہو گیا، حضرت علیؓ نے فرمایا یہ بچی مجھے ملنا چاہیئے، میں اس کی پرورش کروں گا، حضرت جعفرؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ! یہ بچی میرے گھر میں آرام سے رہے گی، اس کی خالہ میرے یہاں ہے، میں اس کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں، ایک آزاد شدہ غلام زید بن حارثہؓ آگے بڑھے انھوں نے کہا کہ اسلام کے رشتہ سے میں اس کا بھائی ہوں، یہ بچی مجھ کو ملنی چاہیئے۔

جو لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے، ان میں ایسا انقلاب آیا کہ ایک یتیم بچی کی پرورش و پرداخت کے لئے ان میں مسابقت ہونے لگی، قرعہ اندازی ہونے لگی۔

اللہ تعالیٰ فرما سکتا تھا "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُعَلِّمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ" ہم نے آپ کو سارے جہانوں کا معلم اور مصلح بنا کر بھیجا، اس طریقہ سے اور بہت سی صفات ہو سکتی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صفات اور اس سے جو کام لینا ہے اس کی حقیقت جس لفظ میں سمٹ کر آ سکتی ہے وہ استعمال فرماتا ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"[1]

[1] سورۃ الانبیاء — ۱۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

صفتِ رحمت، اللہ تعالیٰ کی محبوب صفت ہے، سورۂ فاتحہ کا آغاز بھی اس نے اپنی اسی صفت سے کیا ہے، بسم اللہ میں بھی یہی صفت غالب ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——————

—— قرآن مجید میں ہے "رحمتی وسعت کل شئ" (میری رحمت سب پر حاوی ہے) دنیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے جو کچھ ملا، جو انعام ملا، جو تحفہ ملا، جو زندگی ملی، اس کے لئے اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا تھا، "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"۔

سب سے اہم، سب سے بنیادی، سب سے عزیز، سب سے محبوب، سب سے زیادہ فراوانی کے ساتھ جو چیز ہر برادری، ہر طبقہ، ہر ملک، ہر قوم کو پوری فیاضی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملی وہ ہے "رحمت"، آپ کے ذریعہ اللہ کی رحمت کے دروازہ کھل گئے، ساری نسل انسانی ہری ہو گئی ؎

رہے اس سے محروم، آلی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

مَردوں پر آپؐ نے احسان کیا، عورتوں پر آپ نے احسان کیا، غلاموں پر آپ نے احسان کیا، غریبوں پر آپ نے احسان کیا، جانوروں تک پر آپ نے احسان کیا، اگر ان احسانات کا ذکر کروں تو پوری رات گذر جائے، قرآن مجید اور سیرت کی کتابوں کا آپ مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپؐ کی شفقت و احسان سے ہر طبقہ زیر بار ہے۔

جس نے ظلم کرنے سے روکا، مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری

www.abulhasanalinadwi.org

دینے کا حکم دیا جس نے سچے تاجر کو پیغمبروں کے قرب کی شہادت دی جس نے یتیم کے پرورش کرنے والے کی فضیلت بیان کی جس نے عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی ہدایت فرمائی جس نے غلاموں کو آقا کا ہمسر بنایا جس نے رنگ و نسل کے امتیاز کو ختم کیا جس نے قیدیوں کے ساتھ رحم کا معاملہ فرمایا، وہی ہے رحمتِ عالم، اس کا پرتو زندگی کے ہر شعبے میں آپ کو نظر آئے گا، فوجیوں کو ہدایت کی کہ زخمیوں کا کام تمام نہ کرنا، عابدوں زاہدوں پر ہاتھ نہ اٹھانا، عورتوں اور بچوں کو ایذا نہ پہونچانا، پھلدار درختوں اور ہرے بھرے کھیتوں کو نہ اجاڑنا، کسی بھی قوم کی عبادت گاہ کو نقصان نہ پہونچانا۔

وہ تو سراپا رحمت ہے، اس وقت کی دنیا اور موجودہ نسلِ انسانی آپ کو خدا کا پیغمبر مانے یا نہ مانے، لیکن سب کے سب آپ کے احسان کے سائے تلے ہیں، سب آپ کے احسانات کے مقروض ہیں، چھٹی صدی مسیحی میں پوری نسلِ انسانی اپنی افتادیت کھو چکی تھی، انسانوں سے آباد ملک، جانوروں کے جنگل بن گئے تھے، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل رہی تھی، طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا، عام انسان غلامی کے لئے اور شہنشاہ اور امراء عیش و عشرت کے لئے زندہ تھے، آپ "تاریخ زوالِ روما" پڑھئے، آپ "تاریخ اخلاق یورپ" پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ ظلم و سفاکی اور عیش و عشرت کے کیا نقشے تھے، امیروں کی دعوت میں رات کے وقت غریبوں کے جسموں سے چراغاں ہوتا تھا، انسانوں کی جسم کی مشعلیں جلتی تھیں، چند امیر لذتِ کام و دہن میں مصروف رہتے تو چند غریب انسان جل جل کر تڑپ تڑپ کر وہیں دم توڑتے، ہماری اس دنیا میں ظلم کی کیسی کیسی داستانیں، کیسے کیسے واقعات ہوئے، کوئی سکندر اور سیزر بن کر دنیا کو تہہ تیغ کر رہا تھا، کوئی نیرو کے روپ میں روم کو آگ لگا رہا تھا، ہوسِ ملک گیری میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک

www.abulhasanalinadwi.org

کبڈی کھیلی جارہی تھی، دنیا نے خدا کے دربار میں نالش کردی تھی کہ ہمیں ختم کردیا جائے، وہ زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ ہماری اب ضرورت نہیں، ہم وحشی بن گئے ہیں، خدا کو سب بھلائے ہوئے تھے، انسان انسان کا معبود بن گیا تھا، ساری دنیا میں فساد عام تھا، بڑی بات یہ تھی کہ برائیوں کو ہنر سمجھا جارہا تھا، جیسا کہ ہمارے عزیز مولوی اسحاق جلیس صاحب نے کہا، برائیاں تو ہر زمانے میں رہی ہیں لیکن یہ دور ایسا تھا کہ برائیوں سے لڑنے والا ان سے پنجہ آزمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا، بے شک شاعری تھی، ذہانت تھی، ایران میں بڑے بڑے پہلوان تھے لیکن برائی کی کلائی موڑنے والا کوئی نہیں تھا، ہر شخص پر مایوسی طاری تھی، یہ دنیا کسی کی بات ماننے والی نہیں تھی، یہ آسانی سے برائی چھوڑنے کو تیار نہیں تھی، بادشاہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے، فلسفی کسی کو وقعت نہ دیتے، شاعر کسی کا نام نہ لیتے، سب سہمے ہوئے تھے، ڈرے ہوئے تھے، ایسے ٹھٹھرے ہوئے تھے گویا برف اور سخت سردی پڑ رہی ہو کہ رحمتِ الٰہی کو جوش آیا ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ

وہ نبیِ رحمت تشریف لائے جن کو قرآن مجید نے کہا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"

بھائیو! ہم اسی نبی رحمتؐ کے اُمتی ہیں، ہم کو بھی رحمت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے، جو نبیؐ سارے عالم کے لئے رحمت کا پیام بن کر آیا ہو، اس کے ماننے والوں میں شفقت و محبت نہ ہو، سخاوت اور نرم دلی نہ ہو، انسان کی توقیر اور غریبوں کی مدد کا جذبہ نہ ہو، ظالموں کو ظلم سے روکنے کا حوصلہ نہ ہو، انصاف پر عمل نہ ہو، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بھائیو! ہمیں رحمۃ للعالمین کی نسبت کی لاج رکھنی چاہیئے، انسانیت کے دُکھ درد پر ہمارا دل گداز اور آنکھیں نم ہونا چاہیئے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

رحمۃ للعالمین کی اُمّت کے دل میں سارے جہاں کے لئے رحم کا جذبہ اور درد کا مادّہ ہونا چاہیئے، میں اقبالؒ کے ان اشعار پر اپنی تقریر ختم کر کے اجازت چاہتا ہوں۔ اسلام کیا ہے اور اس نے کیا خدمت انجام دی ہے، شیطان کی زبان سے وہ بیان کرتا ہے ؎

الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر — حافظِ ناموسِ زن مرد آزما مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے — نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف — منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب — بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں"

حُسنِ اختتام

اس برجستہ تقریر کا جو ایک گھنٹے سے زائد ہوئی یہ خلاصہ تھا، پوری تقریر فصاحت و بلاغت علم و فکر نکتہ آفرینی اور گہرائی جوشِ خطابت اور خلوصِ قلب کا اعلیٰ نمونہ تھی، اس میں علم و مطالعہ کی جھلک، عمل کی دعوت، الفاظ کا توازن اور حسنِ معنی کا ایسا پرکشش امتزاج تھا جس نے ہزاروں انسانوں کے مجمع کو جس میں مسلم اور غیر مسلم، جوان و معمر تعلیم یافتہ اور بے علم سبھی تھے، مسحور اور متاثر کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مدظلہ کی تقریر کے بعد عبدالکریم صاحب پاریکھ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی نے تقریر کی، رات دیر گئے تک جلسہ جاری رہا، جلسے کے اختتام پر اندور واپسی سے پہلے مقامی احباب کے اصرار پر دوبارہ عید الغفور صاحب (جن کی غالباً ٹیلرنگ شاپ ہے) کے یہاں حاضری ہوئی، ایک پیالہ کافی پی کر محبت و خلوص کی قیمتی سوغات لئے ہم اندور روانہ ہوئے، ہمارے گیارہ روزہ سفر کا یہ آخری اجتماعی پروگرام تھا، اور اپنے مقصد و موضوع یعنی سیرت نبی رحمتؐ کے اعتبار سے یہ گویا ہمارے دورے کا حسن اختتام تھا۔

یوم جمعہ ۹ دسمبر ۷۵ء

آج بھوپال واپسی کا دن تھا، علی الصبح ہارون منزل سے اپنے ابا کے ساتھ پہلے آزاد نگر جانا ہوا، جہاں استاذ گرامی مولانا معین اللہ صاحب کے بھانجے مولوی سراج الرحمٰن ندوی اور کئی عزیز رہتے ہیں، ان کے یہاں ہم سب ناشتے پر مدعو تھے، پاریکھ صاحب چند دنوں بعد پاکستان جانے والے تھے، حضرت مدظلہ نے راقم سطور کو حکم دیا کہ پاکستان کے ایک عزیز نوجوان طلعت محمود صاحب مقیم راولپنڈی کے لئے امریکہ کی تقریر ٹیپ کروا کر پاریکھ صاحب کو دیدوں، آزاد نگر کے ایک کمرے میں یہ کام الحمدللہ پورا ہو گیا۔

اس مقام پر بار بار مظفر صاحب مرحوم (والد مولوی ہارون ندوی) یاد آئے جو ندوہ میں مکتب کے استاد تھے، بعد میں اسی عمارت میں جہاں ہم بیٹھے تھے انھوں نے عرصہ تک مدرسۃ الفلاح نام سے ایک مکتب و مدرسہ چلایا، اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔

چند قدم کے فاصلے پر مولوی معاذ ندوی، مولوی زبیر ندوی اور خالد سلمہ کا

www.abulhasanalinadwi.org

مکان ہے، وہاں چند منٹ بیٹھے، یہیں سے بھوپال روانگی تھی، اس لئے شہر کے سبھی اہلِ تعلق الوداعی ملاقات کے لئے آگئے تھے، تعداد اتنی تھی کہ ناموں کی فہرست طویل ہو جائے گی اور شاید حافظہ بھی ساتھ نہ دے، ہر ایک نے بے پناہ محبت و خلوص، عزت و اکرام کا معاملہ فرمایا۔

حضرت مولانا کی معیت کے طفیل ہم سب کی وہ وہ پذیرائی ہوئی کہ ایک قد آور شخصیت کے زیرِ سایہ ہم لوگوں کو بھی اپنی بلندی کا احساس ہونے لگا ؎

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

اندور سے دیواس تک قاضی عبدالحمید صاحب کی کار میں پاریکھ صاحب، ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب اور راقم سطور نے سفر کیا، دیواس پہونچ کر ترتیب بدل دی گئی، اور ہم تینوں مولانا معین اللہ صاحب کی ایماء سے حضرت کے ہمراہ کر دیئے گئے، نشستوں کی اس تبدیلی کا یہ فائدہ ہوا کہ بھوپال تک کا راستہ اس دورے کی روشنی میں حلقۂ پیام انسانیت کی دعوت کو عام کرنے، تنظیمی امور، آئندہ دورۂ پنجاب، راجستھان و ہریانہ کی تفصیلات طے کرنے میں صرف ہوا۔

آج جمعہ تھا، ہماری کار تاج المساجد بھوپال عین جماعت کے وقت پہونچی، نماز سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ مسجد شکور خاں پہونچے، عبدالکریم پاریکھ صاحب اسی دن سہ پہر کو ناگپور روانہ ہوئے، شب میں قیام کے بعد علی الصبح بمبئی لکھنؤ ایکسپریس سے عازمِ لکھنؤ ہوئے، بھوپال کے دورانِ قیام پروفیسر عبدالقوی دسنوی صدر شعبۂ اردو سیفیہ کالج اور علامہ محوی صدیقی مرحوم کے صاحبزادے منیر المحوی صاحب سے سیفیہ کالج حاضری کا وعدہ تھا لیکن مصروفیت نے مہلت نہ دی، مولوی

www.abulhasanalinadwi.org

منصور نعمانی ندوی ان دنوں رفیق دارالمصنفین کی حیثیت سے اعظم گڑھ میں مقیم ہیں، ان سے بھی ملاقات نہیں ہوسکی ۔ اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہمیں اپنی تلاش اُمّتِ مسلمہ کی صلاحیت اور اس کے اصل منصب و مقام کے دریافت میں بڑی مدد ملی، یہ بھی اندازہ ہوا کہ دنیا منتظر ہے اور معقول بات قبول کرنے کے لئے تیار، دنیا استقبال کے لئے آمادہ ہے، دعوت کا مخلصانہ عمل اب بھی بڑی تاثیر رکھتا ہے، ناسازگار حالات دعوت کے ذریعہ سازگار بنائے جاسکتے ہیں ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہیں

www.abulhasanalinadwi.org